نسیم ہدایت کے جھونکے

اسلام قبول کرنے والے نومسلم بھائیوں کی کہانی خود ان کی زبانی

افادات

داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہ العالی

سرپرست ماہنامہ، ارمغان وناظم جامعہ الامام ولی اللہ الاسلامیہ پھلت، مظفرنگر، یوپی

جلد پنجم

۵

مرتب

مفتی محمد روشن شاہ قاسمی

مہتمم دارالعلوم سنوری، ضلع آکولہ مہاراشٹر، انڈیا

نام کتاب

نسیم ہدایت کے جھونکے (جلد پنجم)

افادات: داعی اسلام حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب مدظلہ

مرتب : مفتی محمد روشن شاہ قاسمی

کمپوزنگ : محمد ساجد شاہ سونوری

معاونین: مولانا محمد اسحاق، مولانا الطاف حسین

حافظ محمد عثمان شاہ صاحبان مدرسین دارالعلوم سونوری

صفحات : ۲۳۶

سن اشاعت : ۲۰۱۱ء

پہلا ایڈیشن : ۵۰۰۰

قیمت : ۱۲۰ روپے

﴿مرتب کتاب سے خط و کتابت کا پتہ﴾

مفتی محمد روشن شاہ قاسمی

مہتمم دارالعلوم سونوری نیشنل ہائیوے نمبر ۶

ضلع اکولہ، مہاراشٹر، انڈیا

Mufti Mohd. Roshan Shah Qasmi
Mohtamim Darul Uloom Sonori
National Highway No. 6
, Dist. AkolaPin. 444107
MaharashtINDIA
Ph: (07256) 244204
Mob: 09422162298
Email:darululoomsonori@yahoo.in

Name of the Book

Nasim-e-Hidayat ke Jhonke **(Part-V)**

Ifadat:Daee Islam Hazrat Moulana Mohd.Kaleem Siddiqi Sahab

Compiled by

Mufti Mohd. Roshan Shah Qasmi

Pages: 230 Price: **Rs.**120/- Siz: 23x36/16

کتاب ملنے کے پتے

☆ مکتبہ دارالعلوم سونوری، ضلع اکولہ، مہاراشٹر، انڈیا 444107

☆ جمعیت شاہ ولی اللہ پھلت، ضلع مظفر نگر، یوپی، انڈیا

☆ دارارقم، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی۔ 25

☆ ادارہ اشاعت اسلام جامع مسجد، دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی پن، 247554

کتابوں کے آرڈر کے لئے درج ذیل موبائل پر رابطہ کریں

09420186856 / 09028709020-Ph-07256-245504

فہرست

نشان سلسلہ	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
☆	عرض مرتب	۵
☆	مقدمہ: داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہ العالی	۷
☆	تقریظ: شیخ اسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	۱۱
☆	تقریظ: محدث العصر شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ مدینہ منورہ	۱۴
☆	تقریظ: مولانا وصی سلیمان صاحب ندوی مدظلہ	۲۰
☆	تبصرہ: از حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہ العالی	۲۳
☆	تبصرہ: حضرت مولانا مفتی محمد شعیب صاحب مظاہر علوم سہارنپور	۲۴
☆	آیئے عہد وفا تازہ کریں	۲۵
۱	جناب مزمل بھائی (سوہن ویر) سے ایک ملاقات	۲۸
۲	انجینئر عبدالاحد صاحب (پرمود کمار کھرانہ) سے ایک ملاقات	۴۳
۳	ماسٹر عبداللہ صاحب (ٹھاکرے) سے ایک ملاقات	۵۳
۴	ماسٹر محمد اسعد صاحب (ریوتی شرن شکل) سے ایک ملاقات	۶۳
۵	محترمہ مومنہ تبسم عبدالکریم (ارچنا) سے ایک ملاقات	۷۳
۶	حسینہ بیگم (راج کماری) کے قبول اسلام کی ایمان افروز روداد	۸۱

۷	جناب عبداللہ پاٹل سے ایک ملاقات	۸۹
۸	محترمہ عفیفہ بہن ﴿پریتی﴾ سے ایک ملاقات	۱۰۰
۹	بھائی محمد نعیم الدین سے ایک ملاقات	۱۱۰
۱۰	ڈاکٹر محمد احمد ﴿گوتم داس﴾ سے ایک ملاقات	۱۲۱
۱۱	جناب جاوید احمد ﴿جوگیندر اشش پٹیل﴾ سے ایک دلچسپ ملاقات	۱۲۸
۱۲	مسعود احمد صاحب سے ایک ملاقات	۱۳۹
۱۳	جناب محمد عمر ﴿پون کمار کیوٹ﴾ کا جیل سے لکھا گیا مکتوب	۱۵۰
۱۴	جناب ہارون صاحب سے ایک ملاقات	۱۵۸
۱۵	محترمہ زینب انجم ﴿ریکھا لہاسے﴾ سے ایک ملاقات	۱۶۹
۱۶	جناب شفیق احمد ﴿راج کمار گپتا﴾ سے ایک ملاقات	۱۷۷
۱۷	محمد اسعد پٹیل سے ایک ملاقات	۱۸۹
۱۸	ڈاکٹر محمد یوسف ﴿سنیل کمار﴾ سے ایک ملاقات	۲۰۲
۱۹	نور الامین بھائی ﴿اشوک کمار سوم﴾ سے ایک ملاقات	۲۱۱
۲۰	عبدالعزیز صاحب ﴿پیرکھلائی ناتھ﴾ سے ایک ملاقات	۲۲۲
۲۱	نور اللہ جی ﴿اوم پرکاش﴾ سے ایک ملاقات	۲۲۹
☆	ماہنامہ ارمغان کا مختصر تعارف	۲۳۵

عرض مرتب

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو خیر امت اس لئے بنایا ہے کہ اسے پوری انسانیت میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے بھیجا گیا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران:۱۱۰)اس آیت میں مسلمین اور مومنین کے بجائے "ناس" یعنی پوری انسانیت کا ذکر کیا گیا ہے جس میں خصوصاً کفار مشرکین داخل ہے بلکہ اہل علم نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں "یا ایھا الناس" کے لفظ سے زیادہ تر مشرکین ہی کو مخاطب کیا گیا ہے اور امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ "معروف" سے مراد "ایمان" اور "منکر" سے مراد "شرک" ہے اور امام رازیؒ کی تائید اس بات سے ہوتی کہ معروف کا رکن اعلیٰ "ایمان" ہی ہوسکتا ہے اور منکر کا رکنِ اعلیٰ "کفر" ہی ہوسکتا ہے لہٰذا اس آیت کا یہ مفہوم ہوا کہ مسلمانوں کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کو ایمان کی دعوت دیں اور کفر سے بچائیں اس خاص کام کی وجہ سے وہ "خیر امت" ہیں۔

پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے غیر مسلم بھائیوں (جو ہمارے خونی رشتہ کے بھائی ہیں) کے حقوق کو ادا کریں اگر ہم نے ان کے حقوق ادا نہیں کیے تو اللہ کے یہاں ہم ان کے بارے میں جواب دہ ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کا سامنا کرنے میں ہمیں شرمندگی نہ ہو نبی ﷺ تو دعوت ایمان کے لئے طائف میں پتھر کھائیں اور احد میں زخمی ہوں اور آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوں لیکن نبی کے ماننے اور چاہنے والوں کے تلووں میں اس فرض کو ادا کرنے میں کبھی ایک کانٹا بھی نہ چبھے اور ان کے دل میں انسانیت کے لئے کوئی ٹیس بھی نہ پیدا ہو دعوت کی فکر و تڑپ ہمارے اندر پیدا ہو اس کے لئے مہاجر بھائیوں اور بہنوں کے حالات زندگی مہمیز کا کام دیتے ہیں ان ہی کے حالات پر مشتمل انٹرویوز کی چار جلدیں اللہ پاک

کی توفیق سے آپ باذوق قارئین کی خدمت میں پیش کی جا چکی ہیں جس کے کئی ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں اور اب ''نسیم ہدایت کے جھونکے'' کی پانچویں جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

صاحب افادات داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہم کا سایۂ عاطفت اللہ تعالیٰ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے اور اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مدظلہم کو صحت وعافیت عطاء فرما کر تمام ملکوں تک اس صداء کو پہنچانے کے لئے قبول فرمائے۔ اس کتاب کی ترتیب وتصحیح میں جن لوگوں نے بندہ کا ساتھ دیا اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطاء فرمائے خصوصاً حضرت مولانا عبدالسلام صاحب پونوی مظاہری مدظلہ اور برادرم محمد یعقوب علی سلمہ نے اس کی تصحیح وترتیب کا کام بحسن خوبی انجام دیا اور اس کتاب میں انٹرویوز کے عناوین مولانا الیاس بندے الٰہی صاحب اون، ضلع سورت، گجرات نے لگائے جو ماشاء اللہ بڑے پرکشش ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے یہ ہمارے لئے مسرت وافتخار کا مقام ہے کہ ''نسیم ہدایت کے جھونکے'' کی پانچویں جلد مولانا جاوید اشرف صاحب ندوی مدنی مدظلہ العالی کی کاوشوں سے مدینہ منورہ سے شائع ہو رہی ہے، نبی ﷺ کے مقدس شہر اور بابرکت دیار سے، نبی ﷺ کی فکروں کے حیات کے لئے مولانا موصوف کا یہ اقدام قابل ستائش ہے اور ہمارے لئے نیک فال ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطاء فرمائے اور امت کو اپنے فرض منصبی کا شعور عطاء فرما کر دعوت پر کھڑا فرمائے۔

فکر نبیؐ جس کے سینے میں ہے
وہ کہیں بھی رہے مدینے میں ہے

فقط والسلام

بندہ محمد روشن شاہ قاسمی

۳۰ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۷ نومبر ۲۰۱۱ء بروز جمعرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدَّمَہ

منبع اخلاق، مشفقِ انسانیت، داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہ العالی
خلیفہ ومجاز مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

خالق کائنات فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ، عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، عَلِيْمٌ وَّخَبِيْرٌ رب نے اپنے سچے کلام میں بانگ دہل یہ اعلان فرمایا: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورہ التوبہ)

"وہ اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے، گو مشرکین کیسے ہی ناخوش ہوں" حجاز مقدس کی حد تک جناب رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں دین حق دوسرے تمام باطل مذاہب پر غالب آ گیا تھا، مگر یہ عالمی دین سارے عالم میں غالب ہونا ہے، اللہ کے سچے نبی ﷺ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ ہر کچے اور پکے گھر میں اسلام داخل ہو کر رہے گا، قرب قیامت کے اکثر آثار ظاہر ہو چکے ہیں، اسلام کا پیغام پوری انسانیت تک پہنچانے کی ذمہ داری ختم نبوت کے صدقے میں ہمیں عطا کی گئی تھی، اس فرض منصبی سے مجرمانہ غفلت کی وجہ سے دین حق اسلام (جو خیر محض ہے) کا تعارف لوگوں کو نہ ہو سکا اور پوری دنیا میں اس عدم واقفیت کی وجہ سے، یا غلط واقفیت کے نتیجہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ اپنے نقطۂ عروج پر ہے، مگر اللہ کی شان ہادی اور اس کی ربوبیت کے قربان، کہ اسلام، قرآن اور مسلمانوں کے خلاف اس پروپیگنڈہ سے عام انسانوں میں اسلام کو جاننے کا تجسس بڑھ رہا ہے، ایک زمانہ تھا کہ لوگ اسلام کو، مسلمانوں کے کردار معاملات اور اخلاق سے جانتے

تھے، مگر اب جدید ذرائع ابلاغ کی کثرت خصوصاً انٹرنیٹ کی ایجاد نے حقیقی اسلام لوگوں کے بستروں تک پہنچادیا ہے، اس کی وجہ سے پورے عالم میں جوق در جوق لوگ اسلام قبول کرتے دکھائی دیتے ہیں اور حیرت ناک بات یہ ہے کہ قبول اسلام کے واقعات مغربی ملکوں میں زیادہ ہیں جہاں سے خاص طور پر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ ہورہا ہے، روحانیت، اہل محبت اور مذہب سے جنون کی حد تک تعلق رکھنے اور مسلمانوں کے بعد مذہب پر سب سے زیادہ قربانی دینے والوں کے ہمارے پیارے ملک ہندوستان میں بھی اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ پوری دنیا میں بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنے والوں کے حالات پر غور کیا جائے تو تین باتیں خاص طور پر حیرت ناک ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ ان خوش قسمت ہدایت یاب ہونے والے نومسلموں کے قبول اسلام میں مسلمانوں کی دعوتی کوشش کا دخل بہت کم ہے، اسلام کی کسی چیز میں کشش محسوس کرکے، اسلام مخالف کسی پروپیگنڈہ سے متاثر ہوکر اسلام کو جاننے کا شوق پیدا ہوا، اسلام کا مطالعہ کیا اور مسلمان ہوگئے، یا اپنے مذہب کی کسی رسم سے انفعال کے نتیجہ میں مذاہب کا تقابلی مطالعہ ہدایت کا ذریعہ بنا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان خوش قسمت دسترخوان اسلام پر آئے ہوئے نومسلم مہمانوں کے ایمان، تعلق مع اللہ، دین کیلئے قربانی اور دعوت کے جذبہ کو دیکھ کر خیر القرون کے مسلمان یاد آجاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا حال اللہ کے اس فرمان کا کھلا مظہر ہے۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ (سورہ محمد)

''اور اگر تم روگردانی کروگے تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم پیدا کردے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے'' اشاعت اسلام کے ان واقعات کی کثرت کے ساتھ جب ہم پوری دنیا کے حالات کے تناظر میں غور کرتے ہیں تو انتہائی خطرناک فکر کی بات سامنے آتی ہے کہ جس تیزی کے ساتھ بلکہ جس طرح جوق در جوق نئے لوگ اسلام کے سایہ میں آتے دکھائی

دیتے ہیں اسی کثرت سے مسلمانوں کے مرتد ہونے واقعات بھی دکھائی دیتے ہیں، بعض مرتبہ تو تعداد اور معیار کے لحاظ سے بالکل متوازی تبدیلی کا فیصلہ دکھائی دیتا ہے، کسی علاقہ میں جتنے نئے لوگ مسلمان ہوتے ہیں اتنے ہی مسلمان مرتد ہو جاتے ہیں یا جس معیار کا غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوا اسی معیار کا کوئی مسلمان مرتد ہو گیا۔

دستر خوان اسلام پر آنے والے ان نووارد خوش قسمت نومسلموں کی داستانیں، ہم رسمی اور خاندانی مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے والی اور جھنجھوڑنے والی ہوتی ہیں اور ان سے جہاں ایک طرف یاس میں آس دکھائی دیتی ہے، وہیں اپنے دعوتی فریضہ سے غفلت کی وجہ سے تبدیلی کی وارننگ بھی سنائی دیتی ہے، کسی نہ کسی طرح اشاعت اسلام کے یہ واقعات ایمانی حرارت پیدا کرنے اور غفلت و جمود توڑنے کا ذریعہ بنتے ہیں، مسلمانوں میں ان خوش قسمت نومسلموں کے حالات پڑھ کر غیرت ایمانی پیدا ہو اور دعوت کا جذبہ رکھنے والوں کو حوصلہ ملے اور ان کی زندگی سے دعوتی تجربات سامنے آئیں، اس مقصد سے الحمدللہ ماہنامہ ارمغان نے چند سالوں سے ہر ماہ ایک نومسلم کی آپ بیتی کا سلسلہ بطور انٹرویو "نسیم ہدایت کے جھونکے" کے عنوان سے شروع کیا تھا، یہ اشاعت اپنے مقصد میں بہت کامیاب ہوئی، ملک کے مختلف رسائل، اخبارات نے ان کو شائع کیا، ان کے مجموعے شائع ہوئے اور اردو کے علاوہ ملک کی دوسری زبانوں میں ترجمے شائع ہونے لگے، اس سے الحمدللہ ملک بلکہ بیرون ملک میں مسلمانوں میں بڑا دعوتی جذبہ پیدا ہوا اور ایک طرح سے صدیوں کا جمود ٹوٹا۔

یہ انٹرویو اس حقیر کے فرزند میاں **احمد اواہ ندوی** اور ان کی بہنوں **اسماء ذات الفوزین امۃ اللہ اور مثنیٰ ذات الفیضین سدرہ** نے لئے ہیں، ان آپ بیتیوں کے بعض مجموعے کتابی شکل میں پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں، مگر اب مکمل طور پر کام کرنے کے لئے ہمارے ایک بلند ہمت رفیق، داعی الی اللہ، خادم

قرآن وسنت محب ومکرم جناب مفتی روشن شاہ صاحب قاسمی زید لطفہٗ نے نئی ترتیب کے ساتھ شائع کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے، مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حوصلہ اور بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے، انھوں نے لسان تبلیغ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری نور اللہ مرقدہٗ سے اپنے ذاتی اور طویل تعلق کی بنا پر خاص استفادہ کیا ہے اور ہمارے تبلیغی اکابرین کی تقریروں اور ملفوظات کی ترتیب واشاعت کا مبارک کام اللہ نے ان سے لیا ہے اور بہت کم وقت میں خود الحمد للہ علاقہ میں تعلیم ودعوت کے سلسلہ میں قابل رشک خدمات ان سے لی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو دینی دعوتی خدمات کے لئے بھی بڑے جذبہ اور سلیقہ سے نوازا ہے، انھوں نے نومسلموں کی ان تمام آپ بیتیوں کو جو ارمغان میں شائع ہوئی ہیں ترتیب وار مرتب کر کے اشاعت کا پروگرام بنایا ہے، یقیناً ایک مبارک قدم ہے اور مفتی صاحب موصوف کی طرف سے ملت کے لئے ایک مبارک تحفہ ہے، جسے وہ "نسیم ہدایت کے جھونکے" کے نام سے ملت کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

میں مفتی صاحب موصوف کو اس اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں، بہ دل وجان دعا ہے کہ یہ مجموعہ خیر امت کے افراد کو ذلت کے گڑھے سے نکال کر پھر ماضی کی عزت اور خیر امت کے منصب پر لانے کا ذریعہ بنے اور مفتی موصوف کے لئے ذخیرۂ آخرت اور سعادت دارین کے حصول کا وسیلہ ثابت ہو۔

خاک پائے خدامِ دین
محمد کلیم صدیقی
جمعیت شاہ ولی اللہ، پھلت ضلع مظفر نگر، یوپی
۲؍جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ

تقریظ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسوله الکریم و علی اله واصحابه اجمعین وعلی کل من تبعهم با حسان الی یو م الدین . امابعد

اللہ تبارک تعالیٰ نے جناب مولانا محمد کلیم صدیقی زید مجدہم کو غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت پھیلانے کے اس عظیم کام کے لئے موفق فر مایا ہے جو درحقیقت حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت ہے اور اس کام کے لئے انھیں اس حکمت اور موعظہ حسنہ کا سلیقہ بھی بخشا ہے، جو دعوت انبیاء علیہم السلام کا طرہ امتیاز ہے، چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہندوستان (بیرون) کے غیر مسلموں میں ان کی دعوت نے نہ جانے کتنے انسانوں کو دین حق کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے، اور ایسے ایسے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں جو کبھی اس دین خداوندی کے پکے دشمن ہوا کرتے تھے۔

پچھلے سال جب میرے دورہ ہند کے دوران مدارس میں حضرت

مولانا محمد کلیم صاحب سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے اپنے رفقاء میں سے ایک صاحب کا تعارف کرایا، جس کا حلیہ سر سے پاؤں تک سنت نبوی کے سانچہ میں ڈھلا ہوا تھا پھر ان سے مصافحہ ہوا تو مولانا نے بتایا کہ یہ وہ صاحب ہیں جنھوں نے بابری مسجد پر پہلی کدال چلائی تھی، اور آج بفضلہ تعالیٰ وہ اسلام کے پر جوش داعی بنے ہوئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صدیوں تک اپنے ہم وطنوں کے ساتھ رہنے کے باوجود انھیں دین حق کی امانت پہنچانے میں ہم نے بڑی کوتاہی کی ہے، اور اس کام کے لئے جس منظّم جدوجہد کی ضرورت تھی حضرت مولانا محمد کلیم صاحب مدظلہ نے بطریق احسن پورا کرانے کی داغ بیل ڈالی ہے، جس کے ساتھ ہر قسم کا تعاون ہم سب کا ملی فریضہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

زیر نظر کتاب ''نسیم ہدایت کے جھونکے'' ان خوش نصیب بندوں کے انٹرویو ہیں جنھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت عطا فرمائی انھوں نے اپنی اپنی آپ بیتی انتہائی ایمان افروز انداز میں بیان کی ہے، ان میں بہت سے وہ ہیں جنھوں نے اسلام کی خاطر اذیتیں اٹھانے اور جان و مال اور جذبات کی قربانی دینے میں عہد صحابہ کی یادیں تازہ کر دی ہیں، ان کے حالات پڑھنے سے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایمان کی جو حلاوت ان حضرات کو

حاصل ہوئی ہے اس کا وہ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے جنھیں یہ نعمت گھر بیٹھے میسر آگئی ہے، اور وہ اس کی قدر و قیمت پہنچانے میں غفلتوں کے شکار ہیں۔

ضرورت ہے کہ یہ کتاب ہر طبقہ فکر میں پہنچائی جائے ، اس سے ایک طرف مسلمانوں کے لئے یہ ایک مہمیز کا کام انجام دے گی ۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس کتاب کو نافع بنائیں اور اسے دین حق کی نشر و اشاعت اور اس کی دعوت کے کام کو آگے بڑھانے کا ذریعہ بنائیں۔ آمین ثم آمین۔

۱۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بندہ محمد تقی عثمانی

دارالعلوم کراچی۔۱۴

تقریظ

فضیلة الشیخ محدث العصر

محمد عوامه حفظه الله

مدینہ منورہ سعودیہ عربیہ

(عربی نسیم ہدایت کے جھونکے کی تقریظ کا یہ ترجمہ ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذي هدانا للاسلام وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله، والصلوات التامات والتسليمات المباركات على سيدنا محمد سيد السادات، واله و اصحابه ذوي المقامات العليا وعلىٰ من تبعهم واقتفىٰ اثرهم بالدعوة الى سبيله بالحكمة والموعظة الحسنة. اما بعد

عالم باعمل صاحب بصیرت اور دور اندیش داعی اسلام جناب حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب دامت برکاتہم سے پہلے بھی کئی بار مدینہ منورہ میں شرف ملاقات کی سعادت سے بہرہ مند ہو چکا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی امان میں رکھے، اور آپ کی مخلصانہ مساعی جمیلہ سے مسلمانوں کو استفادہ کا موقع عنایت

فرمائے، اللہ نے ہندوستان میں بھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، احمد بن عبد الرحیم کے مولد و مسکن موضع پھلت میں آپ کی ملاقات و زیارت کا شرف بخشا، اور پھلت کی اس جامعہ میں جس کے آپ بانی مبانی ہیں، اور جو حضرت شاہ ولی اللہ کے نام نامی سے منسوب ہے۔ جامعہ کے اساتذہ، طلباء سے مل کر آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور دل میں فرحت پیدا ہوئی، الحمد للہ علیٰ ذلک۔

موصوف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ننھیالی خاندان کے چشم و چراغ ہیں، جو خاندان ایک عظیم اور بابرکت خاندان ہے، پیدائشی طور پر آپ عجمی ہیں لیکن اپنی اصل اور خاندانی طور پر خالص عربی ہیں، جناب حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب علم و عمل اور دعوت الی اللہ کے میدان میں ایک ایسی مبارک درخت کی شاخ ہیں جو کہ افراط و تفریط سے پاک ہے، اور یہ درخت باصلاحیت صالح علماء اور دعاۃ کرام کے امام اور پیشوا شیخ ابوالحسن علی ندوی کی ذات گرامی قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت کے سایہ میں ڈھانپے، اور اپنی رضا عطا فرمائے۔ موصوف حضرت مولانا علی میاں ندوی کے مسترشدین میں سے بھی ہیں اور آپ کو ان کو جانب سے خلافت بھی حاصل ہے۔ شیخ ابوالحسن ہی کی ایما پر آپ نے دعوتی جد و جہد شروع فرمائی اور بحسن و خوبی اس کو انجام دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں، آپ اپنے اسلاف کے بہترین جانشین ہیں۔

علوم و معارف کے راستہ میں زبان و وطن کی اجنبیت اور دوری ایک بڑی رکاوٹ اور حجاب ہوا کرتی ہے، جو علوم سے استفادہ کیلئے مانع ہوتی ہے، اسی بنا پر

جناب مولانا کلیم صدیقی نے بفضلہ تعالی عربی زبان میں ایک رسالہ ''الخیر'' اور اردو زبان میں ماہنامہ ''ارمغان'' کے نام سے دعوت اسلام اور تعلیمات اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے ،اور دسترخوان اسلام پر آنے والے ان نوواردو اور خوش قسمت حضرات کے انٹرویوز اور کارگذاریاں شائع کرنے کے لئے، جو موصوف محترم کی دعوت سے متأثر ہوکر جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہورہے ہیں، جاری کئے ہیں۔ اللہ کے احسان اور اس کی توفیق کے نتیجہ میں شیخ کے دست حق پر اور آپ کے ذریعہ اسلام لانے والے خوش قسمت افراد کے ہاتھوں پر لاکھوں افراد مشرف باسلام ہوچکے ہیں، اور یہ خوش قسمت لوگ ہندوستان کے مختلف طبقات اور مختلف عمروں کے ہیں۔

بہت سے وہ افراد جنھیں اللہ تعالی نے ہدایت یاب فرمایا ہے اور ان کے قلوب کو نور اسلام سے منور فرمایا ہے، ان کے عجیب و غریب اور عبرت آموز قصے تاریکیوں سے روشنی کی طرف آنے اور گمراہی سے ہدایت پانے کے موصوف نے دو جلدوں میں شائع فرمائے ہیں، پھر عربی زبان میں منتقل شدہ انٹرویوز کو آپ کے فیض یافتہ اور داماد جناب ڈاکٹر محمد اویس صاحب نے ایک کتاب میں یکجا کرنے کا کام شروع کیا ہے، جو کہ حجم کے اعتبار سے مختصر ہے لیکن اس کی زبان سلیس ہے اور ترجمہ بامحاورہ ہے، اللہ تعالی ڈاکٹر محمد اویس صاحب کو نظر بد سے محفوظ رکھے اور مزید ہمت اور توفیق بخشے۔ انھوں نے مجھے پہلی جلد ہدیہ کی ہے، جو ۲۷۰ صفحات پر مشتمل ہے، اور جس میں کل بیس خوش قسمت حضرات و خواتین

کے انٹرویوز اور کارگذاریاں جمع کی گئی ہیں، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ برادرم محمد اویس صدیقی نانوتوی ایک جلیل القدر عالم دین، جناب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خاندان کے ایک فرد ہیں، مولانا قاسم نانوتویؒ اسلامی بیداری اور تعلیمات اسلام کے امام ہیں، اور آپ کی کوششوں کے نتیجہ میں ہی ایک عظیم الشان دارالعلوم موضع دیوبند میں قائم ہوا، پھر اس دارالعلوم کا فیض اولاً ہندوستان میں اور ثانیاً عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں پہنچا۔ اہل علم کے نزدیک دارالعلوم از ہر ہند کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی خاندانی طور پر صدیقی ہیں، آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق سے جاملتا ہے، زیر نظر کتاب ''ہبات من نسیم الہدایہ'' میں جو ایک خاص قسم کی حلاوت اور شیرینی ہے وہ بغیر اس کے مطالعہ سمجھ میں آنی مشکل ہے۔ اور اس کے تجرباتی مطالعہ کے لئے ایک لمبی مدت درکار ہے لیکن میں ذیل میں کچھ اہم اور قابل ذکر باتیں پیش کر رہا ہوں۔

۱) اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے قلوب کی زمین بالکل ہموار ہے، اور دلوں میں ہدایت کی طلب اور پیاس موجود ہے، اور دعوت کے لئے میدان بہت کشادہ ہے، لہٰذا مخلصین حضرات اس کوچہ دعوت میں آئیں اور اپنے اپنے جوہر دکھائیں، بقول شاعر:

راستے بند ہیں سب کوچہ دعوت کے سوا

۲) اس کتاب کے مطالعہ سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے، اور یہ

بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام بالکل فطری دین ہے، اس لئے اس کی دلیلیں بھی بالکل فطری ہیں، عقائد، عبادات اور اخلاق وغیرہ کے بیان میں اس کے لئے فلسفیانہ اور مناظرانہ انداز اور دلائل کی بالکل گنجائش نہیں ہے اور داعی اپنے مدعو کے دل کو دستک نہیں دے سکتا ہے، اور نہ اس کے قلب کے پردہ کو اٹھا سکتا ہے، مگر بالکل فطری انداز میں اور مسلسل لگن کے ساتھ۔ ایک عرصہ تک علماء اسلام اپنے ہمعصروں کے ساتھ اپنے فلسفیانہ اور مناظرانہ دلائل اور انداز کے ساتھ میدان دعوت میں مشغول ومصروف رہے۔

۳) کتاب پڑھ کر ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ داعی کے ساتھ ہمیشہ علم و حکمت کا توشہ رہنا چاہئے، تاکہ بوقت ضرورت داعی بحسن وخوبی میدان دعوت میں اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

۴) داعی بلکہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا کردار اسلامی اخلاق کی روشنی میں آراستہ کرے تاکہ وہ دوسروں کے لئے ایک عمدہ نمونہ ثابت ہوسکے، اور صرف قول ہی سے نہیں بلکہ اپنے حال سے بہترین داعی ثابت ہو۔

۵) درج بالا فوائد کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی کتاب کے مطالعہ سے اخذ ہوتی ہے کہ دعوت الی اللہ کے میدان میں کامیابی ایک God Gift (خدائی عطیہ ہے)، اور یہ بات فضیلۃ الشیخ مولانا محمد کلیم صدیقی دامت برکاتہم جیسے دعاۃ کی رہنمائی اور تجربہ سے بھی حاصل ہوسکتی ہے۔

اخیر میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میں ''ہبات من نسیم الہدایۃ'' کی

دوسری جلد کا ابھی سے منتظر ہوں، اس کے اندر ہماری عقلوں کے لئے غذا اور روح کی تسکین کا سامان موجود ہے۔ بفضلہ تعالیٰ یہ کتاب اسلام اور مسلمانوں کے لئے روشنی اور مستقبل کی بشارت دیتی ہے۔

محمد عوامه

مدینہ منورہ

۶/ رجب ۱۴۳۲ھ

تقریظ

حضرت مولانا وصی سلیمان صاحب ندوی زیدمجدہم
استاذ تفسیر و فقہ جامعہ الامام شاہ ولی اللہ و
ایڈیٹر ماہنامہ ارمغان، پھلت، مظفرنگر یوپی

دعوتِ دین مسلمانوں کی بنیادی ذمہ داری ہے، اسی عمل سے ان کی سربلندی اور سرفرازی رہی۔ اور اس کو ترک کرنے کی وجہ سے وہ خدا و خلق کی نگاہ میں بے اعتبار اور بے حیثیت ہوتے گئے، مسلمانوں کو موجودہ زمانہ میں جتنے مسائل درپیش ہیں اور ان کی انفرادی اور اجتماعی حیثیت کے لئے جو چیلنج موجود ہیں ان سب کا حل اور مشترک علاج کارِ دعوت سے عملاً وابستگی ہے، اسپین کے مسلمان دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے کس چیز میں پیچھے تھے؟ مال و دولت کی ان کے پاس کمی نہیں تھی علم و فن فلسفہ و سائنس میں دنیا کی پیشوائی کر رہے تھے، لیکن داعیانہ صفت کے فقدان کے بعد کوئی دنیاوی اور علمی ترقی ان کے قومی اور مذہبی وجود کی ضامن نہیں بن سکی۔

اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ وہ دنیا کے ہر خطّہ میں اپنے مذہب و عقیدہ اور تہذیبی و ثقافتی شناخت کے ساتھ باعزت زندگی گزاریں اور انہیں آبرومندانہ پھلنے پھولنے کے مواقع حاصل ہوں تو انہیں سب سے پہلے اس کارِ منصبی کی طرف پوری توجہ کرنی ہی پڑے گی، قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیتوں کے سیاق و سباق اسکے ظاہر و باطن اور بین السطور پر غور کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوتی ہے، يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ:۶۷)

اے رسول! جو کچھ تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچادو، اگر تم نے یہ نہ کیا تو تم نے کارِ رسالت کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ تم کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا، ماہنامہ ارمغان (پھلت ضلع مظفر نگر یوپی) جو ایک خالص دینی دعوتی رسالہ ہے اس کے مقاصد میں ابتدا ہی سے یہ جذبہ شامل ہے کہ خدا کے بندوں کو خدا سے ملانے اور بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے کے لئے ملت اسلامیہ کو آمادہ کیا جائے اور انہیں ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا جائے اس سلسلہ میں دینی دعوتی ذہن رکھنے والے اہل قلم خصوصاً داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب کی مختلف موضوعات کی دعوتی تحریروں کے ساتھ ''نسیم ہدایت کے جھونکے'' کے عنوان سے ہر ماہ اسلام قبول کرنے والی ایک خوش نصیب شخصیت کے انٹرویوز کا سلسلہ شروع کیا گیا الحمدللہ یہ سلسلہ توقع سے بڑھ کر کارآمد اور مفید ثابت ہوا اور اس نے ملک کی جامد فضا میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا، خصوصاً دعوت کی راہ کے مختلف مسائل کو سمجھنے اور اس سلسلہ کی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی راہ ہموار ہوئی اور بڑے پیمانے پر دعوتی ذہن سازی کا کام انجام پایا، ایک ارب سے زائد آبادی کے اس ملک میں جہاں تقریباً ہر پانچواں فرد مسلمان ہے اور خیر امت ہونے کے سبب داعی الی اللہ کے منصب پر فائز ہے، اتنی بڑی تعداد تک یہ پیغام پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ ہر صوبہ اور ہر شہر سے یہ آواز بلند ہو اور چراغ سے چراغ جلتے رہیں، مقامِ شکر ہے کہ ملک کے ایک ممتاز عالم و مصنف اور داعیٔ دین مفتی محمد روشن شاہ قاسمی نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور ان انٹرویوز کو نئی ترتیب و تزئین کے ساتھ پیش کر دیا موجودہ زمانہ میں دعوت کے لئے ماحول بہت سازگار ہے، پوری دنیا میں قبول اسلام کی لہر چل رہی ہے اور لوگ از خود اسلام کی خیر کی طرف لپک رہے ہیں اس لئے اگر تھوڑی سی دردمندی اور انسانیت کو دوزخ سے بچانے کی تڑپ اور فکر کے ساتھ دعوت پیش کی جائے تو

توقع سے بڑھ کر نتائج حاصل ہو سکتے ہیں، ان تمام انٹرویوز کا یہی مشترکہ پیغام ہے، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی اس دردمندانہ گفتگو پر یہ تحریر ختم کی جاتی ہے: کیا اسلام کے لئے اب بھی وقت نہیں آیا کہ وہ اقوام بھی دریوزہ گری چھوڑ کر اپنے روایتی استغناء اور غیرت مندی کی بنیادوں پر کھڑی ہوں اور اپنے اساسی مقصد (دعوت الی اللہ) کو سنبھالے جس سے اس کی حقیقی برتری کا جلوہ دنیا پھر ایک بار دیکھ لے جو صرف دعوتِ دین ہی کے راستہ سے نمایاں ہو سکتا ہے۔"

(دینی دعوت کے قرآنی اصول، مؤلفہ حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ ص:۱۶)

وصی سلیمان ندوی

۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ

تبصرہ: از حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہٗ
خلیفہ مجاز: حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ
داماد: حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ امیر جماعت تبلیغ
امین عام: جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی مدظلہٗ ناظم جامعہ امام ولی اللہ پھلت ،مظفر نگر ،کو حق تعالیٰ شانہٗ نے دین کی دعوت اور اسلام کے عالم گیر پیغام اخوت کو برادران وطن تک پہنچانے کے لئے ایک خاص سلیقہ اور مخصوص جذبہ عطا فرمایا ہے، چنانچہ اسلامی تعلیمات سے متأثر ہو کر کثرت کے ساتھ ان کے ذریعہ قبول اسلام کا سلسلہ رواں دواں ہے ،اور جس کے نتیجہ ہندوستان اور بیرون ہند میں تبلیغ اسلام کی ایک عظیم اور جدید تاریخ مرتب ہو رہی ہے ،حق تعالیٰ شانہٗ مولانا موصوف کی حفاظت فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔

پیش نظر کتاب ایسے ہی قبول اسلام کرنے والے نومسلم بھائیوں کی کہانی ہے جو خود انہی کی زبانی انٹرویو کے طور پر مرتب کی گئی ہے ،مولانا مفتی محمد روشن شاہ قاسمی ،اوکلہ ،مہاراشٹر ،اس کتاب کے مرتب ہیں، کتاب اپنے مضامین کی اثر انگیزی اور دین کے خاطر جان و مال ،عزت و آبرو کی قربانی دینے والوں کے عبرت انگیز حالات کی وجہ سے اس درجہ تاثیر اور کشش اپنے اپنے اندر رکھتی ہے، کہ مختصر سے مختصر عرصہ میں اس کے متعدد ایڈیشن (ہندوستان و بیرون ہند) سے شائع ہوئے ،جب کہ حال ہی میں اس کا جدید ایڈیشن کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مبارک شاہ سہارنپور سے بھی شائع ہو کر آچکا ہے، کتاب چھ حصوں پر مشتمل ہے اور اس میں ۱۰۸ ربرادران وطن کے قبولیت اسلام کی تاریخ اور حیرت انگیز داستان آگئی ہے، خدا کرے یہ سلسلہ دراز تر ہو اور اس مبارک جدوجہد کے ثمرات کی مزید تاریخ اور داستان امت مسلمہ کو پڑھنے بلکہ نصیحت اور اثر پذیری کے لئے ملتی رہے۔

(ماہنامہ یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور جون، جولائی ۲۰۱۰ء)

نسیم ہدایت کے جھونکے پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے مفتی،
حضرت مولانا مفتی محمد شعیب صاحب مدظلہ کا تبصرہ

مذکورہ کتاب کوئی مستقل تصنیف وتالیف تو نہیں مگر اپنی افادیت اور اثر آفرینی کی باعث مستقل تصنیف وتالیف سے بڑھ کر ہے در اصل یہ کتاب ان نومسلم بھائیوں کی داستانِ حیات ہے جنہوں نے کفر وشرک سے بیزار ہو کر بالواسطہ یا بلاواسطہ داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب دامت برکاتہم کے دست حق پرست پر کفر وشرک سے توبہ کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ بلکہ ان میں سے بہت سے لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے حالت کفر میں مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے ہراول دستہ کی قیادت کی اور اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے اس میں جی جان سے لگے تاکہ ان کی آتما (روح) کو سکون وچین ملے مگر انہیں سکون کے بجائے بے سکونی، بے چینی، ڈر اور خوف ملا۔ اور بالآخر انہیں چین وسکون اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں میں نصیب ہوا اور پھر اسلام لانے کی پاداش میں ہر تکلیف کو برداشت کیا مگر کوئی تکلیف بھی ان کے پاؤں کو متزلزل نہیں کر سکی۔ درحقیقت ان نومسلم بھائیوں کی یہ داستانِ ایمان ہم جیسے خاندانی مسلمانوں کو خواب غفلت سے جھنجھوڑتی اور ہماری حقیقت کو آئینہ دکھاتی ہے اور بلاشبہ بعض مرتبہ اپنے اوپر شک گذرنے لگتا ہے کہ ہم مسلمان بھی ہیں یا نہیں۔

اس لئے کتاب کی خوبیوں کا اندازہ تو صرف پڑھنے ہی سے ہوگا کتاب ہر خاص وعام کے پڑھنے کی ہے خصوصاً دعوتی کام کرنے والوں کے لئے تو بہت ہی اہم ہے کیونکہ اس سے نیا عزم وحوصلہ ملے گا نئی راہیں کھلیں گی اور دعوتی کام میں آنے والی ہر تکلیف کو برداشت کرنا آسان ہو جائے گا۔

(ماخوذ از ماہنامہ مظاہر علوم جنوری ۲۰۱۰ء ص ۴۷)

آغازِ سخن

آیئے عہدِ وفا تازہ کریں

زمین و آسمان کے مالک جس نے اس پوری کائنات کو اپنے حکم سے پیدا فرمایا اس کو خوبصورتی عطا کی اور اپنی انگنت مخلوقات سے اس کو آباد کیا، اس نے اس پوری کائنات کو اپنے تعارف، پہچان اور شناخت کا ذریعہ بنا دیا، اسی نے اس کی حکمرانی، پاسبانی اور نگرانی کے بطور انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اس عالم میں اپنا نائب بنایا، اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (ترجمہ: میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں) اور حضرت انسان کی رہنمائی اور رہبری اور رشد و ہدایت کی راہ پر لانے کے لئے نبیوں کا ایک طویل سلسلہ جاری فرمایا جو حضرت آدمؑ سے شروع ہو کر جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر آکر ختم ہوا تاکہ یہ انسان وہ عہد الست بھول نہ جائے جو اس نے عالم بالا میں اپنے پروردگار سے کیا تھا، اللہ کے یہ برگزیدہ بندے اپنے اپنے دور میں قوموں، قبیلوں اور خاندانوں میں بھیجے گئے اور دین کا، ایمان کا، اخلاق کا، انسانیت کا سبق بھٹکے ہوئے انسانوں کو دیتے رہے اور اخیر میں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ اس کارزار عالم میں اس سلسلہ کی آخری کڑی بن کر تشریف لائے اور دنیا کے باطل ایوانوں میں توحید خداوندی کی ایک پراثر آواز سے لرزہ پیدا کر دیا اور انسان کو انسانیت کا وہ سبق جو اس نے بھلا دیا تھا پوری قوت، طاقت، ہمت اور قربانی کے ساتھ یاد دلایا آپ ﷺ کی یہ آواز کہ ''اے لوگو لا الٰہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے'' مکہ کے ایک بنجر پہاڑ کی چوٹی سے بلند ہوئی اور پورے عالم میں پھیل گئی آپ ﷺ اپنے ساتھ خدا کی طرف سے ایسا دستور العمل اور قانون و شریعت لیکر آئے جو انسانی فطرت کا ہمراز اور دم ساز تھا زمین و آسمان نے کبھی اتنے موثر اور ہمہ گیر قانون کا تجربہ نہیں کیا تھا، لہٰذا باطل کے

سارے نظام ان کے نظام کے سامنے فیل ہو گئے اور قرآنی تعلیمات، اس کی آیات اور نشانات کے ذریعے انسان نے انسانیت کا ایسا سویرا دیکھا جس میں ساری تاریکیاں کافور ہو گئیں۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ (سورہ الصف آیت:۹) ترجمہ: وہی ہے جس نے ہدایت اور سچا دین دیکر اپنے رسول ﷺ کو بھیجا تاکہ دین کے تمام بناوٹی شکلوں پر اس سچے دین کو غالب کر دے چاہے مشرک لوگ کتنا ہی برا مانتے رہ جائیں' یہ لازوال ابدی ہدایت کا سرچشمہ وہ قرآن مجید ہے جس کے بارے میں خود اس کے بھیجنے والے نے یہ کہا "یہ ایک پیغام ہے تمام انسانوں کے لئے اور یہ بھیجا گیا اس لئے کہ ان کو اس کے ذریعے خبردار کیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے۔"

محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے صرف رہبر انسانیت ہی بنا کر نہیں بھیجا بلکہ ان کو شرافت اور زندگی کے لئے صلاح وفلاح اور صفات حسنہ کا نمونہ بھی بنا کر بھیجا مزید یہ کہ انسانیت کو راہ راست اور معیار اعلیٰ پر لانے کے لئے ایسی کاوش کے ساتھ بھیجا جس سے انسانوں کو جانوروں جیسی بے مہار زندگی سے نکل کر خیر و کامیابی کی زندگی میں داخل ہونے کی راہ ملی، رب العالمین نے اسی بنیاد پر ان کو رحمت للعالمینی کی صفت عطا فرمائی، وہ امت جس کی طرف آپ بھیجے گئے اس کو بھی دعوت الی اللہ اور کلمہ توحید کو عام کرنے کے لئے ایسے مکلف بنایا گیا کہ جس کے کرنے پر ہی اسکی خیر وفلاح اور کامیابی وکامرانی کو مقدر کیا گیا، کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ... الخ، لہٰذا تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ امت نے جب جب دعوت کی ذمہ داری کو پورا کیا وہ کامیاب رہی اور جب جب اس فریضہ سے غافل ہوئی امت ذلت ورسوائی سے دوچار ہوئی، انفرادی اعتبار سے ہو یا اجتماعی اعتبار سے جب جب پیاسی قوموں تک حق وصداقت کی بات اور کلمہ توحید کی دعوت پیش کی گئی، ایمان واسلام کی بارشیں برسیں، نسیم ہدایت کے جھونکے چلے اور اس کے دامن میں سلگتی، سسکتی، تڑپتی،

کراہتی انسانیت نے راحت و آرام چین وسکون اور اطمینان کی سانس لی آج کے اس پر آشوب دور میں بھی الحمد للہ جو لوگ اس فرض منصبی کو ادا کرنے میں سرفروشانہ جدوجہد کر رہے ہیں، خداوند عالم اپنے فضل اور ان کی محنتوں سے بھٹکتے انسانوں کو جادہ حق وصراط مستقیم سے ہم کنار کر رہا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کی تڑپ کڑھن سوز و اضطراب اور ان کا درد لے کر پوری انسانیت کو مخلوق پرستی کی لعنت سے نکال کر خالق سے جوڑنے اور کفر اور شرک کی بھول بھلیوں سے نکال کر توحید کی شاہ راہ پر لانے کی کوشش کریں، اسی کے ساتھ یہ موازنہ بھی کریں کہ اس فرض منصبی کو ادا کرنے میں ہم کہاں تک اپنی ذمہ داریوں کو نبھا رہے ہیں، اور جو واقعات آپ ﷺ کی زندگی میں پیش آئے ہمیں ان سے کہاں تک مناسبت ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے اس ذمہ داری کو پس پشت ڈال دیا کہیں ایسا تو نہیں کہ دھکے کھا کھا کر جس پیغام کو رسول اللہ ﷺ نے ہم تک پہنچایا تھا اسے ہم دھکے دے دے کر اپنے گھروں سے نکال رہے ہیں کیا کسی کو کفر وشرک کی حالت میں دیکھ کر ہمارا دل بے چین ہوتا ہے، کیا کسی کو کفر کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے دیکھ کر ہماری آنکھیں نم ہوتی ہیں، کیا طائف کے واقعہ کی کوئی جھلک ہماری زندگی میں پیش آئی کیا خواب میں بھی دعوت کے لئے کسی گھاٹی میں نظر بندی کی سعادت ہمیں نصیب ہوئی ہے، پھر ہم کیسے آپ کے امتی ہیں امت کے کندھوں پر ڈالی گئی ان آفاقی ذمہ داریوں کا تقاضہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اسوہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے فرض منصبی کو سمجھیں اور ایک لمحہ ضائع کئے بغیر دعوت الی الایمان کے لئے متحرک ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو وفا کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں اور امت کی زبوں حالی پستی وذلت کا علاج اسی نسخۂ شفاء سے کریں جسے رسول اللہ ﷺ نے امت کے ہر فرد کے ہاتھوں میں دیا تھا، اللہ ہم سب کو اپنا فرض منصبی ادا کرنے کی توفیق دے۔

محمد روشن شاہ قاسمی

انتہائی ایذا رسانی کے باوجود حضرت داعی اسلام کی شفقت

(۸۴) مزمل بھائی ﴿سوہن دیر﴾ سے ایک ملاقات

اقتباس

بس حضرت کی بات ہی میں کہوں گا کہ ہر مسلمان ایک داعی ہے اور داعی ایک طبیب ہے، کسی مریض سے آخرت سانس تک مایوس ہونا یا مرض کے برا ہونے کی وجہ سے مریض کو اپنے در سے دھتکارنا اصول طب کے خلاف ہے ،ہر انسان اللہ کی بنائی ہوئی شاہکار مخلوق ہے اس کو احسن تقویم پر اللہ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، اس سے مایوس نہیں ہونا چاہئے ،بس اس کے لئے دل میں درد رکھ کر اس کی اصلاح اور اسے دعوت دینے کی فکر رکھنی چاہئے ،شاید مجھ سے زیادہ برا انسان تو اللہ کی زمین میں کوئی اور ہو؟ جب میں اپنے لئے انسان بننے کا رادہ کرکے یہاں تک آسکتا ہوں تو کسی سے بھی مایوس ہونے کی کیا وجہ ہے۔

سوال : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال : مزمل بھائی آپ کا نمبر بھی آہی گیا؟

جواب : جی احمد بھائی، میں نے آپ سے کتنی بار کہا کہ میرا انٹرویو بھی لے لو۔

سوال : تمہارا حال تمہیں خود معلوم ہے کیسا تھا، کیا وہ اس لائق تھا کہ اسے چھپوایا جائے، وہ تو ایسا حال تھا اسے چھپایا جائے بس پھر یہ بات بھی تھی کہ ابی جس کے بارے

ہیں فرماتے ہیں میں ان سے ہی بات کرتا ہوں، میں نے ابی سے تمہاری بات کہی تھی، تو ابی کہتے تھے ذرا انتظار کرلو اس کا حال ذرا اس لائق ہونے دو۔

جواب: مشہور ہے کہ بارہ برس میں کوڑی کے دن بھی بحال ہو جاتے ہیں، احمد بھائی مجھے بارہ برس اسلام قبول کئے ہوئے ہو گئے بلکہ اگر میں کہوں کہ اسلام قبول کرنے کا ڈھونگ بھرے ہوئے، تو یہ بھی صحیح ہے۔

سوال: مزمل واقعی ہم پر تمہارا احسان ہے کہ تمہاری وجہ سے ہم نے ابی کو پہچانا اور ہمیں معلوم ہوا کہ کسی کو برداشت کرنا اور صبر کرنا کس کو کہتے ہیں، ورنہ اچھے اچھے ہمت ہار جاتے ہیں؟

جواب: احمد بھائی آپ حضرت کے گھر میں سب سے نرم، برداشت کرنے والے اور رحم دل ہیں، آپ نے بھی مجھے دو دفعہ پھلت سے بھگایا، لیکن حضرت دونوں دفعہ مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا کر ساتھ لے آئے۔

سوال: اچھا اب ڈیڑھ سال سے تم نے کوئی ڈرامہ نہیں کیا، کہتے ہیں چور چوری سے جائے، ہیرا پھیری سے نہیں جاتا، تو کیا اب تمہارے دل میں پرانی حرکتیں کرنے کی بات نہیں آتی۔

جواب: الحمدللہ میرے اللہ کا کرم ہے (روتے ہوئے) اب کچھ بھی نہیں آتی۔

سوال: تمہیں کلمہ پڑھے ہوئے کتنے دن ہوئے؟

جواب: کون سا والا کلمہ پڑھے ہوئے، میں نے تو بیسوں بار کلمہ پڑھا ہے۔

سوال: تم نے اسلام قبول کرنے کے لئے کلمہ کب پڑھا؟

جواب: مولوی احمد! میں نے ہر دفعہ اسلام قبول کرنے کے لئے کہہ کر کلمہ پڑھا، سب سے پہلا ڈرامہ میں نے ۹/ جون ۱۹۹۸ء میں کلمہ پڑھنے کا کیا تھا، جب تھانہ بھون کے

ایک بڑے آدمی چودھری صاحب مجھے حضرت کی خدمت میں لے کر آئے تھے، اس کے بعد میں ضرورت کے لحاظ سے بار بار کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا ڈرامہ کرتا رہا، لیکن ۳؍مارچ ۲۰۰۹ء کو مجھے حضرت نے جامع مسجد پھلت میں دس بج کر بائیس منٹ پر کلمہ پڑھوایا تھا اس کے بعد سے کوشش کرتا ہوں کہ اس پر جما رہوں، ہمارے حضرت کہتے ہیں کہ مجھے ہر وقت ڈر رہتا ہے کہ ایمان رہا کہ نہیں، اس خوف سے مغرب کے بعد اور فجر کے بعد ایک دفعہ روزانہ ایمان قبول کرنے کے لئے کلمہ پڑھتا ہوں، آپ نے تو سنا ہوگا، کوئی نو مسلم آکر کہتا ہے کہ میں نو مسلم ہوں، حضرت معلوم کرتے ہیں کب مسلمان ہوئے؟ تو وہ بتاتا ہے کہ دو مہینے ہو گئے، دو سال ہو گئے۔ حضرت کہتے ہیں کہ آپ تو مجھ سے پرانے مسلمان ہو میں نے ابھی فجر کے بعد اسلام قبول کیا ہے یا مغرب کے بعد، حضرت تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر بچہ سچے نبی ﷺ کی سچی خبر کے مطابق مسلمان پیدا ہوتا ہے، تو اب آپ نو مسلم کہاں ہوئے آپ تو پیدائشی مسلمان ہیں، الحمد للہ ۹؍جون سے روزانہ صبح و شام ایمان کی تجدید کرتا ہوں دن رات میں کبھی کبھی درمیان میں بھی کلمہ پڑھ لیتا ہوں کہ شاید ابھی موت کا وقت قریب ہو۔

سوال : آج کل تم کہاں رہ رہے ہو؟

جواب : میں آج کل حضرت کے حکم سے سہارن پور کے ایک مدرسہ میں پڑھ رہا ہوں، یہ تو آپ کے علم میں ہے کہ میں اگست ۲۰۰۹ء میں چار مہینے جماعت میں لگا کر آیا، اور قرآن شریف ناظرہ اور حفظ سات مہینے میں مکمل کیا، ۵؍اپریل ۲۰۱۰ء کو میرے حضرت ہمارے مدرسہ میں تشریف لائے، میرے ختم قرآن کی دعا ہوئی، حضرت پر اس قدر رقت طاری تھی کہ تقریر کرنا مشکل ہو گیا اور چالیس منٹ کی دعا کرائی، سارا مجمع روتا رہا، حضرت نے پروگرام کے بعد کھانا کھاتے ہوئے یہ بات کہی کہ آج مجھے مزمل کے حفظ کی جتنی خوشی

ہوئی اگر اللہ نے بخش دیا اور جنت میں جاتا ہوا تو شاید اتنی خوشی بس اس روز ہوگی، اس کے بعد میں نے دَور کیا اور الحمد للہ میں نے جماعت میں عادل آباد میں وقت لگایا، اور ساتھیوں کو قرآن شریف سنایا، اس سال الحمد للہ عربی پڑھنی شروع کردی ہے، میں نے حضرت سے وعدہ کیا ہے کہ انشاء اللہ جلد حضرت کو عالمیت کی سند دکھانی ہے، ثم انشاء اللہ۔

سوال: قرآن مجید تو آپ کا بالکل پکا ہوگیا ہے، مگر آپ نے بڑی عمر میں حفظ کیا ہے اس لئے یاد کرتے رہنا چاہئے؟

جواب: حضرت سے میں نے معلوم کیا تھا کہ ہمارے نبی ﷺ کا کتنا قرآن پڑھنے کا معمول تھا تو حضرت نے بتایا کہ ایک منزل روزانہ، اور بہت سے صحابہ کرام کا ابھی آپ ﷺ کی اتباع میں اس معمول کا ذکر آتا ہے، میں نے عید کے بعد سے تہجد میں ایک منزل پڑھنا شروع کیا ہے، چند دنوں کے علاوہ جب مجھے ڈینگو ہوگیا تھا الحمد للہ ابھی تک ناغہ نہیں ہوا ہمارے مدرسہ میں صفر گھنٹے میں ترجمہ قرآن پڑھایا جاتا ہے، الحمد للہ مجھے خاصا قرآن سمجھ میں آنے لگا ہے، کبھی کبھی بہت ہی مزا آتا ہے۔

سوال: شروع میں جب ۱۹۹۸ء میں تم نے کلمہ پڑھا تھا تو اس وقت تمہارا ارادہ مسلمان ہونے کا تھا کہ نہیں؟

جواب: اصل میں آپ کو معلوم ہے، میں تھانہ بھون کے قریب ایک بھنگی خاندان میں پیدا ہوا، ہمارے خاندان والے گاؤں کے چودھریوں کے یہاں صفائی وغیرہ کرتے تھے، میرے پتاجی دسویں کلاس تک پڑھے ہوئے تھے، اور سوسائٹی میں ملازم ہوگئے تھے، میری ماں بھی پڑھی لکھی ہیں، وہ ایک پرائمری اسکول میں ٹیچر ہیں انھوں نے ہی مجھے پڑھایا، میں بہت ذہین تھا، ہائی اسکول میں فرسٹ ڈویزن پاس ہوا، گیارہویں کلاس میں پہلے مجھے شراب کی لت لگی پھر اور دوسرے خطرناک نشوں کا عادی ہوگیا، اور اس طرح کے

لڑکوں کے ساتھ بری سنگتی (صحبت) ہوگئی، ان میں ایک دو مسلمان بھی تھے، انٹر پاس کر کے میری ماں مجھے ڈاکٹر بنانا چاہتی تھیں، مگر میں آوارہ لڑکوں کے ساتھ لگ گیا، کچھ رفتار میں ایسی تیزی تھی کہ جدھر جاتا آگے نکل جاتا تھا، تھانہ بھون میں ایک گوجر زمین دار کے بیٹے کے ساتھ میرے تعلقات بڑھے جو نشہ کی وجہ سے بنے تھے، ان کے یہاں حضرت ایک بار ناشتہ کے لئے آئے تھے، میں وہاں موجود تھا، حضرت سے چودھری صاحب کے بڑے بیٹے نے میری ملاقات کرائی، تو حضرت نے ان کے بیٹے جو میرے ساتھی تھے الطاف سے کہا کہ اپنے دوست کی خبر لو ورنہ یہ تمہیں دوزخ میں پکڑ کرلے جائے گا، الطاف کے بڑے بھائی نے مجھ سے کہا: سوہن ویر کب تک تو اچھوت رہے گا مسلمان ہو جا، میں نے کہا اگر میں مسلمان ہو جاؤں گا تو مسلمانوں میں میری شادی ہو جائے گی؟ اس نے کہا: ہو جائے گی، میں نے سوچا: چلو دیکھتے ہیں، ایک دفعہ مسلمان ہو کر دیکھتے ہیں، اگر جچے گا تو اچھا ہے ورنہ پھر گھر آجاؤں گا، میرے پتاجی (والد) کا تو شراب کی لت میں ۴۵ رسال کی عمر میں انتقال ہوگیا تھا، میری ماں میری وجہ سے بہت پریشان رہتی تھی، الطاف کے بڑے بھائی مسرور مجھے لے کر پھلت پہنچے، حضرت نے مجھے کلمہ پڑھوایا، میرٹھ بھیج کر میرے کاغذ بنوائے اور مجھے جماعت کے لئے دہلی مرکز بھیج دیا گیا، ہماری جماعت بھوپال گئی، حضرت نے یہ کہہ کر پیسے ابا الیاس سے دلوائے کہ یہ قرض ہے، جماعت سے واپس آکر تم کام پر لگو گے تو واپس کرنے ہیں، جب یہ جیب خرچ ختم ہوگیا تو میں نے امیر صاحب سے کہا کہ میں نے گھر فون کیا تھا، میری ماں بہت بیمار ہے مجھے بلایا ہے، امیر صاحب سے سترہ سو روپئے لے کر میں جماعت سے واپس آگیا، سترہ سو روپئے شراب اور گولیوں وغیرہ میں خرچ کئے اور تھانہ بھون پہنچا، وہاں لوگوں سے کہا کہ جماعت سے مجھے امیر صاحب نے بھگا دیا کہ تم نومسلم ہو ہمیں مرواؤ گے کیا؟ تمہارے گھر والے ہمارے سر ہو جائیں گے، یہ

کہا اور مجھے بھگا دیا، مجھے کرایہ کے پیسے بھی نہیں دے، الطاف نے حضرت کو فون کیا حضرت نے کہا کہ ہم معلوم کریں گے، ایسا نہیں ہو سکتا، پھر بھی اگر کوئی جماعت علاقہ میں کام کر رہی ہو، اس میں جوڑ دیں، انھوں نے تھانہ بھون مرکز جا کر معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ کیرانہ کے علاقہ میں ایک اچھی جماعت کام کر رہی ہے، مجھے جماعت کے ایک ساتھی لے کر کیرانہ جا کر دوسری جماعت میں جوڑ کر چلے آئے، جماعت میں امیر صاحب نے خرچ کی رقم امانت کے طور پر ایک ماسٹر صاحب کے پاس رکھ دی تھی، تین روز تو میں ہمت کر کے جماعت میں رہا، مگر میرے لئے مشکل تھا کہ میں اتنی محنت کروں، میں نے رات ماسٹر صاحب کے جواہر کٹ سے پیسے نکالے اور فرار ہو گیا، جب تک پیسے رہے تفریح کرتا رہا اور پھر پھلت پہنچا، حضرت سے بڑی مشکل سے وقت لے کر تنہائی میں ملاقات کی، حضرت سے معافی مانگی اور کہا کہ پہلے میری شادی کرا دیں، حضرت نے مجھے سمجھایا کہ جب تک تم اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہو گے کون اپنی لڑکی دے گا، تم خود سوچو، اگر تمہاری کوئی بیٹی ہو تو تم بے روزگار لڑکے سے شادی کیسے کرو گے؟ کچھ صبر کرو، اپنے حال کو بناؤ، دیکھو تمہاری زندگی کا یہ اہم موڑ ہے، ہمیں تم سے صرف تمہارے مستقبل کے لئے تعلق ہے، تم اچھی زندگی گذارو گے تو خوشی ہوگی، مجھے بہت سمجھایا مگر میری سمجھ میں بات نہ آئی ، واپس آیا اور دینک جاگرن کے دفتر میں کھتولی جا کر ایک خبر بنوائی: ''شادی کا وعدہ پورا نہ ہونے پر ہندو جوان نے اسلام لوٹایا'' اور اسلام قبول کرنے کا سرٹیفکٹ ایک لڑکے کے ہاتھ حضرت کے پاس بھجوا دیا اور حضرت سے کہلوا دیا کہ اسلام مجھے نہیں چاہئے گھر واپس چلا گیا، ماں مجھے دیکھ کر بہت ناراض ہوئی، لیکن جب میں نے دینک جاگرن دکھایا کہ اسلام چھوڑ کر آیا ہوں تو بہت خوش ہوئی۔ گھر رہ کر پھر وہی کام ماں کو لوٹنا، شروع میں ماں جھیلتی رہی مگر ایک روز جب میں نے زیادہ نشہ کر کے گاؤں کے ایک لڑکے سے لڑائی کی تو

وہ بہت پریشان ہوگئی اور بولی بس سوہن مجھے ایسے بیٹے سے اچھا ہے کہ میں بغیر بیٹے کے رہوں، اور میرے گھر سے منھ کالا کر کے مجھے نکال دیا، ایک دو روز میں گھر سے اِدھر اُدھر رہا، مجھے کہیں ٹھکانہ نہیں ملا تو میں نے ہمت کر کے حضرت کو فون کیا، اتفاق سے فون مل گیا، حضرت نے کہا: ہمارا بھگوڑا کون ہوتا، میرا بیٹا مزمل بول رہا ہے، حضرت نے پوچھا: کہاں ہو؟ میں نے کہا: مظفر نگر، حضرت نے کہا: پھلت آجاؤ، ملاقات پر بات ہوگی، میں نے کہا پھلت میں مجھے کون آنے دے گا، حضرت نے گلے لگایا، رات کو دیر تک سمجھاتے رہے، اور بولے بیٹا جو کچھ تم اچھا برا کر رہے ہو اپنے ساتھ کر رہے ہو، تم ہمیں ستر بار دھوکہ دو گے ہم فخر کے ساتھ دھوکہ کھائیں گے، اور حضرت عمرؓ کا واقعہ سنایا، حضرت عمر فرماتے تھے دین کے نام پر کوئی ہمیں دھوکہ دے گا تو ہم ستر مرتبہ فخر سے دھوکہ کھائیں گے، مجھے زور دیتے رہے کہ تم جماعت میں ایک پورا چلہ لگالو، میں نے آمادگی ظاہر کی، میرے کاغذات تلاش کرائے تو نہیں مل سکے، دوبارہ میرٹھ بھیج کر کاغذات بنوائے اور مجھے مرکز نظام الدین بھیج دیا گیا، اس بار ایک جاننے والے ساتھی کو سمجھا کر میرے ساتھ کیا، جماعت میں میرا وقت متھرا میں لگا، نشہ کی عادت میرے لئے بہت بڑا مسئلہ تھا، میں بہت ہمت کرتا تھا مگر رکا نہیں جاتا تھا، دوبار میں نے باہر جا کر شراب پی لی، امیر صاحب نے حضرت کو فون کیا، حضرت نے ایک صاحب کو مظفر نگر سے نشہ چھڑانے کی دوا لے کر بھیجا، اس کو کھانے سے نشہ کا مسئلہ حل ہوگیا، مگر اپنی آزاد طبیعت کی وجہ سے پورے چلہ میں نے ساتھیوں کی ناک میں دم کر رکھا، مگر امیر صاحب حضرت کے ایک مرید تھے، ان سے حضرت نے کہہ دیا تھا، اگر آپ نے مزمل کا چلہ پورا لگوا دیا تو آپ کو داعی سمجھیں گے ورنہ آپ فیل ہو جائیں گے، انھوں نے لوہے کے چنے چبائے مگر جماعت سے واپس نہیں کیا، چونکہ میرا ذہن بہت اچھا تھا، بالکل نہ کرنے کے بعد بھی میں نے نماز مکمل مع نماز

جنازہ کے یاد کرلی، اور کھانے کے، سونے کے آداب مختلف دعائیں یاد کرلیں، چلہ لگا کر آیا تو حضرت بہت خوش ہوئے، امیر صاحب کو بہت مبارک باد دی اور مجھے دہلی میں ایک جاننے والے کے یہاں نوکری پر لگوا دیا، چار ہزار روپے ماہانہ اور کھانا رہنا طے ہوا، ریسپشن ڈیوٹی تھی، وہاں پر ایک لڑکی سے میرے تعلقات ہوگئے، اور میں اسے لے کر فرار ہو گیا، لڑکی کے گھر والوں نے کمپنی کے مالک اور میرے خلاف ایف آئی کر دی، سب کو پریشان ہونا تھا، حضرت نے کسی طرح افسروں سے سفارش کر کے کیس کو ڈیل کیا، لڑکی ایک برہمن کی تھی، میں نے اسے کلمہ پڑھوایا اور الٰہ آباد لے جا کر قانونی کاروائی کروائی، کمپنی میں تین اور نو مسلم کام کرتے تھے، کمپنی والوں نے حضرت سے کہا کہ ان کو بھی کہیں اور کام پر لگا دو، حضرت نے کہا ان کو رزق دینے والے اللہ ہیں، آپ جیسے کتنے لوگوں کو اللہ نے ان کی خدمت کیلئے مالدار بنایا ہے، حضرت ان تینوں کو لے کر آگئے اور اسی دن کوشش کر کے ان تینوں کو کام پر لگوا دیا، میری یہ شادی زیادہ دن نہیں چل سکی اور میں نے اس لڑکی کو چھ مہینے بعد طلاق دے دی۔

سوال : ان دنوں آپ کہاں رہے ہے؟

جواب : میں نے حضرت کا نام لے کر کان پور میں ایک صاحب کو اپنا باپ بنا لیا تھا اور ان کے یہاں ہم دونوں رہے۔

سوال : انھوں نے ایسے میں تمہیں رکھ لیا؟

جواب : میں حضرت کے تعلق کے لوگوں کو نگاہ میں رکھتا تھا، حضرت سے کوئی ملنے آیا فوراً نمبر لے لیا، ایک دو فون خیریت اور دعا کے لئے کرتا تھا، حضرت بھی بیٹا بیٹا ان کے سامنے کرتے تھے، لوگ سمجھتے کہ یہ حضرت کا بہت خاص ہے، بس میرا کام نکلتا رہتا تھا۔

سوال : اس طرح اندازاً تم نے کتنے لوگوں سے پیسے اینٹھے ہوں گے؟

جواب: لاکھوں روپئے میں نے حضرت کے تعلق سے لوگوں سے وصول کئے اور سیکڑوں ایسے لوگ ہوں گے جن سے میں نے فائدہ بلکہ حقیقت میں نقصان اٹھایا، دسیوں معاملے تو آپ کے سامنے بھی آئے، دوبار آپ نے، ایک بار شعیب بھائی نے مجھے پھلت سے بھگا دیا، آپ نے تو وارننگ دی تھی کہ آج کے بعد تمہیں پھلت میں دیکھا تو اپنی موجودگی میں منھ کالا کر کے نکال دوں گا۔

سوال: اس لڑکی کا کیا ہوا؟

جواب: اس کا اسلامی نام میں نے آمنہ رکھا تھا، گھر والے اسے مارنا چاہتے تھے، طلاق کے بعد اس کے لئے پھلت کے علاوہ کوئی جگہ نہیں تھی، حضرت کے پاس وہ پہنچی، حضرت نے اس کو میرٹھ کے کسی مدرسہ میں بھیجا، کچھ روز پڑھایا، عدت کا وقت گذرنے کے بعد غازی آباد کے ایک جاننے والے کے بیٹے سے اس کی شادی کر دی۔

سوال: اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب: مجھ پر ایک بہت شاطر شیطان سوار تھا، روز روز نئے کھیل بجھاتا تھا، میں نے حضرت سے کچھ بڑی رقم اینٹھنے کی سوچی، میں نے مظفر نگر انٹلی جینس کے دفتر میں رابطہ شروع کیا اور وہاں ایک راجپوت انسپکٹر سے دوستی کر لی اور کہا کہ پھلت میں بدلوانے کا کام ہوتا ہے بڑی رقم ان کے پاس باہر سے آتی ہے۔

سوال: کیا تم سمجھتے ہو کہ ایسا ہے؟

جواب: مجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت کا مزاج تو یہاں کے لوگوں سے بھی چندہ کرنے کا نہیں ہے، بس ویسے ہی شیطانی میں میں نے ایسا کہا، میں نے کہا کہ میں وہاں سے آپ کو بڑی رقم دلوا سکتا ہوں، مگر اس میں سے 25% مجھے دینا ہوگا، وہ تیار ہو گئے انھوں نے ایک آئی بی کارکن کو جس کا پاؤں ایک حادثہ میں کٹ گیا تھا، میرے ساتھ بھیجا، اور ایک اور

ساتھی کو ساتھ لیا، میں تو راستہ میں رک گیا اور ان کو وہاں بھیج دیا، ابا الیاس صاحب اور ماسٹر اکرم کا پتہ بتا دیا، وہ دونوں پھلت پہنچے کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں، حضرت تو نہیں ملے، ماسٹر اکرم کے پاس گئے، ان سے باتیں ہوئیں، انھوں نے مولانا عمر صاحب سے ان کو ملوایا، محمود بھائی بھی آگئے، انھوں نے ان کو اسلام کا تعارف کروایا اور بتایا کہ ہم لوگ تو پیسے لے کر مسلمان کرتے ہیں، ہم تو کلمہ پڑھوا کر اسلام دیتے ہیں، اس کے لئے کوئی رقم دینے یا شادی وغیرہ کا کیا تک ہے، ہمارے یہاں تو اگر آپ سرٹیفکٹ لیں گے تو پانچ سو روپے فیس ہے، وہ دینی پڑے گی، ہم آپ کو مدرسہ کی رسید دیں گے، یہ لوگ اور بخشیں کرتے رہے، وہاں پر کچھ ملا نہیں تو مایوس ہو کر واپس آئے، مجھ پر بہت برسے، وہاں سے ''آپ کی امانت'' لے کر آئے، اس کو پڑھ کر بہت متأثر تھے، میں نے کہا اتنی آسانی سے بات بننے والی نہیں وہ میرے اصرار پر دو تین مرتبہ گئے، کچھ ہاتھ نہیں آیا انھوں نے مجھے دھمکایا کہ تمھارے خلاف مقدمہ بنا دیں گے، میں مایوس واپس آیا، پھر میں نے بجرنگ دل اور شیو سینا والوں کو بھڑکانے کی کوشش کی، شیو سینا والوں نے پھلت کہلوایا بھی کہ پھلت والے یہ دھرم بدلوانے کا کام یا تو بند کر دیں ورنہ ہم انتظام کریں گے، حضرت نے ان کے پاس ساتھیوں کو بھیجا، اور ان سے کام کا تعارف کرایا اور دفتر والوں سے پھلت آنے کو کہا، باری باری وہ لوگ آتے رہے اور پھر معاملہ ٹھنڈا ہو گیا۔

سوال: اس کے بعد ایک بار پور قاضی میں بھی تو تم نے شادی کی تھی؟

جواب: حضرت کے تعلق کے ایک قاضی جی سے میں نے بہت رو رو کر اپنا حال سنایا اور ان سے کہا کہ میں نے حضرت کو بار بار نہ چاہتے ہوئے بھی دھوکہ دیا، اب میں اس وقت تک حضرت کو منھ نہیں دکھانا چاہتا جب تک ایک اچھا مسلمان نہ بن جاؤں، قاضی جی نے مجھ پر ترس کھا کر مجھے اپنے گھر رکھ لیا، ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں تھی، میں ان کی دوکان پر

بیٹھنے لگا، انھوں نے بجنور ضلع کے ایک گاؤں میں اپنے رشتہ داروں میں میری شادی کرادی بے چاروں نے خود ہی شادی وغیرہ کے انتظامات کئے۔

سوال : انھوں نے آپ کے بارے میں تحقیق نہیں کی؟

جواب : انھوں نے حضرت سے معلوم کیا تھا، حضرت نے کہا ہم داعی ہیں، اور داعی طبیب ہوتا ہے، آخری سانس تک مایوس ہونا اصول طب کے خلاف ہے کوشش کیجئے، کیا خبر اللہ نے اس کی ہدایت آپ کے حصہ میں لکھی ہو۔

سوال : اس کے بعد کیا ہوا؟ اس لڑکی کو بھی تم نے طلاق دے دی ہے نہ؟

جواب : بس آٹھ مہینے میں اس کے گھر والوں کا اور قاضی جی کے سارے خاندان والوں کا ناک میں دم کرکے، مار پیٹ کر تین طلاق دے کر بھاگ آیا۔

سوال : اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب : میں در بدر بھٹکتا رہا، اس دوران ایک بار ہمت کر کے پھلت پہنچا، ماسٹر اسلام مجھے مل گئے، حضرت تو نہیں تھے، انھوں نے مجھے ڈرایا، بہت برا بھلا کہا کہ تو نے سب لوگوں کا اعتماد ختم کر دیا، ہر نو مسلم مہاجر سے یہاں کے لوگ بدظن ہو گئے ہیں، میں ان سے بہت لڑا اور چلا آیا، کئی بار غلط لوگوں کے ساتھ لگا، دو بار دو دو مہینہ کی جیل میں بھی رہا، حضرت کے کسی جاننے والے نے ضمانت کرائی، اللہ کا شکر ہے کہ جن لوگوں نے مقدمہ کرایا تھا حضرت کی سفارش سے انھوں نے واپس لے لیا، جیل میں البتہ میں نے دو لوگوں کو کلمہ پڑھوایا، حضرت سب لوگوں سے کہتے تھے کہ دیکھو اس کی وجہ سے پانچ لوگ جیل میں اور ایک برہمن کی لڑکی آمنہ مسلمان ہوئی، اب ان کی نسلوں میں قیامت تک کتنے لوگ مسلمان ہوں گے، اب اگر یہ ہماری زندگی کو جیل خانہ بھی بنا دے تو ہم نے محنت وصول کر لی۔

سوال : سب گھر والے اور تعلق والے تمہاری وجہ سے ابی سے بحث بھی کرتے تھے، ابی

اکثر ،بگڑے ہوئے لوگوں اور نومسلموں کے لئے کہتے ہیں کہ جیسی روح ویسے فرشتے ،نیک لوگوں کے پاس نیک لوگ آتے ہیں ،بدوں کے پاس بدآتے ہیں ،ہم فاسق وفاجر دھوکہ باز ڈھونگیوں کے پاس پاک باز اور نیک لوگ کہاں رہنے لگے،دیکھو شرابیوں کے پاس شرابی ،جواریوں کے پاس جواری جمع ہوتے ہیں ،ہم جیسے بدکاروں کے پاس کہاں نیک لوگ جمع ہونے والے،امی جان کا انتقال ہوا تو فرمانے لگے کہ امی جان نہیں رہیں تو ہمیں کیسی کمی محسوس ہورہی ہے،حالانکہ اپنے گھر کے سارے عزیز بھائی بہن بیوی بچے موجود ہیں ،یہ بیچارے نومسلم ان کا کوئی بھی نہیں ،اپنا سگا بیٹا کتنے عیبوں میں پھنس جاتا ہے کبھی کسی سے ذکر بھی نہیں کرتا ،نہ گھر سے نکالتا ہے ،یہ بیچارے دربدر پھرتے ہیں ،ذرا سی بات ان سے ہو جائے تو لوگ انھیں نکال دیتے ہیں ،پرانا مسلمان سارے عیب کرے تو کوئی خیال نہیں ،یہ کل کا مسلمان سوچتے ہیں کہ فرشتہ بن جائے اور سب دھتکارتے ہیں ، یہ سب کہہ کر ابی بار بار رونے لگتے ہیں۔

جواب : ایک روز جب میں پچھلی بار آیا تھا تو میں حضرت سے ملا تو میں نے یہ کہا کہ آپ نے مجھے اتنی بار ایسی بری حرکت کرنے کے باد جود بار بار موقع دیا ،حضرت نے فرمایا کہ مجھ سے بری حرکت کون کرنے والا ہوگا ،میرے بیٹے تم مجھ سے تو ہزار درجہ بہتر ہو ،بس اللہ نے میرے عیب چھپا رکھے ہیں۔

سوال : اس دوران تم کتنی بار جماعت میں گئے؟

جواب : ان بارہ سالوں میں مجھے سترہ بار جماعت میں بھیجا گیا ،ایک بار چلہ لگایا ،اور آخر میں تین چلے تو پورے کئے ،ورنہ دھوکہ دے کر بھاگتا رہا ،اسی زمانہ میں مجھے ۲۱ /بار کام سے لگایا ،یا کاروبار کرایا ،مگر میں کوئی کام کرنے کے بجائے دھوکہ دیتا رہا۔

سوال : اب تمہارے دل میں وہ باتیں نہیں آتیں؟

جواب : الحمد للہ نہیں آتیں، مجھے ایسا لگتا ہے وہ شیطان جو مجھ پر سوار تھا وہ میرے حضرت کی برکت سے مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے، ۲/ مارچ ۲۰۰۹ء کو پھلت کے ایک صاحب نے میری ایک حرکت پر مجھے بہت مارا، حضرت سفر سے رات کو دیر سے تشریف لائے، صبح دس بجے مجھے دیکھا، میرا پورا جسم زخمی تھا، حضرت مجھے پکڑ کر جامع مسجد لے گئے، مسجد جا کر دو رکعت نماز پڑھی، اور دیکھتے رہے اور بار بار چومتے رہے، میرے بیٹے کب تک تم ایسی ذلت برداشت کرتے رہو گے، اور اگر اسی طرح رہے تو پھر دوزخ کی مار کس طرح سہو گے، چلو آؤ اللہ سے دعا کریں، بہت دیر تک دعا کی، میں آمین کہتا رہا، پھر بولے مزمل آؤ دونوں سچے دل سے توبہ کریں بس، ایسی توبہ جس کے بعد لوٹنا نہ ہو، مجھے توبہ کرائی، ایمان کی تجدید کرائی، اور مجھ سے وعدہ کیا کہ بس اب مسلمان داعی بن کر میری عزت کی لاج رکھو گے، اور سب کو دکھا دو گے کہ انسان کبھی بھی اچھا بن سکتا ہے، میں نے وعدہ کیا اگلے روز چار مہینے کی جماعت میں چلا گیا، اور الحمد للہ جماعت میں داڑھی رکھی اور خوب دعا کا اہتمام کیا، حضرت نے جماعت سے واپس آ کر کام پر لگنے کو کہا، میں نے حافظ عالم بننے کی خواہش کا اظہار کیا، داخلہ ہو گیا، الحمد للہ حفظ مکمل ہو گیا، انشاء اللہ بہت جلد عالمیت کا نصاب مکمل کر لوں گا، میرا ارادہ ہے کہ عالمی داعی بنوں، اس کے لئے ایک گھنٹے میں نے انگریزی اچھی کرنے کے لئے پڑھنی شروع کر دی ہے۔ الحمد للہ اس وقت میں میرے مدرسہ میں سب لوگ خصوصاً اساتذہ اور ذمہ دار مجھے بہت چاہتے ہیں بلکہ مجھ سے دعا کراتے ہے۔

سوال : ماشاء اللہ، ارمغان کے قارئین کے لئے کوئی پیغام دیں؟

جواب : بس حضرت کی بات ہی میں کہوں گا کہ ہر مسلمان ایک داعی ہے اور داعی ایک طبیب ہے، کسی مریض سے آخرت سانس تک مایوس ہونا یا مرض کے برا ہونے کی وجہ سے

مریض کو اپنے در سے دھتکارنا اصول طب کے خلاف ہے، ہر انسان اللہ کی بنائی ہوئی شاہکار مخلوق ہے اس کو احسن تقویم پر اللہ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، اس سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، بس اس کے لئے دل میں درد رکھ کر اس کی اصلاح اور اسے دعوت دینے کی فکر رکھنی چاہئے، شاید مجھ سے زیادہ برا انسان تو اللہ کی زمین میں کوئی اور ہو؟ جب میں اپنے لئے انسان بننے کا ارادہ کر کے یہاں تک آسکتا ہوں تو کسی سے بھی مایوس ہونے کی کیا وجہ ہے، دوسری درخواست قارئین ارمغان سے دعا کی ہے، کہ اللہ تعالیٰ موت تک مجھے استقامت عطا فرمائے اور میرے حضرت نے جو مجھ سے ارمان بنائے ہیں اور حضرت فرماتے بھی ہیں کہ میری حسرت ہے کہ مزمل اللہ تعالیٰ تمہیں پیارے نبی کے آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے میری تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے پیارے نبی ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائیں۔

سوال: شکریہ بھائی مزمل! واقعی ایک زمانہ تھا کہ تمہارا نام سن کر ہم سبھی کو غصہ آجاتا تھا، مگر الحمدللہ اب تم سے ملنے کی بے چینی رہتی ہے۔

جواب: جی احمد بھائی! میں اسی لائق تھا اور ہوں، بس میرے اللہ کا کرم ہے کہ اس نے دل کا رخ موڑ دیا ہے۔

سوال: شادی کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے؟

جواب: اب شادی میرے لئے کوئی بات نہیں رہی، الحمدللہ میرے اللہ نے میرا دل اپنی طرف پھیر دیا ہے، اب مجھے خلوت میں اپنے رب کے حضور راز و نیاز کا مزا میرے رب نے مجھ گندے کو لگا دیا ہے، قرآن یہ کہتا ہے: إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا، صبح کا قرآن مجید تو آمنے سامنے کا ہے، بس ایسے جمیل محبوب سے سامنا ہونے لگے تو ساری حسینائیں اندھیرا لگتی ہیں الحمدللہ میرے اللہ کے کرم سے نالہ نیم شبی کی بادشاہت میرے

اللہ نے مجھے عطا فرمادی ہے، اس کی وجہ سے ہر ایک کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے میرے اللہ نے مجھے بچالیا۔

سوال : آج کل اخراجات وغیرہ کس طرح چل رہے ہیں؟

جواب : اللہ کے کرم سے نالہ نیم شبی کی بادشاہت نے دل کو مال دار کردیا ہے، اس کی برکت سے ہاتھ پھیلانے سے اللہ نے بچالیا ہے، الحمدللہ اب مجھے خرچ کی ضرورت نہیں ، میں چھٹی میں مزدوری کر لیتا ہوں، میں نے امتحان کی چھٹی میں مزدوری کی ، اور ایک ہزار روپے حضرت کی خدمت میں ہدیہ کئے، کب سے آپ کو حضرت لوٹا رہا یہ حقیر ہدیہ قبول کر لیجئے ،حضرت نے بہت گلے لگایا اور بڑی قدر سے قبول کرلیا، اب ہاتھ اوپر کرلیا ہے اور اللہ سے سوال کیا ہے کہ اللہ اب کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلوائیں،، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اب کسی کا محتاج نہ کریں گے۔

سوال : اچھا بہت شکریہ السلام علیکم

جواب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ماخوز از ماہنامہ ''ارمغان'' مارچ ۲۰۱۱ء

(۸۵) یاہادی یارحیم کی برکت سے ایمان ملا

انجینئر عبدالاحد صاحب (پرمود کمار کھرانہ) سے ایک ملاقات

اقتباس

میں دو دن کا مسلمان کیا پیغام دے سکتا ہوں البتہ دعا کی درخواست ضرور کرسکتا ہوں۔ میں نے اپنی زندگی جو اللہ نے مجھے دوبارہ یا ہادی یا رحیم کی برکت سے دی ہے اپنے ہادی ورحیم رب کو سونپ دی ہے میں نے حضرت صاحب سے کہا ہے کہ بس یہ زندگی اوراس کی ساری گھڑیاں آپ کی ہیں آپ اپنا غلام سمجھ کر مجھے جہاں چاہیں میرے رب کی خوشی اور رضا کے لئے لگائیے حضرت صاحب نے دعوت کے لئے لگانے کے لئے کہا ہے میں لدھیانہ سے آکر بس حضرت صاحب کے مشورہ سے زندگی گذارنا چاہتا ہوں۔

احمد اواہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبدالاحد صاحب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: آپ کی طبیعت اب کیسی ہے؟

جواب: مولانا احمد صاحب، میں اپنے مالک کا کس طرح شکر ادا کروں میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے، میرے اللہ نے مجھے فزیکل بھی دوسری زندگی دی ہے، کوئی سوچ بھی نہیں

سکتا تھا کہ ایک زندگی سے ایسا مایوس مریض بالکل ٹھیک ہو جائے گا، میرے ڈاکٹر خود حیرت میں ہیں۔

سوال: میں آپ کے پاس ابی کے حکم سے آیا ہوں، حیدرآباد سے بھی ابی کا فون آیا تھا، آپ کا فون نمبر دیا تھا کہ میں آپ کے پاس جا کر آپ سے ارمغان کے لئے انٹرویو لوں، اس وقت میں آ نہیں سکا، اب اس سلسلہ میں آپ کے پاس آیا ہوں؟

جواب: جی! حضرت صاحب کا میرے پاس بھی فون آیا تھا کہ وہ آپ کو میرے پاس بھیج رہے ہیں، مجھے حکم کریں میں کیا بتاؤں؟ میں تو آج ہی دوپہر کو مسجد خلیل اللہ میں ان کے پاس گیا تھا۔

سوال: آپ اپنا خاندانی تعارف کرائیے؟

جواب: میں بیس اکتوبر ۱۹۸۴ء کو لدھیانہ کے ایک کھرانہ خاندان میں پیدا ہوا، میرے والد نے میرا نام پرمود کمار کھرانہ رکھا ابتدائی تعلیم لدھیانہ کے ایک انگلش میڈیم اسکول میں ہوئی بارھویں کلاس سائنس سے پاس کر کے، میں نے روڑکی آئی ٹی آئی سے بی ٹیک اور بعد میں ایم ٹیک کیا، تین سال پہلے ایک امریکی کمپنی ڈیل DELL میں میری ملازمت لگ گئی، اسی سال میں ۱۶ دسمبر کو میری شادی دہلی کے ایک بڑے پڑھے لکھے اور بڑے خاندان میں ہو گئی، میری اہلیہ ایم ٹیک ہیں، اور وپرو WIPRO میں ملازم ہیں، پچھلے سال میں کچھ مہینوں کے لئے کمپنی کی طرف سے بنگلور گیا تھا، وہاں پر ایک مسلمان انجینئر سے دوستی ہو گئی، شاعری کا مجھے بچپن سے شوق ہے، اردو کے شعر یاد کرنا میری ہابی (Hobby) رہی ہے، اسی شوق کی وجہ سے میں نے اردو سیکھنے کا شوق ظاہر کیا، میرے مسلمان دوست جن کا نام سید حامد علی تھا، اچھے شاعر تھے، حامد اپنا تخلص لکھتے تھے، انھوں نے مجھے اردو سکھانا شروع کر دیا، وہاں سے آ کر دہلی میں بھی میں نے اردو سیکھی

اب میں اردو بھی لکھ پڑھ سکتا ہوں۔

سوال: اپنے قبول اسلام کا واقعہ بتائیے؟

جواب: میرے اللہ کا کرم ہے کہ میری ہدایت کا ذریعہ ایک حادثہ ہوا، دسمبر میں، میں اپنی بیوی کے ساتھ ہنی مون منانے کلومنالی ہماچل گیا تھا، ہم دونوں وہاں برف پر پھسل کر کھیل رہے تھے کہ اچانک میرا پاؤں پھسلا، اور میں گر گیا، گر کر میں پیچھے گہرے کھڈ میں چلا گیا، میری کمر کی ہڈی میں سخت چوٹ آئی، اور میں پڑا کا پڑا رہ گیا، میری بیوی کسی کے سہارے سے مجھے اٹھا کر لائی، ایمبولنس منگوائی گئی اور اسپتال میں داخل کرایا گیا، میرے چاروں ہاتھ پاؤں نے کام کرنا بند کر دیا، میری بیوی نے لدھیانہ اور دہلی فون کیا، میرے برادر نسبتی اور میرے چچا لدھیانہ اور دہلی سے آ گئے اور مجھے لدھیانہ لے گئے، سی ٹی اسکین اور ایم آر آئی کرایا گیا، تو معلوم ہوا کہ ریڑھ کی ہڈی کے چھ منکے ادھر ادھر ہو گئے ہیں اور ان کے درمیان نروس دب گئی ہیں آپریشن ہوگا، ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ تیس فیصد آپریشن کے کامیاب ہونے کی امید ہے، کافی روز تک فزیوتھیراپی اور وزن وغیرہ سے علاج کی کوشش کی گئی، میرے والد نے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا کہ آپریشن میں اس سے زیادہ تو معذور نہیں ہوں گے۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ اس سے زیادہ معذوری اور کیا ہو سکتی ہے، مہینوں مشورہ کر کے یہ طے کیا گیا کہ آپریشن کرا لیا جائے، لدھیانہ میں اسپائن کا مشہور اسپتال ہے وہاں پر آپریشن ہوا، مگر آپریشن کامیاب نہ ہو سکا، بلکہ ایک پریشانی یہ ہوگئی کہ ہاتھ پیر کام کرنا تو کیا شروع کرتے، آپریشن کے بعد چاروں ہاتھ پاؤں اچھلنے لگے، خود بخود جھٹکے لگتے چاروں ہاتھوں پاؤں کو یا تو کوئی دبا کر رکھے، یا کسی چیز سے باندھ کر رکھے، یہ ایک بڑی مشکل تھی، فروری کے آخر میں مجھے کچھ لوگوں نے اور میری کمپنی کے منیجر نے علاج کے لئے نیویارک امریکہ جانے کا مشورہ دیا، اور کمپنی نے اپنی طرف سے علاج کی پیش

کش کی، میرے والد مجھے نیویارک لے کر گئے، وہاں پر جانچیں ہوئیں، ڈاکٹروں نے مشورہ دیا، کہ آپریشن سے پہلے اگر یہاں آتے تو علاج ممکن تھا، اب یہ نسیں جو دب گئی ہیں، وہ دب کر مرگئی ہیں، اب اس کا علاج ممکن نہیں۔

وہ مجھے دہلی واپس لائے تو میری بیوی کے ایک چچا جو ڈاکٹر ہیں، انھوں نے مشورہ دیا کہ یہاں پر اسپائنل انجری کے لئے ایک مشہور اسپتال ہے، وہاں پر ایک ڈاکٹر بھاردواج، دنیا کے مشہور اسپائنل کے سرجن ہیں، ان سے میرا تعلق ہے، ان کو اور دکھایا جائے، ڈاکٹر بھاردواج نے ایک بار اور ایم آر آئی کرنے کا مشورہ دیا، ہم لوگ گرین پارک پہنچے، وہاں پر مشینوں کی صفائی اور سروسنگ کے لئے ٹکنیشن آئے ہوئے تھے، مجھے وہیل چیر پر لے کر میرے برادر نسبتی اور چچا سنٹر میں پہنچے، ہاتھ اور پاؤں کو اسٹپ سے باندھا ہوا تھا، اسی وقت آپ کے والد مولانا کلیم صاحب، اپنے عزیز مولانا اسامہ صاحب کو سی ٹی اسکین کے لئے لے کر آئے تھے، ان کے ساتھ ایک ڈاکٹر صاحب تھے جن کا سنٹر میں پہلے سے بڑا تعلق تھا، ان کی وجہ سے سب سے پہلے ان کو سی ٹی اسکین کے لئے لے گئے، میں سامنے وہیل چیر پر تھا، بظاہر چہرہ سے میں مریض نہیں لگ رہا تھا، مولانا صاحب مجھے غور سے دیکھتے رہے، بعد میں انھوں نے مجھے بتایا کہ میں دیر سے آپ کو اس لئے دیکھ رہا تھا کہ ایک بالکل خوب صورت تندرست نوجوان کے ہاتھ پاؤں وہیل چیر کے ہینڈل اور ڈنڈوں سے کیوں بندھے ہوئے ہیں، بعد میں جب مجھے ایم آر آئی کے لئے، لے جانے کے لئے ہاتھ پاؤں کھول کر اسٹریچر پر لٹایا گیا تو میرے ہاتھ پاؤں اچھلنے لگے، اور چوٹ لگنے کو ہوئی تو ساتھیوں نے مجھے دبالیا، مولانا صاحب اٹھ کر آئے اور بولے آپ کو کیا بیماری ہے؟ میں نے تفصیل بتائی، تو مولانا صاحب بہت دکھی ہوئے، اور ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ بولے ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟ میرے چچا سسر نے بتایا کہ نیویارک سے چند روز پہلے واپس

آ ئے ہیں، وہاں انھوں نے کہا کہ آپریشن سے پہلے آتے تو کچھ امید تھی اب تو ان کی نسیں دب کر مرگئی ہیں، اب علاج ممکن نہیں ہے، مولانا صاحب نے پوچھا کہ پھر ایم آر آئی کیوں کرا رہے ہیں؟ انھوں نے کہا اپنے یہاں اسپائنل انجری کے اسپتال میں دکھایا ہے، سوچتے ہیں کہ علاج تو کرتے ہی رہنا چاہئے، مولانا صاحب نے کہا کسی مریض کو آخری سانس تک لاعلاج بتادینا اصول علاج کے خلاف ہے، سچے مالک کے سچے رسول حضرت محمد ﷺ نے بتایا ہے کہ کوئی بیماری ایسی نہیں جس کی اللہ نے دوا نہ بنائی ہو، آپ مایوس نہ ہوں علاج جاری رکھیں، مولانا میرے پاس آئے اور پیار سے میرا نام پوچھا اور بولے میرے بھائی پرمود کھرانہ جی، آپ کیسے خوب صورت نوجوان ہیں، دیکھنے سے بالکل نہیں لگ رہے ہیں کہ آپ بیمار ہیں، آپ کی خوب صورتی دیکھ کر میرے مالک نے میرے دل میں ڈالا کہ اتنا خوب صورت نوجوان ہونے کے بعد نرک میں جلے تو کتنے دکھ کی بات ہے، میرے بھائی یہ زندگی تو آپ کی مشکل میں ہے، مگر اس کے بعد ایک جیون ہمیشہ ہمیشہ کا ہے، اگر ایمان کے بغیر آپ کی موت آگئی تو وہاں بھی مصیبت ہے، مالک کے اچھے اچھے نام ہیں، ایک یا ہادی ایک یا رحیم، یہ دونوں صبح صبح سو بار سو بار پڑھا کریں اور مالک سے اپنے اچھا ہونے کی اور جو راستہ اور جیون کا جو طریقہ پسند ہو اس پر چلنے کی دعا بھی کیا کریں، میں نے بتایا کہ میں نے اردو پڑھی ہے اور اردو کی وجہ سے میں مسلمانوں سے دوستی پسند کرتا ہوں اور بہت سے شعر مجھے یاد ہیں، مولانا صاحب نے ڈرائیور کو بلایا اور گاڑی سے اپنی کتاب ''آپ کی امانت، آپ کی سیوا میں'' مجھے منگا کر دی، اور کہا اس کو غور سے پڑھنا، اگر خدا نہ خواستہ یہاں پر آپ ٹھیک نہ ہوئے تو وہاں کا چین تو آپ کو مل ہی جائے گا، تبھی اندر سے ایم آر آئی کے لئے بلاوا آگیا، مولانا صاحب نے میرے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور چوم کر کہا میرے بہت پیارے بھائی دیکھو، اب اگر اللہ تمھیں زندگی دے تو

ایمان پر جینا، اور اگر اللہ نے موت لکھ دی ہے تو ایمان پر مرنا، اور ایمان کیا ہے؟ یہ بات آپ کی امانت، آپ کو بتائے گی۔

ایم آر آئی کرا کے ہم لوگ ڈاکٹر بھاردواج کے یہاں گئے، ڈاکٹر بھاردواج نے رپورٹ دیکھ کر جواب دے دیا کہ ان کے صحت یاب ہونے کی کوئی امید نہیں، ہاں کسی فقیر کی دعا لگ جائے اور مالک کوئی چمتکار کردیں تو دوسری بات ہے، انھوں نے کہا میں کئی کیسوں میں فقیر کی دعا چمتکار دیکھ چکا ہوں، مایوس ہو کر ہم لوگ دہلی اپنی سسرال پہنچے، دو روز تک صبح کو یاہادی یارحیم پڑھا، مجھے اس کو پڑھ کر بہت ہی سکون ملا تو میں نے بار بار سو سو بار اس کو پڑھا، مجھے رہ رہ کر مولانا صاحب کا خیال آتا رہا، کہ آج بھی دنیا میں ایسے لوگ ہیں جو اپنے علاوہ کسی اجنبی انسان کی تکلیف سے ایسے متاثر ہو سکتے ہیں، مولانا صاحب کی آنکھوں کے آنسو بار بار آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے، بار بار یاہادی یارحیم پڑھ کر اندر سے عجیب سا اطمینان اور بھی میرے لئے مولانا صاحب کے لئے میرے دل میں نہ جانے کیا کیا سوچنے پر مجبور کررہا تھا، دو روز کے بعد ہم لوگوں نے لدھیانہ کی طرف رخ کیا، تین اپریل کی صبح سویرے، ہم لوگ لدھیانہ کے لئے نکلے، کرنال سے آگے جارہے تھے، گاڑی سو کلومیٹر سے زیادہ اسپیڈ سے چل رہی تھی، اچانک ایک کتا سامنے آگیا اسے بچانے کے لئے ڈرائیور نے ذرا کٹ مارا، تو گاڑی ایک ٹرالی سے ٹکرا گئی، زبردست ایکسیڈنٹ ہوا ٹیکسی ڈرائیور موقع پر مر گیا، میرے برادر نسبتی کو چوٹ آئی، ان کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی، میں اور میری اہلیہ پیچھے بیٹھے تھے، مالک کا شکر ہے کہ صرف تھوڑی تھوڑی چوٹیں دونوں کو آئیں، ہمیں گاڑی سے نکالا گیا، پولس نے ایمبولنس منگا کر ہم سبھی کو کرنال اسپتال پہنچایا، دہلی اور لدھیانہ سے دوپہر بعد تک گھر والے بھی آگئے، میرے ساتھ عجیب معاملہ ہوا، اس ایکسیڈنٹ سے مجھے چوٹ تو آئی مگر اس کی وجہ سے میرے ہاتھ پاؤں اچھلنے بند ہو

گئے، اور فیڈس بند ہو گئے، ہاتھ پاؤں اچھلنے بند ہو کر فیڈس کا بند ہونا ہمارے سارے گھر کے لئے بڑی راحت تھی، اللہ کا کرم کہ دو روز کے بعد مجھے اپنے ہاتھ پاؤں میں حس معلوم ہونے لگی، ایک ہفتہ میں ہاتھ پاؤں چلنے لگے،۱۴ر اپریل کو مجھے سہارے سے کھڑا کیا گیا، اور ۱۵ر اپریل کو میں ایک واکر کے سہارے سے چلا، روز اللہ کے فضل سے حال ٹھیک ہوتا گیا، اب مجھے مولانا صاحب سے ملنے کا خیال آیا میں نے اپنی اہلیہ کے پرس سے ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' منگائی اور اس کو پڑھا، اس کتاب نے میرے دل و دماغ کو قبضہ میں کر لیا، میں نے تین بار یہ کتاب پڑھی، اور مولانا صاحب سے ملنے کے لئے دل بہت بے تاب ہوا۔

سوال: آپ یا ہادی یا رحیم روزانہ پڑھتے رہے؟

جواب: یا ہادی یا رحیم میں روزانہ دن رات پڑھ رہا تھا، مجھے یقین تھا کہ یہ نئی زندگی یا ہادی یا رحیم پڑھنے کی برکت ہے۔

سوال: اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب: میں نے آپ کی امانت پر جو فون نمبر لکھا تھا اس پر بات کی، معلوم ہوا کہ دہلی کتاب چھپانے والوں کا فون ہے، انھوں نے مولانا صاحب اور ان کے ڈرائیور کا فون دیا ڈرائیور کا فون ملایا تو معلوم ہوا کہ حضرت سفر پر ہیں، حضرت صاحب کا فون نہ مل سکا، صبح سے شام تک بات نہ ہو سکی، اگلے روز صبح ۱۵ر اپریل کو گیارہ بجے اچانک حضرت صاحب کا فون مل گیا، میں نے بات کی تو حضرت صاحب نے فون پر کلمہ پڑھنے کے لئے کہا، میں نے کلمہ پڑھا اور حضرت صاحب نے میرا نام عبد الاحد رکھا، اور بتایا کہ گلابی باغ میں ہمارا مدرسہ ہے، وہاں مولانا ساجد صاحب ذمہ دار ہیں ان سے جا کر مل لو، ہمارے محلہ کے قریب صوفی باغ میں ایک مشہور ٹیلر ماسٹر حاجی چاند صاحب رہتے ہیں، وہ ہمارے والد

صاحب کے دوست ہیں، مجھے دیکھنے آئے تو انھوں نے بتایا کہ حضرت مولانا کلیم صاحب کا ان سے بہت تعلق ہے اور وہ ان کے مرید بھی ہیں، وہ مجھے لے کر گلابی باغ گئے، اور اس طرح نئی زندگی ملنے سے بہت خوش ہوئے، ۱۸/اپریل کو میری اہلیہ اور میرے والد مجھے ٹرین سے دہلی لے کر آئے۔

سوال: آپ نے خوب سوچ سمجھ کر کلمہ پڑھا تھا؟

جواب: خوب سوچ سمجھ کر ہی نہیں بلکہ اندر سے چاہ کر میں نے کلمہ پڑھا تھا، اب میرے روئیں روئیں میں، یا ہادی یا رحیم سے تعلق اور عقیدت پیدا ہوگئی تھی۔

سوال: آپ کے گھر والوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا؟

جواب: کیسی بات کرتے ہیں، میرے گھر والوں کو میری اس نئی زندگی کی خوشی میں جو کچھ کرنے کہیں وہ تیار تھے، میری اہلیہ تو بس مارے خوشی کے مری جاتی تھی، اصل میں لوگ ان کو طعنے دیتے تھے، ڈائن ہے، ایسے سندر بچے کو کھا گئی، شادی منحوس سے کر دی میں نے حضرت صاحب سے اہلیہ کی بات کرائی تو حضرت نے ان کو بھی کلمہ پڑھنے کو کہا، الحمدللہ انھوں نے خود خوشی سے کلمہ پڑھ لیا، ان کا نام حضرت صاحب نے خدیجہ رکھا۔

سوال: اس کے بعد آپ نے ڈاکٹروں کو نہیں دکھایا؟

جواب: میری اہلیہ کے چچا نے ڈاکٹر بھاردواج سے فون پر بتایا تو وہ خود مجھے دیکھنے گریٹر کیلاش آئے اور دیکھ کر بولے میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ کسی فقیر کی دعا لگ جائے تو چمتکار ہو سکتا ہے، انھوں نے حضرت صاحب کا فون مجھ سے لیا اور ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا میں نے اپنے نیویارک کے ڈاکٹر سے بھی نیٹ پر رابطہ کر کے اپنا حال بتایا وہ بہت حیرت میں ہوئے اور انھوں نے مجھے اپنے خرچ پر نیویارک آنے کی دعوت دی اور بولے ہم اس

کیس پر ریسرچ کرنا چاہتے ہیں۔

سوال: آج آپ دوپہر خلیل اللہ مسجد گئے تھے؟

جواب: ہاں مجھے ملنے کی بہت بے چینی تھی، پھر ڈاکٹر بھاردواج صاحب بھی ان کے بہت معتقد ہو گئے ہیں، ان کے ساتھ ہم لوگ خلیل اللہ مسجد گئے تھے مجھے دیکھ کر خوشی سے حضرت صاحب رونے لگے اور بولے میں کتنی بار اپنے گھر والوں بچوں اور بہنوں سے آپ کا ذکر کر رہا تھا کہ کیسا خوب صورت نوجوان اور کس تکلیف میں مبتلا ہے ڈاکٹر صاحب کو بھی کچھ گھر کے حالات کے لئے دعا کرانی تھی حضرت صاحب نے کہا میں گناہ گار بندہ ہوں خود حالات سے دوچار ہوں مگر وہ ہادی اور رحیم جس نے پرمود صاحب کو راحت دی اس کے قبضہ میں سب کچھ ہے آپ بھی روزانہ یا ہادی یا رحیم پڑھیں، ڈاکٹر صاحب بہت خوش ہو کر آگئے۔ حضرت صاحب بہت تھک رہے تھے اور کہیں جانا بھی تھا اس لئے جلدی واپس آگئے دوبارہ اطمینان سے ملیں گے۔

سوال: آپ نے "آپ کی امانت، آپ کی سیوا میں" ڈاکٹر صاحب کو نہیں دی؟

جواب: میں نے بٹلہ ہاؤس مسجد کے سامنے کتب خانہ سے خرید لی ہے، دس کتابیں لایا ہوں سبھی کو پڑھوانی ہیں۔

سوال: اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

جواب: حضرت صاحب نے مجھے کہا ہے کہ میں اللہ کے بندوں کو دوزخ سے بچانے اور جھوٹے خداؤں اور دیوی دیوتاؤں سے بچا کر ایک ہادی اور رحیم رب سے جوڑنے کے لئے زندگی گذاروں میں نے مولانا صاحب سے مسجد میں وعدہ کیا ہے کہ یہ دوسری زندگی صرف اس کے لئے گذاروں گا۔ میں نے مولانا صاحب سے نوکری چھوڑنے کے بارے

میں پوچھا تو انھوں نے نوکری چھوڑنے کو منع کیا مگر یہ کہا نوکری کو ذریعہ سمجھ کر جو آمدنی ہو اس کا اکثر حصہ دعوت میں لگاتا ہے امریکہ بھی جانا ہے تاکہ وہاں جو ڈاکٹروں کی ٹیم مجھے دیکھ رہی تھی ان تک دعوت پہنچا سکوں۔

سوال: ڈاکٹر بھاردواج صاحب نے کلمہ پڑھا ہے؟

جواب: ابھی تو نہیں پڑھا ہے البتہ مجھے امید ہے کہ وہ بالکل قریب ہیں۔

سوال: ارمغان کے قارئین کو کچھ پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: میں دو دن کا مسلمان کیا پیغام دے سکتا ہوں البتہ دعا کی درخواست ضرور کر سکتا ہوں۔ میں نے اپنی زندگی جو اللہ نے مجھے دوبارہ یا ہادی یا رحیم کی برکت سے دی ہے اپنے ہادی و رحیم رب کو سونپ دی ہے میں نے حضرت صاحب سے کہا ہے کہ بس یہ زندگی اور اس کی ساری گھڑیاں آپ کی ہیں آپ اپنا غلام سمجھ کر مجھے جہاں چاہیں میرے رب کی خوشی اور رضا کے لئے لگائیے حضرت صاحب نے دعوت کے لئے لگانے کے لئے کہا ہے میں لدھیانہ سے آ کر بس حضرت صاحب کے مشورہ سے زندگی گذارنا چاہتا ہوں، ارمغان پڑھنے والے دعا کریں کہ اللہ مجھے صحت یاب رکھے۔

سوال: آمین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ماخوذ از ماہنامہ ارمغان، مئی ۲۰۱۰ء

۸۶ معصوم کی سسکیوں سے دل کی کایا پلٹ گئی

ماسٹر عبداللہ صاحب ﴿ٹھاکرے﴾ سے ایک ملاقات

اقتباس

انسانیت کی خیر خواہی کے لئے امت مسلمہ کو اللہ نے برپا کیا ہے اس خیر خواہی کے لئے جینا مسلمانوں کے سارے مسائل کا حل ہے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ مسلمان انفعال اور ری ایکشن کا راستہ چھوڑ کر دنیا کی سازشوں مکروفریب تعصب اور ظلم زیادتی سے بے پرواہ ہو کر اگر صرف اپنے طرز زندگی کی سوئی انسانیت کی خیر خواہی یعنی داعیانہ طرز زندگی میں جینے کی طرف کر دیں تو پھر یہ پوری دنیا کے تمام مسائل کا حل ہے۔

احمد اواہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماسٹر عبداللہ ٹھاکرے: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: جناب ماسٹر صاحب بہت بہت شکریہ آپ تشریف لائے ابی سفر پر گئے تو بتایا کہ صبح ساڑھے نو بجے آپ تشریف لائیں گے، تو میں آپ سے ارمغان کے لئے انٹرویو لے لوں پھلت سے اردو میں ایک ماہنامہ ارمغان کے نام سے نکلتا ہے، اس کا مقصد مسلمانوں کو ان کا منصب یاد دلانا ہے اور اس کے واسطہ سے اصل میں ہم خود اپنا بھولا ہوا سبق یاد کرنا چاہتے ہیں، ابی اکثر کہتے ہیں کہ اصل میں نہ تو ہمیں سبق یاد ہے نہ ہم میں دعوت کی اہلیت ہے اس طرح چیخ پکار کرنے سے ایک تو کچھ نہ کچھ سبق یاد ہو جائے گا کم از

کم جرم کا احساس ہو جائے گا کہ ہم نے اسلام اور ایمان دوسروں تک نہ پہنچا کر اپنے خونی رشتہ کے بھائیوں پر کیسا ظلم کیا ہے دوسرے ہمارے شور مچانے سے کچھ اہل لوگ دعوت کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اللہ کا شکر ہے دونوں نشانے ہمیں کسی درجہ میں ملتے جا رہے ہیں۔

جواب: جی ہاں! میں صرف حضرت صاحب سے ملنے آیا تھا، ایک ہفتہ پہلے آ گیا تھا۔ پچھلے دنوں فون پر رابطہ میں آخری کوشش کے باوجود ناکام رہا تو پھر میرے دوست ماسٹر عبدالعزیز صاحب نے کہا کہ آپ کہتے ہیں مجھے حضرت صاحب سے دوری سے ایسا عشق ہو گیا ہے جیسے کسی عاشق کو معشوق سے ہو جاتا ہے، تو محبت تو قربانی چاہتی ہے اس کے لئے دودھ کی نہر پہاڑ سے کھودنی پڑتی ہے چلیں چل کر دہلی پڑ جاتے ہیں، مولانا صاحب سے ملاقات ہو ہی جائے گی، آٹھ روز پہلے ہم آئے تھے ہماری ٹرین صبح سویرے چار بجے پہنچی تھی خیال ہوا پہلے اوکھلا چلتے ہیں، مگر بعد میں ماسٹر عبدالعزیز سے مشورہ ہوا کہ صبح سویرے تکلیف دینا ٹھیک نہیں، یہ بھی کوئی بات ہے کہ محبوب کو تکلیف دی جائے چلیں پہلے نظام الدین جا کر گیسٹ ہاؤس میں رکتے ہیں، دن میں بٹلا ہاؤس دارارقم جا کر حضرت صاحب کا پروگرام معلوم کریں گے، بلکہ کسی فون پر وقت لے کر ملاقات کریں گے دس بجے بٹلا ہاؤس پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب ایک ہفتہ کے لئے جنوب کے سفر پر تشریف لے گئے ہیں سوچا کہ واپس چلیں پھر ایک ہفتہ میں آ جائیں گے، میں نے کہا ماسٹر صاحب آپ کو جانا ہو چلے جائیں، مجھے تو ایک سال رکنا پڑے گا تو رکوں گا اس لئے کہ محبت میں انتظار کا مزا بھی خوب ہوتا ہے، الحمد للہ ایک ہفتہ میں کل شام بہت اطمینان کی ملاقات ہوئی حضرت صاحب ہمارے ایک ہفتہ کے انتظار سے بہت خوش ہوئے چار دفعہ مجھے گلے لگایا چار بار گلے لگانے کے لئے چار زندگیاں دینی پڑتیں تو میں سستا سودا سمجھتا حضرت نے

میری پوری کہانی سن کر مجھ سے کہا کہ اب تو رات ہوگئی ہے کیا آپ صبح تشریف لاکر ارمغان کے لئے انٹرویو دے سکتے ہیں میں نے کہا کیوں نہیں؟ آپ سو بار کہیں گے تو سو بار حاضر ہوں گے اب بتائیں میرے لئے کیا حکم ہے؟

سوال: آپ پہلے اپنا خاندانی تعارف کرائیے؟

جواب: میں مہاراشٹر میں جلگاؤں کے ایک ٹھاکرے پریوار میں ۶/جولائی ۱۹۵۶ء میں پیدا ہوا، ہائی اسکول اور بارہویں کلاس کے بعد سائنس سے بی ایس سی کیا، میرے پتا جی ایک پڑھے لکھے انسان تھے اور ایک ہائی اسکول کے پرنسپل تھے بڑے اچھے آدمی تھے بس انسانیت ان کا دھرم تھا مگر میرا تعلق کچھ مذہبی جنون رکھنے والے جوانوں سے ہوگیا، بی ایس سی کے بعد میں نے بی ایڈ کیا اور بعد میں ایم ایس سی حساب سے کی، ایک سرکاری اسکول میں ٹیچر ہوگیا، ابھی بھی ایک انٹر کالج میں لیکچرر ہوں بعد میں میں نے شیوسینا جوائن کرلی اور پارٹی کا بہت فعال کارکن بن گیا، ۱۹۹۰ء میں ایڈوانی جی کی رتھ یاترا کے لئے ذمہ داروں نے مجھے ذمہ داریاں سونپیں اور ۱۹۹۳ء میں مجھے پارٹی نے کام کرنے کے لئے ممبئی بلایا اور وہاں کے ننگے ناچ میں میں نے بہت ایکٹیو رول ادا کیا کتنے معصوم بچوں کی خوشیاں مجھ درندہ کی وجہ سے سسکیوں میں بدلی ہوں گی یعنی میری پلاننگ کی وجہ سے بدقسمتی سے میری شادی بھی ایک کمیونل ذہن رکھنے والے (متعصب) خاندان میں ہوگئی اس سے کریلہ اور نیم چڑھا ہوگیا، میرے تین بچے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہوئیں تینوں کا دل ودماغ ہمارے زہر سے زہریلا بنا۔ ہمارے گھر میں بچوں میں ذکر ہوتا کہ دیش کے وفادار مسلمانوں کو ہندو بنانے کی کوئی ترکیب کرنی چاہئے اس کے لئے میری بڑی بیٹی نے اظہر الدین کو خط لکھا تھا کہ ان کو ہندو بن جانا چاہئے اور انھوں نے میری اجازت سے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر وہ ہندو ہوجائے تو میں آپ سے شادی کرنے کے لئے تیار ہوں اے پی

جے عبدالکلام کو بھی ہندو بننے کے لئے خط لکھا تھا۔

سوال: اپنے قبول اسلام کے بارے میں ذرا تفصیل سے بتایئے؟

جواب: بس اصل تو یہ ہے کہ میرے اللہ کو مجھ پر رحم آیا اور حضرت جیسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل ودماغ کو حق اور اسلام کے لئے کھولنے کا فیصلہ کر دیا ہے اور مسلمانوں کو ہوشیار کرنے کے لئے ہم جیسے ظالموں کے لئے ہدایت کے دروازے کھول دیئے ہیں، بظاہر اسباب کچھ بھی ہو سکتے ہیں ہوا یہ کہ میں ایک فزیکس ورکشاپ کے لئے کالج کے طلباء کا ایک گروپ لے کر تین روز کے لئے ممبئی گیا ورکشاپ تیسرے روز دوپہر کو ختم ہو گیا تھا ہم لوگوں نے ممبئی گھومنے کا پروگرام بنایا سمندر کے کنارے ہم لوگ شام کو گھوم رہے تھے، تو میں نے دیکھا ایک پرائمری اسکول کا گروپ پکنک کے لئے وہاں آیا ہوا ہے سب بچے خوشی خوشی چاروں طرف گھوم رہے تھے۔ انہیں بچوں میں میں نے دیکھا کہ دو تین ٹیچرس ایک بچی کے پاس جمع تھیں اور وہ بچی گھومنے کے بجائے ہچکیوں سے رو رہی تھی اس کی استانیاں اس کو محبت پیار کر رہی تھیں مگر وہ انتہائی غم زدہ اور سسکیوں سے رو رہی تھی میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ احمد آباد کی بچی ہے اس کے ماں باپ گجرات فساد میں جلا دیئے گئے، یہ بچی کبھی ہنستی نہیں ان استانیوں نے بتایا کہ اس معصوم ننھی سی بچی کی ہنسی اس انسان نام کے درندوں نے ہمیشہ کے لئے سسکیوں میں بدل دی، یہاں ممبئی میں گجرات کے ایک صاحب اس کو لے کر آئے تھے اور ہمارے اسکول میں داخل کر دیا مگر اس کی سسکیوں نے پورے اسکول کو غم زدہ کر دیا ہے اس بچی کا دل بہلانے کے لئے ہمارے پرنسپل بار بار پکنگ کے لئے بھیجتے ہیں مگر اس کا دل ہے کہ بہلنے کے بجائے اور اداس ہو جاتا ہے۔

اس بچی کی سسکیاں میرے دل میں تلوار کے زخموں کی طرح چبھ گئیں اور اس قسم

کا یہ جملہ کہ کچھ انسان نما درندوں نے اس کی خوشیوں کو ہمیشہ کی سسکیوں میں بدل دیا ہے میرے دل و دماغ پر جم گیا اپنی پوری زندگی کے کارنامے ایک اسکرین کی طرح میرے سامنے آگئے خصوصاً سن ۱۹۹۲ء کے ممبئی کے دنگے خصوصاً مدن پوری اور اس کے آس پاس کے محلوں کی پلاننگ کی ذمہ داری کے لحاظ سے مجھے یہ جملہ کچھ اس طرح سنائی دیتا بار بار میرے کانوں سے دماغ اور دل تک پہنچتا تھا مجھ انسان نام کے درندے نے کتنی بچیوں کی خوشیاں اور قہقہے ہمیشہ کے لے سسکیوں میں بدل دیئے میں نے کالج سے چھٹی لی اور کچھ دن ممبئی قیام کیا اور علاقہ کا دورہ کیا اور سروے کیا اور اپنے کالے کرتوتوں کا جائزہ لیا نہ جانے کتنے گھرانوں کی ہمیشہ کی خوشیاں مجھ انسان نام کے درندہ کی پلاننگ کی وجہ سے ہمیشہ کی سسکیوں میں بدل گئیں اس کے احساس نے مجھے جھنجھوڑ دیا اور مجھے احساس ہوا کہ انسانیت کو مذہب سمجھ کر زندگی گذارنے والے باپ کے بیٹے کے یہ ظالمانہ کرتوت انسانیت کے نام پر بدنما داغ ہیں ایک ہفتہ اپنے جرائم اور ننگے کرتوتوں کو نئی آنکھوں سے دیکھا جن پر سے ظلم کی عینک ٹوٹ کر صاف نظر آنے لگا تھا۔

میں اپنے گھر آیا، میرے کالج میں ماسٹر عبدالعزیز ایک بہت شریف مسلمان انگریزی کے استاذ ہیں جو مذہب کو فالو کرنے والے شریف مسلمان ہیں ان کو میری اکٹیوٹیز کا علم تھا اس لئے مجھ سے ڈرتے تھے اپنے جرم کے احساس سے میں بے چین رہنے لگا میری نیندیں اڑنے لگیں گذشتہ سال مئی میں ایک روز میں نے ماسٹر عبدالعزیز صاحب سے ملاقات کی اور ان سے کہا میں کسی اچھے مسلمان سے ملنا چاہتا ہوں آپ اپنے کسی مذہبی گرو سے ملائیں اور میں نے اپنے دل و دماغ پر اپنے مجرمانہ کرتوتوں کے جو اثرات لئے انھیں بتایا ماسٹر صاحب نے بتایا کہ دھارنی ضلع امراوتی میں ایک بڑا جلسہ ہو رہا ہے وہاں پر ایک بڑے دھرم گرو اور انسانیت سے محبت کرنے والے عالم مولانا محمد کلیم صدیقی

صاحب آرہے ہیں آپ وہاں چلیں کوشش کریں گے کہ ملاقات ہو جائے ہم نے پروگرام بنایا ایک جیپ گاڑی کرایہ پر کی اور ہم لوگ ضلع جلگاؤں سے اس پروگرام میں پہنچے انسانوں کا سمندر پروگرام میں شریک تھا بھیڑ ہی بھیڑ تھی اس پروگرام میں پہنچ کر یہ عجیب بات لگی کہ ہر ایک والہانہ طور پر اپنے دھرم گرو کو دیکھنے اور سننے آیا تھا بڑی تعداد ہندوؤں کی بھی پروگرام میں تھی مگر وہ بھی ایسے جذبہ میں تھے جیسے کسی مسلمان عالم نہیں بلکہ کسی اپنے ہندو گرو کے درشن کے لئے آئے ہوں وہاں جا کر معلوم ہوا کہ حضرت صاحب بیماری کی وجہ سے نہیں آسکے لوگ بڑی مایوسی سے واپس لوٹ رہے تھے کتنا مشکل سفر کرکے ہم پہنچے تھے خیال تھا کہ ملاقات ہو جائے گی تو جیون کے غم میں کچھ سکون ملے گا بالکل گھٹنے ٹوٹ گئے حضرت صاحب کے یہاں سے کوئی مولانا صاحب آئے تھے ان کی تقریر سنی اس پروگرام میں یہ احساس مجھے ہوا کہ جہاں یہ لوگ حضرت سے والہانہ محبت کے ساتھ آئے تھے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کرتے تو بولنے میں صاف لگتا کہ یہ سب ایک گھر کے لوگ والہانہ تعلق رکھنے والے ہیں رہ رہ کر مجھے احساس ہو رہا تھا کہ وہ انسان کیسا ہوگا کیسا محبت بھرا اس کا دل ہوگا جس کو دیکھنے اور سننے کے جذبہ نے ان لوگوں میں ایسی محبت پیدا کر دی کہ یہ ہندو مسلم کی مہاراشٹر میں تمیز کھو بیٹھے مجھے ان سے ملنا چاہئے بڑے مایوس ہو کر ہم لوگ واپس آئے مگر اس سفر کی رفاقت کی وجہ سے کچھ مسلمانوں سے میرا تعلق ہو گیا خصوصاً ماسٹر عبدالعزیز صاحب سے تو دوستی ہو گئی ماسٹر صاحب میں بھی اس سفر سے ایک عجیب تبدیلی آئی کہ وہ ہندوؤں اور ہم لوگوں سے جو کٹے کٹے رہتے تھے وہ قریب ہوئے اور ہمیں اسلام سے قریب اور کرنے کی کوشش کرتے رہے ایک مہینہ کے بعد انھوں نے مجھے حضرت صاحب کی کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' ہندی اور انگریزی میں لا کر دی میں نے وہ کتاب دس بار پڑھی، اور مجھے معلوم ہوا کہ دھارنی کے

پروگرام میں ہر آنے والے کی ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی اور محبت اس محبت بھرے انسان کے دل کے سمندر سے بانٹی اور بکھیری گئی محبت تھی جو خود کسی بیماری کی وجہ سے نہیں آیا مگر اپنی انتر آتما سے اپنی ممتا اس سے اپنے لئے آنے والے لوگوں کے لئے بھیج دی تھی اب مجھے حضرت صاحب سے ملنے کی بے چینی ہوئی روز بروز بے چینی بڑھتی رہی کئی مہینے کے بعد ماسٹر عبدالعزیز نے اور ہم نے فون ملایا تو فون مل گیا اور حضرت سے بات ہوگئی مولانا صاحب نے مجھ سے ملاقات کا شوق ظاہر کیا اور دھارنی نہ پہنچنے کی معذرت بھی کی اور تکلیف کا اظہار کیا اور بتایا کہ اس سال دھارنی ضرور آؤں گا۔

سوال: ابی اس سال دھارنی گئے تھے آپ کی ملاقات وہاں نہیں ہوئی، آپ تو فرما رہے تھے کہ پہلی ملاقات کل ہوئی ہے؟

جواب: محبت قربانی چاہتی ہے۔اس سال ہمیں دھارنی کے پروگرام کا علم نہیں ہوسکا میں اس وقت کسی ضرورت سے دو ہفتوں کے لئے پونہ گیا ہوا تھا۔

سوال: جی تو آپ کچھ فرما رہے تھے فرمائیے؟

جواب: حضرت صاحب نے مجھ سے معلوم کیا کہ آپ کی امانت آپ نے پڑھی کہ نہیں؟ میں نے کہا دس بار پڑھی حضرت صاحب نے معلوم کیا اس میں کوئی بات غلط ہو تو ٹھیک کر دیجئے میں نے کہا اس میں ساری غلطیوں کو ٹھیک کیا گیا ہے حضرت صاحب نے کہا تو پھر آپ بھی وہ غلطی ٹھیک کرلی کہ نہیں میں نے کہا وہ غلطی تو آپ کی شرن میں آکر ہی صحیح ہوگی حضرت نے کہا کہ آپ نے کلمہ پڑھ لیا کہ نہیں میں نے کہا وہ میں نے یاد بھی کرلیا ہے میں نے فون پر حضرت صاحب کو کلمہ سنایا حضرت صاحب نے کہا آپ نے اسلام قبول کرنے کی نیت سے اسے پڑھ لیا کہ نہیں؟ میں نے کہا اتیاچار اور ظلم کی نحوست میرا پیچھا نہیں چھوڑتی حضرت نے کہا اس کا علاج بھی یہی ہے کہ آپ سچے دل سے کلمہ پڑھ لیجئے میں

نے کہا حضرت صاحب آپ ہی پڑھوا دیجئے شاید میری آتما کو کچھ شانتی مل جائے مولانا نے فون پر مجھے کلمہ پڑھوایا اور ہندی میں ذرا تفصیل سے کہلوایا توبہ کرائی اور میرا نام فون پر ہی عبداللہ ٹھاکرے رکھ دیا اور مجھے مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اسلام ایک پریچے، اسلام کیا ہے؟ ہندی میں اور Mohammad the Idial prophet انگریزی میں پڑھنے کا مشورہ دیا اور موقع لگا کر کسی پڑھی لکھی جماعت کے ساتھ وقت لگانے کا مشورہ دیا اور یہ بھی تاکید کی کہ جماعت میں جا کر آپ یہ نہ بتائیں کہ میں نے اسلام قبول کیا ہے اور یہ کہ شیوسینا کا میں ایکزیکیٹو ممبر رہا ہوں بہر حال میں نے پونہ سے اعظم کیمپس کی ایک جماعت کے ساتھ وقت لگایا میرا وقت بنگلور میں لگا اللہ کا شکر ہے جماعت کے لوگ بہت اچھے تھے۔

سوال: آپ نے جماعت والوں کو بتایا کہ میں نے اسلام قبول کیا ہے؟

جواب: نہیں بالکل نہیں بتایا وہ لوگ مجھ سے معلوم بھی کرتے کہ آپ اتنے بڑے ہو گئے آپ کو نماز بھی یاد نہیں میں کہتا اصل میں میرا ماحول بہت خراب ہے اپنے علاقہ میں بس میں اکیلا ہی مسلمان ہوں ساتھ ہی مجھ پر ترس بھی کھاتے میں نے یہ بھی نہیں بتایا میں فزیکس کا لیکچرر ہوں بلکہ کہا کہ ایک اسکول میں پڑھاتا ہوں بس بہر حال وقت بہت اچھا لگا پونہ میں میری کچھ حضرت صاحب کے مریدوں اور نو مسلم مریدوں سے بھی ملاقات ہوئی جن سے مل کر مجھے اور بھی حضرت سے ملنے کا شوق بڑھ گیا۔ اللہ کا شکر ہے یہ مراد بھی کل پوری ہو گئی۔

سوال: آپ کے گھر والوں کا کیا حال ہے؟

جواب: میں نے ورکشاپ والے سفر سے اپنے بچوں اور گھر والوں کو اپنے ساتھ رکھا اور دھارنی کے سفر کی بھی کارگذاری مسلسل فون پر سناتا رہا تو میرے اسلام کے پورے سفر میں میری اہلیہ اور بچے دل و دماغ سے میرے ساتھ رہے اس کی وجہ سے میرے کلمہ پڑھنے کے

دوسرے روز میری بیوی اور بیٹوں بیٹیوں کو ماسٹر عبدالعزیز نے کلمہ پڑھوادیا میری اہلیہ کا نام امۃ اللہ اور میری بیٹی کا نام امۃ العزیز چھوٹی بیٹی کا نام امۃ رحمٰن اور بیٹے کا نام عبدالرحمٰن ہے۔

سوال: اب آئندہ آپ کا کیا ارادہ ہے؟

جواب: ہم لوگوں نے حضرت سے مل کر ایک پورا خاکہ بنایا ہے اسلام پڑھنے اور خاندان والوں میں کام کرنے کا پہلے مرحلہ میں خاکہ بنایا ہے، حج کا فارم بھی میں نے بھرا ہے اسی سال خاندان والوں کے ساتھ حج کو جانا ہے اگر حج کمیٹی کے ساتھ نہ بھی ہوا تو انشاء اللہ ٹور سے حج کو جانا ہے اس کے بعد مراٹھوں میں کام کرنا ہے اور شیوسینا کے ساتھیوں تک ان کا حق پہنچانا ہے الحمدللہ میرے چالیس گاؤں اور ناسک کے دس بارہ ساتھیوں کے دل ودماغ سے تعصب کی عینک ٹوٹ گئی ہے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کچھ ضرور کام لیں گے۔

سوال: ماشاء اللہ خوب عزائم ہیں قارئین ارمغان کے لئے کچھ پیغام ہے؟

جواب: انسانیت کی خیر خواہی کے لئے امت مسلمہ کو اللہ نے برپا کیا ہے اس خیر خواہی کے لئے جینا مسلمانوں کے سارے مسائل کا حل ہے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ مسلمان انفعال اور ری ایکشن کا راستہ چھوڑ کر دنیا کی سازشوں مکر وفریب تعصب اور ظلم زیادتی سے بے پرواہو کر اگر صرف اپنے طرز زندگی کی سوئی انسانیت کی خیر خواہی یعنی داعیانہ طرز زندگی میں جینے کی طرف کردیں تو پھر یہ پوری دنیا کے تمام مسائل کا حل ہے۔

سوال: ماشاء اللہ کیا سچی بات آپ نے کہی ہے؟

جواب: آپ شرمندہ کررہے ہیں میں نے تو اپنی چھوٹی سی زندگی بلکہ زندگی کے چند خوش گوار دنوں میں حضرت سے تعلق کے بعد جو سبق سنا ہے اس کو دہرا رہا ہوں۔

سوال: واقعی آپ نے بہت کام کی بات کہی ہے، جزاکم اللہ شکریہ بہت بہت

شکریہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماخوذ از ماہنامہ ارمغان، جون ۲۰۱۰ء

۸۷ بچوں کی اولا بدلی سے دل بدل گئے

ماسٹر محمد اسعد صاحب (ریوتی شرن شکل) سے ایک ملاقات

اقتباس

الحمدللہ جس روز سے میں نے کلمہ پڑھا ہے اس کے چند روز بعد سے روزانہ دو رکعت نماز صلوٰۃ الشکر اور دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھتا ہوں، کہ میرے اللہ آپ نے کس طرح میری ہدایت کا انتظام فرمایا اور اس کی دعا کہ اللہ مجھے ایمان پر خاتمہ عطا فرمائے اور کتنے لوگ مجھ سے اچھے ہدایت سے محروم ہیں ان کو بھی ہدایت عطا فرمائے۔ الحمدللہ ان چار رکعتوں کی کبھی ناغہ نہیں ہوئی۔

احمد اواہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماسٹر محمد اسعد: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: جناب ماسٹر صاحب! ابی آج کل جہاں جارہے ہیں یہ فرمارہے ہیں کہ اس وقت اللہ کی شان ہادی اپنے مظاہر دکھارہی ہے وہ کیسے کیسے بہانے سے اپنے بندوں کی ہدایت کا انتظام فرمارہے ہیں یہ شاید پوری دنیا میں اپنی نوعیت کا بالکل انوکھا واقعہ ہے جو اللہ نے آپ کی ہدایت کے لئے آپ کے ساتھ کرایا۔

جواب: روتے ہوئے ...... مولانا احمد صاحب شاید پوری کائنات میں مجھ گندے

ناپاک سے زیادہ اللہ کی رحم کی نگاہ کسی پر پڑی ہو (دیکھئے میرا رواں رواں کھڑا ہو رہا ہے) کیا خواب میں بھی ایسا ہو سکتا ہے کسی افسانہ لکھنے والے کسی ناول نگار نے اپنے تخیل میں ایسا واقعہ سوچا ہوگا جیسا واقعہ ہمارے ساتھ پیش آیا۔

سوال: واقعی ابی نے بتایا تو ہم سبھی لوگ ایسا ہی خیال کر رہے ہیں ابی نے حکم دیا کہ ماسٹر صاحب ملنے آرہے ہیں اس ماہ ارمغان میں انھیں کا انٹرویو چھپنا ہے؟

جواب: جی انھوں نے ہی مجھے بھی حکم دیا کہ احمد آرہے ہیں وہ آپ سے کچھ باتیں کریں گے۔

سوال: اجازت ہے، میں آپ سے کچھ باتیں کروں؟

جواب: ضرور! اسی لئے تو انتظار کر رہا ہوں۔

سوال: اپنا خاندانی تعارف کرایئے؟

جواب: میں ایک برہمن خاندان میں ۲/جنوری ۱۹۵۷ء کو دیوریا ضلع کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا ریوتی شرن شکل میرا نام رکھا گیا۔

سوال: تو آپ شکل برہمن ہیں؟

جواب: ہاں شکل مرد کو اور شکلا عورت کو کہتے ہیں۔

سوال: ہمارے ایک نومسلم بڑے جذبہ کے ساتھی ہیں شکلا جی

جواب: اصل میں لوگ مجھے بھی شکلا جی، شکلا جی کہتے ہیں۔

سوال: جی تو فرمایئے آپ تعارف کرا رہے تھے اپنا تعارف بھی کرایئے اور اپنے قبول اسلام کی دل چسپ کہانی بھی سنایئے؟

جواب: میرے پتا جی ایک اسکول میں ٹیچر تھے میں نے پرائمری تعلیم اسی اسکول میں

حاصل کی اس کے بعد انٹر میڈیٹ کیا اور بی ٹی سی کر کے سرکاری ٹیچر بن گیا، میری شادی بلیا کے ایک اچھے خاندان میں ہوئی میری اہلیہ گریجویٹ ہیں اور مجھ سے زیادہ پڑھی لکھی ہیں۔ ۳رفروری ۱۹۸۴ء کو میری شادی ہوئی ۱۹۹۴ء تک دس سال تک ہمارے کوئی اولاد نہیں ہوئی، بہت علاج کرایا، بہت سے حکیموں ڈاکٹروں کو دکھایا بہت سے سیانوں کو دکھایا لوگ کہتے تھے کسی نے کوکھ باندھ دی ہے مگر کوئی کھولنے والا نہیں ملتا تھا گرمی کا موسم تھا جون کا مہینہ تھا نہ جانے کیوں مجھ سے زیادہ میری بیوی کو اولاد کی چاہت تھی ایک روز وہ بہت مایوس تھی ایک فقیر آیا اور کھانا کھلانے کو کہا، میری بیوی نے اس کو بٹھایا اور تازہ کھانا بنا کر کھلایا۔ اس نے کہا بیٹا تمھارے کوئی اولاد نہیں ہے؟ بیوی نے کہا نہیں اس نے سر پر ہاتھ رکھا اور دعا دی اللہ تمھیں اسی سال خوشی دکھائے۔ اس فقیر کی دعا لگی اور اگلے مہینہ خوشی کے آثار شروع ہو گئے مگر تیسرے مہینہ میری بیوی کی طبیعت خراب رہنے لگی ایک مہینہ پہلے اسپتال میں پھر گھر پر بیڈ ریسٹ کیا اس وقت راحت ہو گئی، مگر چھٹے مہینہ پھر دوبارہ طبیعت خراب ہو گئی ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ صفائی کروا دینی چاہئے ورنہ جان کا خطرہ ہے میری بیوی اس کے لئے تیار نہیں ہوئی اور بولی کہ میری جان چلی جائے گی تو جانے دیجئے آپ دوسری شادی کر لیجئے آپ کو تو اولاد ہو جائے گی اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ طبیعت ٹھیک ہو گئی خدا خدا کر کے دن پورے ہوئے۔ ولادت کا وقت آ گیا ضلع کے ایک بڑے اسپتال میں میری بیوی بھرتی ہو گئی، اتفاق سے ایک صاحبہ اسی وقت آ گئیں وہ قریب کے کسی گاؤں کی مسلمان خاتون تھیں اور لڑکیوں کے کسی مدرسہ میں پڑھاتی تھیں اور عالمہ تھیں، ان کے تین بیٹیاں تھیں اور یہ چوتھی ولادت تھی میری بیوی اور ان کا ایک وقت میں ولادت کا معاملہ پیش آیا ہمیں اولاد کی چاہت تھی اچھا ہے کہ بیٹا ہوا انھیں صرف یہ چاہت تھی کہ ایک کے بعد ایک

بیٹی کی پیدائش سے وہ عاجز تھیں انھوں نے پانچویں مہینہ الٹرا ساؤنڈ کرا کے چیک کرایا تھا
تو ڈاکٹروں نے بتایا کہ بیٹا پیٹ میں ہے ان کا خیال تھا کہ اگر بیٹی ہوگی تو ابھی اسقاط کرادیں
گے مگر ولادت سے چھ روز پہلے ولادت کا وقت اور موجودہ پوزیشن دیکھنے کے لئے الٹرا
ساؤنڈ کرایا تو معلوم ہوا کہ لڑکی ہے، وہ بہت پریشان تھے ان کے شوہر نے ڈاکٹر سے مشورہ
کیا اور اس کو ایک لاکھ روپئے دینا طے کیا کہ ایک دو روز میں کوئی ولادت ہو اور وہ لڑکا ہو تو
وہ ہماری لڑکی سے بدل دیں ڈاکٹر نے وعدہ کرلیا اور ساتھ میں کام کرنے والی نرسوں کو دو دو
ہزار روپئے دینے کا وعدہ بھی کیا اتفاق سے میری بیوی اس روز اسپتال میں داخل ہوئی اور
دو گھنٹے پہلے اس عالمہ کے بیٹی پیدا ہوئی اور دو گھنٹے بعد ہماری بیوی کے بیٹا پیدا ہوا ڈاکٹر
نے ہمیں بتایا کہ بیٹی پیدا ہوئی اور بیٹا ان کو دے دیا عالمہ کے شوہر جو خود ایک داڑھی والے
مسلمان تاجر تھے ایک لاکھ چار ہزار روپئے علاوہ اسپتال میں ولادت کے خرچ کے ڈاکٹر کو
بچہ بدلنے کے لئے دیئے ہمارے لئے تو اولاد ہونا کافی تھا، ہمارے آنگن میں اللہ نے اس
فقیر کی دعا سے اس سال خوشی دکھائی لڑکی کا نام ہم نے مسکان رکھا اس کے دو سال کے
بعد اللہ نے ہمیں بیٹا دیا، پچھلے سال ڈاکٹر صاحب کی اسٹاف نرس سے بات بگڑ گئی ہمارا
ٹرانسفر ہو گیا اور ہم نے دیوریا چھوڑ دیا اس نرس نے لوگوں میں شور کر دیا کہ اس ڈاکٹر نے
لاکھوں روپئے لے کر بچہ بدلا ہے اور کسی دوسرے کا لڑکا حاجی صاحب کو دے دیا ہے اس پر
قصبہ میں خوب شور مچ گیا کہ ایسا ظلم ہو گیا لوگ حاجی صاحب کے پاس جاتے وہ کہتے ایسا
بالکل نہیں ہے وہ عالمہ بھی قسمیں کھالیتی کہ یہ بدنام کرنے کی سازش ہے مگر وہ نرس کہتی میں
اپنا فرض سمجھ کر کہتی ہوں کہ وہ لڑکی جو برہمن ماسٹر صاحب کے یہاں ہے وہ مسلمان ہے
بعض مسلمانوں نے اس کے لئے کوشش بھی کی مگر ان لوگوں نے بات کو دبانے کی کوشش کی

میں بلیا میں رہ رہا تھا بلیا کے کچھ لوگوں کو اس کا پتہ لگا میری بچی اسکول میں پڑھ رہی تھی بلیا کے ایک ڈاکٹر صاحب جو ہومیو پیتھک تھے ان کو اس کیس کا علم ہوا، انھوں نے دیوریا جا کر ان حاجی صاحب پر بہت زور ڈالا کہ آپ اپنے خون کو ہندو گھرانہ میں پال رہے ہیں مگر وہ بالکل نہ مانے، ڈاکٹر صاحب نے اپنی بچی کو میری بچی کے ساتھ اسکول میں داخل کیا اور رفتہ رفتہ اس کی ذہن سازی کی کہ وہ مسلمان کی بچی ہے اور اس طرح اسپتال کے عملہ نے خیانت کی ہے اور اس کو ایمان کے بغیر ہمیشہ کی جہنم میں جلنے سے ڈرایا کسی طرح فون نمبر لے کر اس کی ماں سے فون پر بات کرائی اس نے اپنی ماں سے کہا میں مسلمان ہو کر آپ کے پاس آنا چاہتی ہوں اس کی ماں نے صاف منع کر دیا کہ تمھارا میرا کوئی رشتہ نہیں یہ بات سب غلط ہے اور ہمیں بدنام کرنے کے لئے ایسا کیا جا رہا ہے ڈاکٹر صاحب ارمغان پڑھتے ہیں اور دعوتی جذبہ رکھتے ہیں انھوں نے اپنی بچی کو اس پر لگایا کہ اس بچی کو اسلام پر جمانے کی کوشش کریں لڑکی نے اس کو کلمہ پڑھایا اور اس کا نام بشریٰ رکھا لڑکی گھر چھوڑ کر کسی مدرسہ میں جانے کو تیار ہو گئی وہ گھر میں رہ کر گھٹن محسوس کرنے لگی ایک روز ڈاکٹر صاحب کی بیٹی نے اپنے چچا کے ساتھ اس کو لے کر لکھنؤ لڑکیوں کے مدرسہ میں داخل کرنے کا پروگرام بنایا وہ لڑکی کو لے کر نکل گئی مگر ہمیں پتہ لگ گیا، پولس میں رپورٹ کی گئی اور لڑکی برآمد ہو گئی ڈاکٹر صاحب کے بھائی اور لڑکی کو گرفتار کر لیا گیا بعد میں ڈاکٹر صاحب بھی گرفتار ہوئے ہمارے اسکول میں ایک مسلمان ماسٹر امیر احمد پڑھاتے تھے وہ میرے اچھے دوست تھے ڈاکٹر صاحب کے گھر والے ان ماسٹر صاحب سے ملے اور اپنی غلطی کی معافی چاہی، ڈاکٹر صاحب کے دادا بہت بوڑھے آدمی تھے وہ آکر بہت رونے لگے اور میرے پاؤں پکڑنے لگے ماسٹر امیر احمد نے بھی میری خوشامد کی بوڑھی آنکھوں کو روتا دیکھ

کر مجھے بھی ترس آگیا، بہر حال میں نے ان سب کو آزاد کر دیا اور تھانہ سے مقدمہ ختم کروا دیا، ڈاکٹر عبدالمومن صاحب دہلی جارہے تھے وہ آپ کے والد صاحب سے ملے اور پوری کہانی سنائی، ایک عالمہ کے اپنی مسلمان بچی قبول کرنے سے انکار سے ان کو حیرت ہوئی پوری کہانی سننے کے بعد انھوں نے ڈاکٹر صاحب کو مشورہ دیا کہ مسئلہ کا سب سے آسان حل یہ ہے کہ آپ اس بچی کے نئے والدین ماسٹر صاحب اور ان کی اہلیہ کو دعوت دیں انھوں نے کہا کہ ہمیں ڈر لگتا ہے تو انھوں نے ان کو چند روز دعوتی کیمپ میں لگانے کو کہا دہلی میں تین مہینہ کا دعوتی کیمپ چل رہا تھا ڈاکٹر صاحب تین روز تک کیمپ میں رہے اور پرانے داعیوں کے ساتھ جا کر دعوت کا طریقہ پریکٹیکل سیکھا جاتے وقت اصرار کیا کہ کسی داعی کو میرے ساتھ بھیج دیں ایک ڈاکٹر صاحب آسام سے آئے ہوئے تھے حضرت نے ان کو ڈاکٹر عبدالمومن کے ساتھ بھیج دیا، ڈاکٹر صاحب ان آسامی ڈاکٹر کو لیکر ہمارے پاس آئے اسکول میں ان سے ملاقات ہوئی پہلے تو ڈاکٹر عبدالمومن کو دیکھ کر مجھے غصہ آیا میں سمجھا کہ وہ اس لڑکی کو ہم سے مانگنے آئے ہیں ڈاکٹر صاحب بولے یہ آسام کے رہنے والے ڈاکٹر صاحب ہیں بڑے پہنچے ہوئے صوفی ہیں آپ سے ملنے آئے ہیں میں نے صاف صاف کہہ دیا یہ بچی ہمیں مالک نے ایک فقیر کی دعا سے بڑی آرزوؤں کے بعد دی ہے میں مر تو سکتا ہوں مگر اس لڑکی کو نہیں چھوڑ سکتا ڈاکٹر رفیق صاحب جو آسام والے تھے انھوں نے کہا آپ کو اس لڑکی سے محبت ہے، آپ اس کو ہمیشہ ساتھ رکھنا چاہتے ہیں نہ؟ میں نے کہا بالکل انھوں نے کہا ہم بھی آپ کے پاس اسی لئے آئے ہیں کہ وہ بچی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے اس لئے کہ وہ بچی مسلمان ہے اور وہ موت کے بعد جنت میں جائے گی آپ اس کے ساتھ ہمیشہ تب رہ سکتے ہیں جب آپ مسلمان ہو جائیں ورنہ موت کے بعد آپ کو اس کو

چھوڑنا پڑے گا ڈاکٹر صاحب نے بہت ہی محبت سے اسلام سمجھانے کی کوشش کی اسلام میری سمجھ میں آ گیا میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا آپ میری بیوی سے بات کرلیں اگر وہ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے تو میں مسلمان ہونے کو تیار ہوں، ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ کی سمجھ میں بات آئی کہ نہیں؟ میں نے کہا میں تو سمجھ گیا ہوں انھوں نے کہا آپ ابھی خود کا کلمہ پڑھ لیجئے بیوی صاحبہ کو مت بتایئے جب وہ تیار ہو جائیں گی ان کے ساتھ دوبارہ کلمہ پڑھ لیجئے اگر آپ کی موت آ گئی تو کم از کم آپ تو دوزخ سے بچ کر اپنی لاڈلی بیٹی کے ساتھ جنت میں جائیں گے میں تیار ہو گیا میں نے کلمہ پڑھا اور ڈاکٹر صاحب کو بتایا کہ آپ میری بیوی سے کہئے کہ مسلمان فقیر کی دعا سے اللہ نے تمھارے آنگن کو بھرا ہے وہ اس فقیر کی بڑی معتقد ہے ڈاکٹر صاحب شام کو ہمارے گھر آئے رات تک ہم دونوں کو سمجھاتے رہے میں ذرا سخت بنا رہا شروع میں مسلمانوں نے ہمارے ساتھ کیسا دھوکہ کیا اس کا طعنہ دیتا رہا میری بیوی نرم پڑھتی تو میں ذرا سخت ہو جاتا وہ مجھ سے کہتی ان کو کہنے تو دیجئے رات کے بارہ بجے اللہ نے اس کا دل پھیر دیا رات میں بارہ بجے انھوں نے ہم دونوں کو دونوں بچوں کے ساتھ کلمہ پڑھایا میرا نام محمد اسعد میری اہلیہ کا نام سعیدہ رکھا بیٹی کا نام بشریٰ بیٹی نے خود طے کیا اور اپنے بھائی کا نام میری بیٹی نے محمد خالد رکھا۔ ڈاکٹر صاحب نے ہم سبھی کو دہلی جا کر حضرت صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا، دو روز ڈاکٹر صاحب ہمارے گھر رہے اور دن بھر وہ ڈاکٹر عبدالمومن کو لے کر لوگوں کے پاس جاتے تھے دو روز میں ڈاکٹر صاحب نے ۳۲ رلوگوں کو کلمہ پڑھوایا تیسرے روز سنیچر کو ہم لوگوں نے دہلی جانے کا پروگرام بنایا اور حضرت صاحب سے ملاقات کی حضرت نے ہمیں بہت مبارک باد دی ہماری اہلیہ حضرت کے گھر والوں سے مل کر بہت خوش ہوئیں ہم نے

دہلی میں اپنے کاغذات بھی بنوائے، حضرت نے ہمیں جماعت میں جانے کا مشورہ دیا الحمدللہ دیوریا میں نے اپریل سے چلے میں وقت لگایا، ہماری جماعت پنجاب گئی بہت اچھا وقت لگا، وقت پورا ہوا اس سال میرا دوسرا چلہ لگا ابھی چلہ لگا کر میں آیا ہوں اس سال ہمارا چلہ بنگلور میں لگا۔

سوال: آپ کے بیٹے اور بیٹی کیا کر رہے ہیں؟

جواب: اسکول سے ہٹا کر ہم نے بھی گھر والوں کے مشورہ سے دونوں بچوں کو مدرسہ میں داخل کرا دیا ہے میرا بیٹا الہ آباد کے ایک مدرسہ میں پڑھ رہا ہے اور بیٹی اعظم گڑھ میں عالمیت کے اعدادیہ میں داخل ہے یعنی اس سال عربی اول میں آ گئی ہے میری اہلیہ نے اس سال قرآن مجید پڑھ لیا ہے وہ بھی اردو پڑھ رہی ہے۔

سوال: آپ کے اصلی بیٹے کا کیا ہوا، یعنی بڑے بیٹے کے بارے میں آپ کو علم ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے؟

جواب: مجھے اس کا بہت افسوس ہے حاجی صاحب نے اس کو عیسائیوں کے ایک اسکول سینٹ میری میں داخل کرایا ہے ڈاکٹر عبدالمومن اس سے ملے ہیں انھوں نے بتایا وہ بہت ماڈرن ذہن کا ہے اور اسلام کو بالکل دقیانوسیت سمجھتا ہے میں نے اس سال چھٹیوں میں اس سے پہلے فون پر بات کرنا شروع کی اور اس کو بتایا میں مسلمان ہو گیا ہوں تمھاری ماں بھی مسلمان ہو گئی ہے اس پر وہ بہت ناراض ہوا کہ میری ماں کیوں ہوئی اب یہ زمانہ ہندو مسلمان بننے کا نہیں اب نئے زمانے میں چاند ستاروں پر لوگ جا رہے ہیں یہ زمانہ ترقی کرنے کا ہے میرا دل بہت دکھا میں رات کو تہجد میں بہت رویا بہت دعا کی میرے اللہ وہ میرا خون ہے آپ نے مجھے یہاں ہدایت دی اور وہ عالم کی گود میں رہ کر عیسائی ہو رہا ہے

اس بار جماعت میں میری اس سے تین بار بات ہوئی وہ نرم ہو گیا ہے، اس نے ہمارے پاس آنے کے لئے بھی کہا ہے۔

سوال: آپ نے اپنے خاندان کے لوگوں پر کام نہیں کیا؟

جواب: میں نے ڈاکٹر صاحب کو آسام سے دوبارہ بلایا تھا الحمد للہ میرے بڑے بھائی اور ان کے دو بیٹے مسلمان ہو گئے ہیں میری اہلیہ کی ایک بہن نے بھی کلمہ پڑھ لیا ہے اب حضرت مولانا کے مشورہ سے میں نے دعوتی کیمپ میں شریک ہونے کا پروگرام بنایا ہے حضرت نے مجھ سے کہا ڈاکٹر صاحب آپ کب تک آسام بنگال سے لوگوں کو بلائیں گے خود مرغی پالیئے۔ آپ بھی دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے داعی بنا دے۔

سوال: واقعی اللہ کی عجیب شان ہے اللہ تعالیٰ نے کس طرح آپ کے لئے ہدایت کے دروازے کھولے؟

جواب: الحمد للہ جس روز سے میں نے کلمہ پڑھا ہے اس کے چند روز بعد سے روزانہ دو رکعت نماز صلوٰۃ الشکر اور دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھتا ہوں، کہ میرے اللہ آپ نے کس طرح میری ہدایت کا انتظام فرمایا اور اس کی دعا کہ اللہ مجھے ایمان پر خاتمہ عطا فرمائے اور کتنے لوگ مجھ سے اچھے ہدایت سے محروم ہیں ان کو بھی ہدایت عطا فرمائے۔ الحمد للہ ان چار رکعتوں کی کبھی ناغہ نہیں ہوئی۔

سوال: آپ قارئین ارمغان کے لئے کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: میں تو وہی کہتا ہوں جو ہمارے حضرت کہتے ہیں ایسا لگتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کا فیصلہ فرما چکے ہیں بس ہم اس ہدایت کو اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرانے کے لئے کچھ ذرا بیدار ہو جائیں۔

سوال: واقعی بالکل ایسا ہی لگتا ہے ایسی تو یہ بات بہت دنوں سے کہتے ہیں پہلے تو یہ بات عجیب لگتی تھی مگر اب تو اس سے انکار کی گنجائش نہیں بہت بہت شکریہ ماسٹر صاحب آپ ہمارے لئے دعا فرمائیے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماخوذ از ماہنامہ ارمغان، جولائی ۲۰۱۰ء

۸۸ داعی کے اخلاق نے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا

محترمہ مومنہ تبسم عبدالکریم (ارچنا) سے ایک ملاقات

اقتباس

زندگی کا سفر جاری ہے، ڈاکٹر صاحب دو سال سے عید کے موقع پر سب لوگوں کے لئے کپڑے اور عیدی بھیجتے ہیں ان کے ہم زلف محمد یونس بھائی تحفے تحائف لے کر آتے ہیں، دو بار میں بھی لکھنؤ جا چکی ہوں ان کا گھر مجھے اپنا میکہ لگتا ہے اور اسی انداز سے ہم جاتے اور آتے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ یہ رشتہ برقرار رہے اور ہم سب لوگ آخرت میں کامیاب ہوں، ایک شعر پر اپنی داستان ختم کرتی ہوں، میں نے یہ شعر اکثر ڈاکٹر صاحب کی زبان سے سنا ہے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں، میں اسی لئے نمازی

۲۹ر نومبر ۲۰۰۳ء کی خوش گوار صبح تھی موسم کہر آلود تھا، ذرا سی خنکی بھی تھی تقریباً ۹ بجے صبح میں اپنی بچی سمتا کو گود میں لے کر کانپور سے لکھنؤ جانے والی بس پر بیٹھ گئی، تھوڑی دیر بعد بس چل پڑی اور مسافروں نے اپنا اپنا ٹکٹ بنوانا شروع کیا میں نے بھی ٹکٹ بنوانے کے لئے اپنا پرس کھولا تو میرے ہوش اڑ گئے جو روپے میں نے رکھے تھے وہ

اس میں نہ تھے، ہاتھ پاؤں پھولنے لگے، سانسیں تیز تیز چلنے لگی بار بار پرس الٹتی پلٹتی رہی، بمشکل تمام کل بتیس روپئے نکلے، جب کہ کرایہ اڑتیس روپئے تھا اب کنڈ یکٹر شور مچانے لگا کہ کس نے ٹکٹ نہیں بنوایا ہے۔ میں ڈری سہمی اٹھی اور کنڈ یکٹر کو بتیس روپے تھما کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی، کنڈ یکٹر تیز تیز چیخنے لگا کہ پورے پیسے لاؤ، میں بالکل خاموش تھی، کچھ بولا نہیں جا رہا تھا طرح طرح کے خیالات دل ودماغ پر چھائے ہوئے تھے بس گنگا ندی پر سے گذر رہی تھی کہ کنڈ یکٹر نے پھر کہا کہ پورے روپئے لاؤ ورنہ بس سے اتر جاؤ، اور اس نے بس رکوادی، مجھے اترنے کے لئے بار بار کہہ رہا تھا ،پوری بس میں سناٹا چھایا ہوا تھا سارے پسنجر مڑکر میری طرف دیکھ رہے تھے اور میں مارے شرم کے سردی میں بھی پسینے پسینے ہو رہی تھی۔

اتنے میں ایک صاحب نے جو کالی شیروانی زیب تن کئے ہوئے ڈرائیور کے پیچھے والی سیٹ پر اخبار پڑھ رہے تھے، کنڈ یکٹر سے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے جواب دیا ارے یہ میڈم پورے پیسے نہیں دے رہی ہیں اور اتر بھی نہیں رہی ہیں، انہوں نے ایک اچٹتی نظر سے میری طرف دیکھا اور پھر کنڈ یکٹر سے پوچھا کتنے روپے کم ہیں؟ اس نے بتایا چھ روپئے کم ہیں ان صاحب نے دس روپئے کا نوٹ دیتے ہوئے کہا کہ اس میں سے لے لو اور پھر بس چل پڑی بس تیز رفتار درختوں، مکانوں اور دکانوں کو پیچھے چھوڑتی بھاگتی جا رہی تھی اور میں قدرے اطمینان سے مختلف احساسات وخیالات میں کھوئی ہوئی تھی لکھنؤ آ گیا اور میں جھٹ سے بس سے اتر کر کنارے کھڑی ہوگئی سوچا کہ ان بھلے آدمی کا شکریہ ادا کرلوں۔

جب وہ صاحب اترے تو میں نے آگے بڑھ کر ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کو سنبھالنے کی کوشش کی وہ صاحب بولے ارے کوئی بات نہیں ہے

اور جانے لگے، پھر اچانک مڑ کر پوچھا بات کیا ہوئی تھی، ان کا یہ سوال غالباً اس لئے تھا کہ میں دیکھنے میں خوش حال لگ رہی تھی، بہترین لباس اور زیورات پہن رکھے تھے، میں نے بتایا کہ بھائی صاحب گھر سے نکلی تو خیال تھا کہ پرس میں روپے ہیں مگر معلوم نہیں کیا ہوا انھوں نے کہا: ایسا ہو جاتا ہے، آپ کو جانا کہاں ہے؟ میں نے بتایا کہ حسین گنج میں رہتی ہوں پیدل چلی جاؤں گی، انھوں نے کہا کہ بچی گود میں ہے بیگ بھی وزنی معلوم ہوتا ہے (جو واقعی وزنی تھا) آپ یہ روپے لیجئے اور رکشہ سے چلی جائیے، اور بیس روپے کا نوٹ میری طرف بڑھایا۔ میں نے پہلے معذرت کی مگر انہوں نے زبردستی وہ نوٹ مجھے دیا اور چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد میں نے رکشہ کیا اپنے گھر پہونچ گئی لیکن دل میں ایک ایسا نقش بیٹھ چکا تھا کہ اب کبھی مٹ نہیں سکتا تھا، شام کو اپنے شوہر امت کمار سے پوری داستان سنائی، وہ بھی بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ ان کا نام پتہ اور فون نمبر وغیرہ لے لیا ہوتا، مجھے بھی بڑا افسوس ہوا کہ یقیناً نام پتہ معلوم کر لینا چاہئے تھا مگر صحیح بات یہ ہے کہ اس وقت میری عقل گم تھی۔ اب میں دن رات بار بار یہی بات سوچتی اور دل چاہتا کاش ایسے بھلے انسان سے پھر ملاقات ہوتی۔ کئی دن گذر گئے میں اور میرے شوہر اکثر تذکرہ کرتے، ان کو یاد کرتے راہ چلتے نظریں انہیں تلاش کرتیں، بہت سے ایسے افراد شیروانی ٹوپی اور داڑھی میں جب دکھائی دیتے تو امت کہتے ان میں پہچانو مگر اب وہ کہاں ملتے۔

تقریباً تین ماہ بعد ایک روز ہم دونوں مارکیٹنگ کرتے ہوئے کچہری روڈ امین آباد سے گذر رہے تھے کہ اچانک میری نظر ایک صاحب پر پڑی جو کرتہ پاجامہ میں تھے مگر دیکھتے ہی دل نے کہا کہ یہ تو وہی صاحب ہیں جب تک میں فیصلہ کرتی اور امت کو بتاتی وہ ہم لوگوں کے قریب سے آگے نکل گئے میں نے امت سے کہا کہ شاید یہ وہی صاحب ہیں

ذرا پوچھو، امت لپکے اور ان کو روکا۔ میں بھی قریب پہونچی تو یقین ہو گیا کہ وہی صاحب ہیں جن کو ہم تلاش کرنا چاہتے تھے، ہم نے ان کو نمستے کہا وہ حیرت سے ہم لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا آپ نے مجھے پہچانا؟ انہوں نے کہا معاف کیجئے گا میں تو نہیں پہچان سکا، مجھے اندر سے تکلیف سی محسوس ہوئی کہ جس شخص کی شکل وصورت گذشتہ تین چار ماہ سے دل ودماغ میں بسی ہوئی تھی وہ مجھے نہیں پہچان رہا ہے۔ امت نے کہا سوچئے اور پہچانئے انہوں نے کہا نہیں بالکل یاد نہیں ہے برائے کرم کچھ بتایئے، میں نے کہا کہ تین چار ماہ پہلے کانپور سے آتے ہوئے بس میں ملاقات ہوئی اور آپ نے میری مدد کی تھی اب وہ ہنسنے لگے اور بولے آیئے چائے پیتے ہیں اور یہ کہہ کر قریب کے ایک ہوٹل میں بیٹھ گئے ہم لوگ ان سے ملنے کے لئے بے قرار تھے اس لئے فوراً ان کی پیش کش قبول کر لی، اب سب سے پہلے تو ہم لوگوں نے ان کا شکریہ ادا کیا اپنی مجبوری بیان کی اور اپنی کیفیت بیان کرتے رہے وہ بار بار یہی کہتے کہ بھائی چھوڑیے ان سب باتوں کو کوئی ایسی بات تو نہیں تھی کہ آپ لوگ اس قدر یاد کرتے رہے۔ امت نے ڈائری نکالی اور کہا جناب اپنا اسم گرامی اور فون نمبر وغیرہ لکھا دیجئے۔ انھوں نے نام اور فون نمبر و پتہ لکھایا اور امت کا پتہ و نمبر وغیرہ ایک کاغذ پر لکھ لیا۔ معلوم ہوا کہ یہ جناب سرائے میر اعظم گڑھ کے رہنے والے ہیں (اس واقعہ میں نام حذف کر دیا گیا ہے تا کہ اس واقعہ اخلاص میں شہرت کا داغ نہ لگے) امت نے میرے کہنے پر گذارش کی کہ چائے کا پیسہ ہمیں دینے دیجئے۔ وہ کسی طرح آمادہ نہیں ہو رہے تھے میں نے کہا ڈاکٹر صاحب مجھے بڑی خوشی ہوگی کہ چائے کا پیسہ میں دوں، وہ خاموش ہو گئے اور امت نے پیسہ دے دیا۔

اب ہم نے آہستہ سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! ایک بات کہوں آپ کچھ محسوس نہ کیجئے گا، یہ پچیس روپے برائے کرم رکھ لیجئے، وہ قدرے بلند آواز میں بولے بھئی یہ کیا

بات کرر ہے ہیں، اگر یہ پہلی اور آخری ملاقات ہے تو کوئی بات نہیں ہے ورنہ ایسی باتیں نہ کیجئے مگر امت نے بہت زبردستی پچیس روپے ان کی جیب میں ان کے منع کرنے کے باوجود رکھ دئے۔

اب میں نے کہا ڈاکٹر صاحب کبھی میرے گھر تشریف لائیے، انہوں نے کہا ہرگز نہیں کبھی نہیں آؤں گا، دو باتیں آپ لوگوں نے زبردستی منوالیں، میری شرط ہے کہ پہلے آپ لوگ میرے گھر آئیے۔ تھوڑی تکرار کے بعد ہم لوگوں نے وعدہ کرلیا کہ جلد ہی ہم ضرور آئیں گے اور پھر ہم لوگ رخصت ہوگئے۔

اگلے ہی اتوار کو امت نے کہا چلو ڈاکٹر صاحب کے گھر چلیں فون کیا تو انہوں نے کہا تشریف لائیے میں انتظار کروں گا حسب وعدہ شام کو ہم لوگ چلے، یقین کیجئے زندگی میں پہلی بار ایسا محسوس ہو رہا تھا میرا کوئی بھائی ہے اور میں اپنے بھائی کے گھر جارہی ہوں۔ میرا کوئی حقیقی بھائی یا بہن نہیں ہے، ماں باپ کا بھی کافی دنوں پہلے انتقال ہو چکا تھا اب جو لوگ بھی ہیں وہ سسرالی رشتہ دار ہیں۔

ہم پہونچے تو ڈاکٹر صاحب اپنے آفس کے باہر انتظار کر رہے تھے۔ بڑی محبت سے ملے اور فوراً گھر میں لے گئے، بٹھایا اور کچن میں اپنی اہلیہ ام سلمہ اعظمی سے ملاقات کرائی جو میری عمر کی ہیں، یا سال دو سال کی چھوٹی ہوگی۔ ان سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی بڑی ہنس مکھ ملن سار اور سلیقہ مند ہیں۔ ضیافت کا اچھا خاصا اہتمام کیا تھا چائے کے دوران ہی میں نے کہا ڈاکٹر صاحب اگر آپ اجازت دیں اور حرج نہ ہو تو روٹی میں پکا دوں اس لئے کہ بچہ رو رہا ہے اور بھابھی پریشان ہیں۔ انہوں نے کہا بھابھی سے پوچھ لو تم اپنے ہی گھر میں ہو، ان کی اس بات سے مجھے حد درجہ خوشی ہوئی میں نے بہت کہا کہ کھانا پکانے میں مدد کروں مگر بھابھی نے کہا: اب جب دوبارہ آئیے گا تو کھانا پکائیے گا۔ اس دوران

میں تو بھابھی سے باتیں کرتی رہی اور ڈاکٹر صاحب امت کو بہت سی کتابیں دکھاتے رہے ۔امت کتابوں کے دیوانے ہیں تقریباً دو ڈھائی گھنٹہ بعد جب ہم چلنے کو تیار ہوئے تو امت نے دسیوں کتابیں لے لی تھیں ۔چلتے ہوئے بھابھی نے ایک پیکٹ دیا اور کہا اسے گھر جا کر کھولئے گا۔ہم لوگ گھر پہونچے دس بج چکے تھے، پیکٹ کھولا تو حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی ایک ساڑی بلاؤز اور میری بیٹی سحا کے لئے ایک فراک اور ایک کلو مٹھائی کا ڈبہ تھا۔

اب کیا تھا امت آئے دن ڈاکٹر صاحب سے ملتے رہے کتابیں لاتے رہے ۔رات رات بھر پڑھتے اور واپس پہنچاتے رہے ۔میں بھی کتابیں پڑھتی تھی ،شانتی مارگ ،مکتی مارگ ،جیون مرتیو کے پشچات ،اسلام دھرم ،اسلام جس سے مجھے پیار ہے، چالیس حدیثیں ،قرآن کا پرتیچے اور قرآن کا ترجمہ ،سب کچھ پڑھ ڈالا ،چار پانچ بار میں بھی ڈاکٹر صاحب کے گھر گئی ۔جب بھی جاتی اور واپس آتی تو بھابھی کچھ نہ کچھ کپڑے ،کھلونے ،کھانے پینے کی چیزیں یا کچھ اور چیزیں ضرور دیتیں ،دو تین بار وہ بھی ہمارے ساتھ ہمارے گھر آئیں ہم لوگ ایک دوسرے سے کافی قریب ہو چکے تھے امت اکثر ڈاکٹر صاحب سے ملتے رہتے اور وہ بھی فون کر کے ان کو بلا لیتے ،مگر ایک سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا بار بار کہنے کے باوجود ڈاکٹر صاحب ہمارے گھر نہیں آئے ۔ہر بار کوئی مجبوری یا عذر بیان کرتے اور پھر آنے کا وعدہ کرتے ۔ایک بار ہم لوگ ان کے گھر گئے ،تو معلوم ہوا طبیعت کچھ خراب ہے بدن سنسنا رہا ہے اور بھابھی اپنی ناراضگی ظاہر کر رہی ہیں ،معلوم ہوا کہ آج ہی کسی اجنبی مریض کو خون دے کر آئے ہیں جب کہ دو ماہ پہلے بھی کسی مریض کو خون دیا تھا۔ بھابھی ناراض ہو رہی تھیں اور وہ کہہ رہے تھے اگر خون دے کر کسی کی جان بچ سکتی ہے تو کیا حرج ہے؟ میں نے بھابھی کی حمایت کی۔

امت آتے ، اکثر کوئی نہ کوئی واقعہ بتاتے اور حیرت وخوشی سے بار ہا تذکرہ کرتے مثلاً آج ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تھی ۔ایک لسٹ لئے بیٹھے تھے دیکھو آٹا، دال، چاول اور یہ سامان لانا ہے۔میں پہونچ گیا تو بیٹھے رہے باتیں ہوتی رہیں اسی درمیان ندوہ کا ایک طالب علم آیا، کچھ دیر بعد اس نے اپنی ضرورت بیان کی ۔ڈاکٹر صاحب نے چار سو روپے اس کو دے دئے اور سامان لانا رہ گیا۔

ایک بار کہنے لگے آج ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تھی ساتھ میں امین آباد گئے تھے ایک کمبل تین سو پچاس روپے میں خریدا اور واپس آرہے تھے راستے میں ایک نقاب پوش خاتون ملی اور کہا کہ مولوی صاحب بچے سردی کھا رہے ہیں، ایک لحاف دلا دیجئے ، اتنا کہنا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے وہ کمبل اس کو تھما دیا اور خالی ہاتھ گھر چلے گئے۔

اس درمیان امت میں غیر معمولی تبدیلی آچکی تھی۔پوجا کرنا اور مندر جانا بالکل چھوڑ دیا تھا۔جب کہ پہلے اس کی پابندی کرتے تھے۔گھر سے تمام تصویروں اور مورتیوں کو ہٹا دیا اور ہم لوگ عجیب سی تبدیلیاں محسوس کرنے لگے۔اس دوران ڈاکٹر صاحب سے بار بار گھر آنے کو کہتے مگر وہ ٹال جاتے ایک رات تقریباً گیارہ بجے امت نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب ایک ہاتھ میں آٹے کا تھیلا اور دوسرے ہاتھ میں چاول دال اور کچھ سامان لٹکائے ہوئے ہماری گلی کے قریب والی دوسری گلی کی طرف مڑے ہیں۔امت پیچھے لگ گئے اور قریب جا کر پوچھا آپ اس وقت یہاں یہ کیا ہے؟ پہلے تو انہوں نے ٹالنا چاہا مگر پھر بتایا کہ یہاں ایک بوڑھی خاتون رہتی ہے ان کا کوئی سہارا نہیں۔میں کبھی کبھار یہ سامان پہنچا دیتا ہوں، پھر امت کو ساتھ لے کر گئے سامان دیا کچھ روپے دیئے۔واپس لوٹے اب امت نے اصرار کیا کہ گھر چلئے انہوں نے کہا کافی رات ہوگئی ہے پھر آئیں گے مگر امت زبردستی گھر لے آئے ، اپنے گھر میں انہوں نے دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی میں جلدی سے

کھانے پینے کا انتظام کرنے لگی۔ انہوں نے کہا ہم تو کھانا کھا چکے ہیں، چائے بنا لو بس کھانا پھر کبھی کھائیں گے، بہر حال جو کچھ تھا پیش کیا باتیں ہونے لگیں اور بالآخر امت بولے اب بہت دن ہو گئے ہم لوگ کب تک اسی طرح رہیں گے ڈاکٹر صاحب نے کہا جلدی کیا ہے؟ ہم نے کہا اگر درمیان میں موت آ گئی تو؟ اب ڈاکٹر صاحب بالکل خاموش تھے، تقریباً ایک بجے امت ان کو پہونچانے گئے جب واپس آئے تو ہم لوگ رات بھر سو نہ سکے اور ایمان، اسلام، جنت، دوزخ اور ڈاکٹر صاحب اور اس بوڑھی خاتون کی باتیں کرتے رہے۔

اسی طرح تین چار ماہ گذر گئے، نماز کی کتاب سے اور بھابھی سے نماز پڑھنا سیکھ لیا اور ہم لوگ پابندی سے نماز پڑھنے لگے اسی دوران امت کا ٹرانسفر ہو گیا اور ہم لوگ لکھنؤ سے غازی آباد آ گئے، یہاں سے ہم لوگوں نے نئی زندگی کا آغاز کیا ہے میں ارچنا سے مؤمنہ تبسم، امت عبدالکریم اور سمتا عظمیٰ ہو چکی ہیں۔ زندگی کا سفر جاری ہے، ڈاکٹر صاحب دو سال سے عید کے موقع پر سب لوگوں کے لئے کپڑے اور عیدی بھیجتے ہیں ان کے ہم زلف محمد یونس بھائی تحفے تحائف لے کر آتے ہیں، دوبار میں بھی لکھنؤ جا چکی ہوں ان کا گھر مجھے اپنا میکہ لگتا ہے اور اسی انداز سے ہم جاتے اور آتے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ یہ رشتہ برقرار رہے اور ہم سب لوگ آخرت میں کامیاب ہوں، ایک شعر پر اپنی داستان ختم کرتی ہوں، میں نے یہ شعر اکثر ڈاکٹر صاحب کی زبان سے سنا ہے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں، میں اسی لئے نمازی

(ماخوذ از ماہنامہ "اللہ کی پکار" دسمبر ۲۰۰۷ء)

۸۹ اسلامی قوانین کی فطرت سے ہم آہنگی

حسینہ بیگم (راج کماری) کے قبول اسلام کی ایمان افروز روداد

اقتباس

بالآخر اس نے ایک دن قبول اسلام کی تمنا کی، اور اپنی خوشی سے خدائے واحد کی پرستار ہوگئی، اس نے یہ اصول بھی معلوم کیا کہ اسلام دین فطرت ہے وہ کسی مرد یا عورت کو فطرت کے خلاف نبرد آزمائی پر مجبور نہیں کرتا، چنانچہ ایک دن جب اسے امام صاحب کی بیوی نے نکاح کی تلقین کی، تو وہ ان کے الفاظ سن کر حیرت میں رہ گئی اس نے کہا: ہمارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے جو بھی اس سنت سے منہ پھیرے گا وہ ہم میں سے نہیں ۔سندر کماری کو ایک سادھو کے الفاظ یاد آئے کہ ''فطرت کے خلاف جنگ ناممکن ہے'' اور وہ عمیق خیالات میں کھوگئی۔

ذیل میں ہم ایک نو مسلم خاتون کے احوال درج کر رہے ہیں جسے حکیم شوکت علی گیلانی نے ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے شمارہ دسمبر ۱۹۷۶ء کے لئے قلم بند کیا تھا، ہم نے یہ حالات وکوائف ڈاکٹر عبدالغنی فاروق کی مشہور کتاب ''ہمیں خدا کیسے ملا'' سے اخذ کئے ہیں، اس لئے اس مضمون کے ناموں اور مقامات کے بارے میں ہمیں کوئی تفصیل حاصل نہیں ہوسکی۔ (ادارا)

دیا نگر کے مہاراجہ ان چند والیان ریاست میں سے تھے، جو وضع داری اور

تعلیم کے بظاہر متضاد اوصاف کے حامل تھے ان کے مذہب کو علوم جدیدہ کی روشنی نے کوئی صدمہ نہیں پہنچایا تھا۔ لہٰذا ان کے لئے نہایت آسان تھا کہ شیلے اور کیٹس کی نظموں کا مطالعہ کرنے کے بعد مندر میں جا کر بت پرستی کریں۔

وہ ویدانت کے عمیق فلسفہ کو اوہام پرستی کے منافی خیال نہیں کرتے تھے اور اسپنسر اور برائس کے مقالات پڑھ کر بھی جاتر ک کے حامی تھے ان کی اکلوتی بیٹی سندر کماری تھی ، جو اپنے نام کی تفسیر تھی ۔حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت بھی شامل تھا ، مجسمہ حسن و معصومیت جہاں پہنچتی تھی اپنی شعلہ افروز نگاہوں سے لوگوں کے خرمن دل کو جلا دیتی تھی۔

یہ مجسمہ حسن ایک باہوش راج کمار کے قلب کی تسکین کا سامان ہوئی اور شادی کی مقدس زنجیر کی بدولت اس سے وابستہ ہو گئی ، شہزادہ بھی قسمت سے ویسا ہی ملا جیسا ملنا چاہئے تھا ، حسین شریف سمجھدار اور مخلص اس کا دل محبت سے لبریز تھا ، اور سندر کماری کے دل کے جذبات کو بھی سمجھتا تھا ، دونوں کو ایک دوسرے کی بدولت جنت حاصل تھی ، ان کی چھوٹی سی دنیا میں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔

مگر یہ کب ہوا ہے کہ دو دلوں کو راحت نصیب ہوئی ہو اور تفرقہ پرداز فلک چین سے بیٹھا ہو؟ راج کمار اور سندر کماری اسی دنیا کے فانی انسان تھے ، یہ بھی ان قوانین ابدی کے ماتحت تھے جن سے کسی کو چارہ نہیں غرض سندر کماری کو راج کمار کی فرقت کا صدمہ سہنا پڑا اور قدرت نے اس کے محبوب شوہر کو اس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔ سولہ برس کی سن میں ایک پیکر حسن و جمال کی بیوگی اور پھر ہندو قانون کے مطابق اس کا مدت العمر ایک زہرہ گداز سانحہ کے رنج والم کے لئے وقف ہو جانا۔ اب حالت یہ ہے کہ سندر کماری کو دنیا کی کسی چیز سے رغبت نہیں ہے وہ زیب وزینت جو نسوانی حسن کا تتمہ ہے اس کے جسم سے نا آشنا ہے ، وہ راحتیں جو جوانی کے لئے پیدا ہوتی ہیں وہ اس سے کوسوں دور ہیں اس

کے دل کی روشنی تاریکی سے تبدیل ہوگئی اور اب تمام دنیا اس کی نظر میں اندھیر ہے۔وہ اکثر کہتی ہے اور سچ کہتی ہے کہ کاش میں مرجاتی مگر موت کی آرزو کا پورا ہونا آسان نہیں ،آرزو جس چیز کی بھی ہو مدعا کے حصول کو دشوار بنادیتی ہے۔

وہ غم جو گلا گھونٹتا ہے اور دل میں دھواں پیدا کرتا ہے،اکثر انسان کو دنیا کی طرف سے مایوس کر کے ان ابدی حقیقتوں کی طرف متوجہ کر دیتا ہے،جن کو ہم روحانیت یا مذہب کہتے ہیں۔روح دنیا کی مسرتوں سے بیزار ہو کر ان مسرتوں کے اکتساب کی تلاش میں گم ہو جاتی ہے جن کو فنا نہیں۔سندر کماری نے بھی دنیا کی سے بیزار ہو کر مذہب کی طرف رجوع کیا اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہونچی کہ وہ اپنا گھر چھوڑ کر بنارس روانہ ہوگئی۔اس کے ضعیف باپ نے ہر چند کوشش کی کہ اسے کچھ دولت دیدے کہ وقت پر کام آئے یا کچھ اور ایسا بندوبست کردے کہ اسے تکلیف نہ ہو۔لیکن اس نے قبول نہ کیا اور کہا:”میں دھرم کے لئے باہر نکلی ہوں بھگتی میں مایا کا کیا کام؟“راجہ صاحب کو مجبور ہونا پڑا،اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ ان کی بیٹی کا ارادہ کس قدر مضبوط ہے۔اس کے علاوہ اس کے مذہبی ارادوں میں خلل ڈال کر اپنی عاقبت خراب کرنا نہیں چاہتے تھے۔دنیا کی وہ مقدس چیزیں جو ہمیں دور سے بہت دل فریب نظر آتی ہیں اکثر بہت ہی مکروہ اور خراب ہوتی ہیں۔کتنے راہب ایسے ہیں جو فی الحقیقت راہب ہوں،اور کتنے ہادی واقعی ہدایت کا کام کرتے ہیں؟جب سندر کماری بنارس پہنچی تو اسے بھی ان تلخ حقیقتوں کا احساس ہوا،اس کے رنج والم نے اس کی فطری کشش کو کم نہ کیا تھا اس کا ظاہر فریب حسن اب بھی تارک الدنیا راہبوں تک کو اپنا گرویدہ بنالیتا تھا،وہ بنارس جاتے ہی ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہوگئی،اس دنیائے تقدس میں جہاں گناہ کا نام لینا بھی گناہ تھا سندر کماری کو ہر در و دیوار سے گناہ کی آواز آنے لگی۔وہ حیران تھی کہ میں کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں اس زمین میں جہاں دنیاوی کثافتوں سے

بالاتر ہونے کی آرزومند ہوں، میرا امتحان اس قدر شدید کیوں لیا جاتا ہے، کیا دنیاں نیکوں سے خالی ہے؟ کیا تقدس ور ہبانیت کا خاتمہ ہو گیا؟ کیا کوئی متنفس ایسا نہیں جو اسے صحیح صحیح ہدایت کرے اور مجھے وہ راستہ دکھا سکے جہاں پہنچ کر میں تمام دنیا کو فراموش کر دوں؟

ایک روز اسی خیال میں مستغرق گنگا کے کنارے ایک تنہا مقام پر بیٹھی تھی اس کی آنکھوں میں کاشی میں آنے کے بعد سے اس وقت تک کے تمام نظارے پھر گئے، اکثر پنڈتوں کی بداخلاقی اور اس کی عصمت کے شدید خطرہ میں پڑ جانے کے وہ تمام واقعات اس کی نظر کے سامنے آ گئے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ان پجاریوں کے مقدمہ کی بھیانک تصویر بھی آ گئی جو معصوم عورتوں کو تہ خانہ میں رکھنے اور ان کی عصمت پر ڈاکہ ڈالنے اور ناجائز بچوں کے مار پھینکنے کے ہولناک جرائم میں ۱۹۰۳ء میں گرفتار ہوئے تھے۔ اس مقدمہ میں بنارس کے ایک تہ خانہ میں سے تقریباً ستر بچوں کی کھوپڑیاں نکلی تھی جن کو چھپانے کے لئے مار کر وہاں ڈال دیا گیا تھا، اس نے اپنے قلب کی حالت کو دیکھا اور اس پر یہ حقیقت اور بھی واضح ہو گئی۔ اس نے سوچا کہ اسے بہت اچھی طرح عبادت کرنی چاہئے۔ شاید اس سے مجھے اپنے نفس پر قابو حاصل ہو جائے اور میں فطرت کے مقابلہ میں کامیاب ہو سکوں۔ لہٰذا وہ تمام مندروں میں گئی اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں مانگیں کہ دیوتا اسے قدرت پر نہ سہی کم از کم اس کے نفس پر اسے فتح دلا دیں۔ یہ عمل ایک عرصہ تک جاری رہا لیکن کوئی نہ نتیجہ نکلا اور سندر کماری کے شکوک و شبہات ترقی ہی کرتے رہے۔ ایک دن وہ مندر سے نکل رہی تھی، اس نے دیکھا کہ ایک غریب آدمی مندر میں جانا چاہتا ہے لیکن کوئی اسے گھسنے نہیں دیتا، جب اس نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اچھوت ہے اور اگر وہ اندر گھس آیا تو مندر ناپاک ہو جائے گا۔ اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ بیچارہ انسان کیا ان دیوتاؤں کو ماننے والا نہیں ہے، پھر دیوتا کے پجاری اسے اپنے

معبود تک کیوں نہیں جانے دیتے ؟

اس نے قریب جا کر اس شخص سے پوچھا: ''تو کون ہے؟'' اس نے کہا: میں ایک غریب آدمی ہوں میں دیوتا کے درشن کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے گھسنے نہیں دیا جاتا کہ میرے جانے سے مندر ناپاک ہو جائے گا''۔ سندر کماری نے پوچھا: کیا تم انسان نہیں ہو؟ اس نے جواب دیا: میں انسان ضرور ہوں لیکن پنڈت کہتے ہیں کہ میرے چھونے سے ہر چیز خراب ہو جاتی ہے، جس کھانے کو میں چھو لیتا ہوں اور جس پانی کو میں پی لیتا ہوں حتیٰ کہ جس چیز پر میرا سایہ بھی پڑ جاتا ہے وہ بھی ناپاک ہو جاتی ہے۔ سندر کماری زیادہ نہ سن سکی وہ خیالات میں ڈوب گئی اور وہاں سے چلی گئی، چاندنی رات کی روشنی میں بنارس کی عالم گیری مسجد نے ایک خاص دلآویزی اختیار کر لی تھی، اس کے بلند میناروں پر ایک سکوت کا عالم طاری تھا اور اس کے گنبدوں کا شکوہ اور بڑھ گیا تھا۔ سندر کماری کھڑی ہوئی اس نظارہ کو دیکھ رہی تھی اور تعجب کر رہی تھی کہ کیا یہ عمارت بھی خود غرضیوں اور نفس پرستوں کا ویسا ہی مرکز ہے جیسا میں دوسرے معابد میں دیکھ چکی ہوں۔ وہ جانتی تھی کہ دنیا کی آبادی کا ایک حصہ مندروں سے علاحدہ ہے اور مسجدوں میں جا کر عبادت کرتا ہے، اب اس کے دل میں یکایک یہ خیال آیا کہ اس کے اندر عبادت کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے اندر کس کی عبادت ہوتی ہے؟ کیا اس میں وہ لوگ جمع ہوتے ہیں جو میری طرح مندروں سے بیزار ہیں؟ ان خیالات میں مستغرق اپنے وجود سے بے خبر وہ اس جگہ کھڑی رہی اور سوچتی رہی کہ یکایک اس نے اذان کی آواز سنی تھوڑی دیر کے بعد اس نے دیکھا ایک صفائی کرنے والا جھاڑو رکھ کر زینہ پر چڑھا اور مسجد میں داخل ہو گیا سندر کماری کے دل میں خیال پیدا ہوا، اب لوگ اس کو روکیں گے لیکن اسے کسی نے بھی اندر جانے سے منع نہ کیا، سندر کماری بہت حیران ہوئی اور وہ بھی مسجد میں داخل ہو گئی اور صحن کے گوشہ میں بیٹھ گئی۔ حلال خور نے

مسجد میں وضو کیا اور نماز میں شریک ہو گیا، سندر کماری نے خیال کیا کہ لوگوں نے اسے پہچانا نہیں ہے۔ اگر میں بتادوں تو یہ مسجد سے نکال دیا جائے گا۔ وہ ہمت کر کے اٹھی مسجد کے اندر گئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بلند آواز سے کہا یہ اچھوت ہے اور میرے سامنے جھاڑو دے رہا تھا، اس نے مسجد کو خراب کر دیا، حلال خور نے کہا میں مسلمان ہوں، مسلمانوں نے اس سے کچھ نہ کہا، بلکہ سندر کماری کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا تو کون ہے، جو اس شخص کو روکتی ہے؟ وہ حلال خور ضرور ہے مگر ہمارا بھائی اور خدا کا پرستار ہے۔ وہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتا ہے، اس میں کسی قسم کا حرج نہیں۔ کیونکہ اسلام فطری مذہب ہے اس میں جو شخص داخل ہوتا ہے وہ بھی پاک ہو جاتا ہے۔ سندر کماری کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اس نے دل میں سوچا کہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں جو اچھوتوں کو برا نہیں سمجھتے۔ لہٰذا اس نے اور جرأت کی اور ایک سفید پوش بزرگ کے پاس گئی جو امام تھے وہ بولی: ''مسجد کے پجاری مجھے اپنا دیوتا دکھاؤ جو سب آدمیوں کو برابر سمجھتا ہے اور کسی سے نفرت نہیں کرتا'' انہوں نے کہا: اس مسجد کے دیوتا کو کوئی نہیں دیکھ سکتا وہ ہر شخص کے دل میں ہے۔ صرف عبادت سے نظر آتا ہے۔ وہ ہر چیز کا مالک ہے دنیا کی کوئی چیز اس کے قبضہ سے باہر نہیں وہ ایک ہے نہ اس جیسا کوئی ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ تو کون ہے جو خدا کو دیکھنا چاہتی ہے؟

سندر کماری: بزرگ انسان کیا تم اسے پوجتے ہو جسے تم نے کبھی دیکھا نہیں؟

امام صاحب: ہاں وہی ایک پرستش کے قابل ہے، جس کا ہر چیز پر قابو ہے، اور وہ اپنے وجود کے لئے کسی کے دیکھنے کا محتاج نہیں۔

سندر کماری: کیا وہ میرے دل کو گناہ سے پاک کر دے گا؟

امام صاحب: اس میں سب طاقت ہے، جس طرح کوئی تاریکی سے نکل کر روشنی میں آجاتا ہے اور یکا یک روشنی کو دیکھ کر اس کی نگاہیں خیرہ ہو جاتی ہے اسی طرح راج کماری نے اس

مقدس انسان کی پاک نظروں میں کچھ دیکھا اور حیران رہ گئی لیکن تھوڑی دیر بعد اس نے کہا مجھے اپنے پاس رکھو اور اپنے خدا کی باتیں مجھے بتاؤ۔ مجھے تمہاری باتوں سے بہت اطمینان حاصل ہو رہا ہے، امام صاحب نے اس سے کہا تو اپنے عزیزوں سے اجازت لے لے، اگر وہ اجازت دیں تو یہاں آ کر مجھ سے پوچھ لیا کر۔ میں کسی اجنبی عورت کو بلا اجازت اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتا، سندر کماری نے کہا: مجھ بدنصیب کا یہاں کوئی نہیں ہے مجھے آپ کے چہرہ میں تقدس کی چمک معلوم ہوتی ہے؟ جوں جوں میں اس پر نظر ڈالتی ہوں مجھے یقین ہو رہا ہے کہ آپ میں کوئی روحانی کشش ہے، اس لئے مجھے یقین ہے کہ تم مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح رکھو گے اور میرے شکوک رفع کر کے مجھے اطمینان ونجات کا راستہ دکھاؤ گے۔

سندر کماری اب امام صاحب کے ساتھ رہنے لگی، وہاں اس کے ساتھ عزیزوں کا سا برتاؤ ہوا۔ امام صاحب کی بہو بیٹیاں اسے بہن کہتی تھیں اور وہ یہ محسوس کرتی تھی کہ وہ ایک نئی دنیا میں آ گئی ہے۔ آہستہ آہستہ اس نے توحید کا سبق سیکھا اور اس کے بعد اسلام کی مساوات اور مسلمانوں کے اخلاق کی گرویدہ ہو گئی، بالآخر اس نے ایک دن قبول اسلام کی تمنا کی، اور اپنی خوشی سے خدائے واحد کی پرستار ہو گئی، اس نے یہ اصول بھی معلوم کیا کہ اسلام دین فطرت ہے وہ کسی مرد یا عورت کو فطرت کے خلاف نبرد آزمائی پر مجبور نہیں کرتا، چنانچہ ایک دن جب اسے امام صاحب کی بیوی نے نکاح کی تلقین کی، تو وہ ان کے الفاظ سن کر حیرت میں رہ گئی اس نے کہا: ہمارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے جو بھی اس سنت سے منہ پھیرے گا وہ ہم میں سے نہیں۔ سندر کماری کو ایک سادھو کے الفاظ یاد آئے کہ ''فطرت کے خلاف جنگ ناممکن ہے'' اور وہ عمیق خیالات میں کھو گئی، جب راجہ دیا نگر کو بیٹی کی خبر ملی، تو وہ خود بنارس آئے اور انہوں نے بیٹی کو تلاش کیا، اس وقت تک وہ مسلمان ہو چکی تھی۔ راجہ صاحب پر اس کا گہرا اثر ہوا، لیکن شفقت پدری غالب آئی اور وہ

اس سے محبت سے ملے، سندر کماری نے انہیں اس معقول طریقہ پر تمام باتیں سمجھائیں اور اس طرح آپ بیتی سنائی کہ وہ بھی مشرف باسلام ہوگئے۔

سندر کماری جواب حسینہ بیگم ہے اسلامی شریعت کے مطابق اپنے باپ کی جائداد کی مالک ہوئی اور اس کا عقد باپ کی مرضی کے موافق ایک سیدزادہ بیرسٹر سے کیا گیا، شادی کے موقع پر راجہ صاحب نے بہت سا روپیہ اسلامی تحریکات خصوصاً تبلیغ کی امداد کے لئے دیا اور خصوصی جائداد اس کے لئے وقف کردی کہ حضرت شہنشاہ عالمگیر کی روح کو ثواب پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ بنارس کی عالمگیر مسجد میں نومسلموں کی تعلیم وتربیت کے لئے مدرسہ کھلا جائے نیز نومسلم عورتوں کے لئے ایک آشرم بنایا جائے جس کی نگرانی حسینہ بیگم (سابق سندر کماری) کریں گی۔

ماخوذ از ماہنامہ ارمغان پھلت ستمبر ۲۰۱۰ء

پڑوسی کے اخلاق نے مشرف بہ اسلام کیا

۹۰ جناب عبداللہ پاٹل سے ایک ملاقات

اقتباس

میرے اللہ کا کرم ہے مجھے بڑی آسانی ہوئی، خالد صاحب کے پڑوس میں ایک گھر چھوڑ کر ایک مکان تھا، جسے ایک صاحب نے جو سعودی عرب میں رہتے تھے، بنایا تھا، بعد میں انہوں نے ممبئی میں مکان لے لیا، اس لئے وہ اس مکان کو بیچنا چاہتے تھے، خالد صاحب نے اس مکان مالک سے رابطہ کیا اور معاملہ طے ہو گیا، میرا مکان ایک پراپرٹی ڈیلر نے خرید لیا میں نے خالد صاحب سے کہا آپ نے تو میرے پڑوس سے جان بچانے کی کوشش کی اللہ نے آپ کا پڑوس میرے مقدر میں لکھا ہے، اللہ کا شکر ہے اب ہم پھر پڑوسی ہیں مگر اب دلوں کی دیواروں کے بھی پڑوسی ہیں۔

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: عبداللہ صاحب آپ آج ہی جماعت سے واپس آئے ہیں، آپ کا وقت کیسا لگا؟

جواب: اللہ کا شکر ہے وقت بہت اچھا لگا، ہمارے امیر صاحب بہت اچھے اور نیک آدمی تھے کچھ ساتھی بھی بہت اچھے تھے کچھ ساتھی میری طرح بگڑے ہوئے تھے، انہوں نے

امیر صاحب کو بہت پریشان کیا، بار بار بھاگتے تھے۔ ساتھیوں سے لڑتے تھے، امیر صاحب بار بار پاؤں پکڑ پکڑ کر جماعت کو ٹوٹنے سے بچاتے رہے۔ جب زیادہ پریشان ہوتے تو دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے اللہ کے سامنے رونے لگتے فوراً معاملہ ٹھیک ہو جاتا۔ جماعت میں جا کر جو سب سے بڑی چیز سیکھنے کو ملی وہ امیر صاحب سے یہ داؤ سیکھنے کو ملا کہ جو مسئلہ ہو اپنے اللہ سے کہو۔

سوال: نماز پوری یاد کر لی آپ نے اور کیا کیا سیکھا؟

جواب: الحمد للہ نماز یاد ہو گئی، جنازہ کی نماز اور دعائے قنوت پکی ہے اس کے علاوہ چھ باتیں، کھانے سونے کے آداب بھی یاد ہو گئے ہیں اللہ کا شکر ہے ہندی کی فضائل اعمال سے میں نے تعلیم بھی کی، امیر صاحب نے بہت سی دفعہ مجھ سے ہی کتاب پڑھوائی۔

سوال: ماشاء اللہ اب آپ تو جماعت کے امیر بن کر جماعت لے جا سکتے ہیں؟

جواب: جماعت کا امیر بن کر میں تو کیا لے جا سکتا ہوں البتہ میں جماعت میں جا سکتا ہوں۔

سوال: ابھی آپ کو مسلمان ہو کر دو ماہ ہوئے ہیں فوراً جماعت میں جا کر اجنبی ماحول میں آپ کو کیسا لگا؟

جواب: جماعت میں ساتھیوں کی لڑائی سے تو ذرا میری طبیعت گھبرائی، باقی نماز، روزہ اور معمولات میں بالکل اجنبی کوئی بات نہیں لگی، حالانکہ یہ زندگی کا پہلا رمضان ہے، میں نے کبھی ہندو مذہب میں برت بھی نہیں رکھا۔

سوال: جماعت میں آپ کا وقت کہاں لگا؟

جواب: ہمارا وقت دہرادون میں لگا۔ میں نے حضرت سے فون پر بات کی، جاتے وقت میں ملنے آیا تھا مگر ملاقات نہ ہو سکی، فون پر حضرت نے ایک نصیحت کی کہ امیر کا حکم ماننا۔

اس سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ بس ایک بات جو میرے لئے مشکل ہوئی وہ یہ تھی کہ بہت بار ایسا ہوتا کہ ہم گشت میں جاتے، راستے میں کسی غیر ایمان والے بھائی کا گھر ہوتا تھا تو جماعت والے اس گھر کو چھوڑ دیتے تھے، کئی دفعہ تو ایسا ہوا وہ لوگ تو خود چاہتے کہ ہم سے بات کریں مگر جماعت والوں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے کئی بار امیر صاحب سے زور دے کر کہا بھی کہ یہ ایمان والے تو بس نماز و روزہ اعمال سے دور ہیں یہ غیر ایمان والے تو بغیر ایمان کے سخت خطرہ میں ہیں، جن کی جان کا خطرہ ہو پہلے ان کو بچانا چاہئے وہ کہہ دیتے کہ ہمارے بڑوں کی اجازت نہیں ہے۔ مجھے یہ بات اچھی نہ لگتی تھی۔ میں امیر صاحب سے کہتا تھا کہ فضائل اعمال میں ہم پڑھتے ہیں کہ سب بڑوں کے بڑے ہمارے نبی ﷺ سارے غیر ایمان والوں کی پہلے فکر کرتے تھے، پھر بھی میں نے کوشش کی کہ امیر کا حکم مانوں۔

سوال: آپ مہاراشٹر میں کس شہر کے رہنے والے ہیں اور وہاں پر کیا کرتے تھے؟ گھر والے کون کون گھر پر ہیں؟ ذرا تفصیل سے بتادیں۔

جواب: ہمارا خاندان پربھنی شہر میں رہتا ہے، میں چالیس گاؤں کے قریب ایک قصبہ میں ہارڈ ویئر کی دکان کرتا ہوں۔ ہم لوگ مراٹھا برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ پاٹل ہم لوگوں کی گوتر ہے۔ میری تعلیم بی کام تک ہے کالج کے زمانہ میں شیوسینا میں شامل ہوا، ۲۰۰۰ء سے چند سالوں تک ضلع کی شیوسینا کا ذمہ دار رہا۔ اسلام قبول کرنے تک شیوسینا کا ایکٹیو ممبر رہا ہوں۔ میرے والد بھی تجارت کرتے ہیں۔ ایک بڑے بھائی سرکاری اسپتال میں ڈاکٹر ہیں، ایک بہن ہے جن کی شادی ایک پڑھے لکھے خاندان میں ہوئی ہے۔ ان کے شوہر لکچرار تھے اب پرموشن ہو کر ریڈر ہو گئے ہیں۔

سوال: آپ شیوسینا کے ایکٹیو ممبر رہے ہیں، آپ تو اسلام اور مسلمانوں سے بہت دور

رہے ہوں گے پھر آپ کیسے مسلمان ہوگئے؟

جواب: ہمارے امیر صاحب نے بتایا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے یعنی بائی نیچر وہ مسلمان ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ اس کو ہندو، سکھ عیسائی بناتے ہیں۔ سچے نبی نے جو بتایا اس میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ اس لئے کوئی انسان بائی نیچر اسلام سے دور نہیں ہو سکتا۔ ظاہری حالات کی وجہ سے جو دوری ہوتی ہے وہ عارضی آرٹیفیشل (مصنوعی) ہوتی ہے۔ یہ بات بھی ٹھیک ہے کہ آدمی جو سنتا ہے اور دیکھتا ہے اس سے متاثر ہوتا ہے۔ میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جو سنتا تھا اور شیو سینا کے ماحول میں جو ذہن بنایا جاتا تھا اس کی وجہ سے میرے دل و دماغ میں یہ بات تھی کہ یہ مسلمان ہمارے اور ہمارے دیش کے لئے خطرہ ہیں۔ اس کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے میرے دل میں نفرت اور دوری تھی مگر جب اسلام کی کرن میرے دل پر پڑی تو پھر ظاہری اور مصنوعی اندھیرے دور ہوگئے اور میرے اللہ نے میرے دل کی دنیا کو جگمگا دیا۔

سوال: وہ کس طرح ہوا، ذرا تفصیل بتانا؟

جواب: میں ایک ایسے علاقہ میں رہتا تھا جہاں ہمارے مکان کے پیچھے ایک مسلم آبادی شروع ہوتی تھی، میرے مکان کے پیچھے کی دیوار ایک مسلمان جناب خالد محمود صاحب سے ملتی تھی جو تبلیغی جماعت کے سرگرم کارکن تھے، ان کا بیکری پروڈکٹس سپلائی کا کام تھا اور چونکہ میرا شیو سینا کا ذمہ دار ہونا سب کو معلوم تھا، کبھی میرا ان کا ملنا نہیں کے برابر ہوتا تھا، ایک دو بار ہمارے گھر میں پیچھے کی دیوار سے پانی آیا تو میں نے چھت پر چڑھ کر ان کو گالیاں بھی بکیں بس اس کے علاوہ ہمارا ان کا کوئی رابطہ نہیں تھا۔ ان کو بڑے بیٹے کی شادی کرنی تھی تو انہوں نے مکان کے اوپر ایک مکان بنانے کا پروگرام بنایا، مگر پالیکا سے نقشہ

منظور کرا کے تعمیر کا میٹیریل بھی منگوالیا، اتفاق سے ان کے بہنوئی (جو کریم نگر آندھرا میں رہتے تھے) کی طبیعت خراب ہوگئی اور ان کا آپریشن ہوا وہ ان کو دیکھنے کے لئے کریم نگر گئے، وہاں پر آپ کے والد مولانا کلیم صاحب کا پروگرام تھا، مولانا کو خالد محمود صاحب پہلے سے جانتے تھے اور ان سے ملنا چاہتے تھے، موقع غنیمت سمجھ کر پروگرام میں شرکت کی مولانا صاحب نے دعوت پر بیان کیا اور لوگوں کو جھنجھوڑا کہ ہم لوگ رسمی مسلمان ہیں رواج میں جو چیزیں ہیں انہیں ہم مانتے ہیں، جو چیزیں رواج میں نہیں ان کو نہیں مانتے، اس پر کچھ مثالیں دیں جن میں ایک یہ تھی کہ مولانا نے کہا: پڑوسی کے حقوق میں ایک حق یہ ہے کہ تو اپنی دیوار اس کی دیوار سے بغیر اس کی اجازت کے اونچی نہ کر۔ یہ فرمان رسول ﷺ کیا عمل کے لئے نہیں؟ اگر ہے تو اتنے دین داروں میں کوئی بتائے کہ میں نے اس پر عمل کیا ہے؟ نگر پالیکاؤں اور سرکاری اداروں سے رشوتیں دے کر نقشہ پاس کراتے ہیں ، اسلام کا حکم یہ ہے کہ پہلے پڑوسی سے نقشہ پاس کرایا جائے اس کی اجازت اور منظوری کے بغیر گھر کی دیوار میں اینٹ نہ لگائی جائے پڑوسی کی ہوا رکے گی، روشنی رکے گی، اس کے گھر کی بے پردگی ہوگی''۔ تقریر بڑی عجیب تھی خالد صاحب گھر آئے تو برابر والے پڑوسیوں سے ملے ان کو نقشہ دکھلایا اور بتایا کہ مولانا صاحب نے بتایا ہے کہ آپ کی منظوری کے بغیر مجھے گھر بنوانے کی اجازت نہیں، ان لوگوں نے کہا آپ کا گھر ہے ہمیں کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟ ان میں سے ایک صاحب نے جو موٹر سائیکل ایجنسی چلاتے ہیں، نے یہ بھی کہا کہ ہم نے تو آپ سے کہا تھا کہ آپ ہمارا مکان بھی خرید لیں، جب آپ اپنا مکان نہیں فروخت کر سکتے تو آپ ہمارا خرید لیں تا کہ ذرا بڑا مکان بنا سکیں۔ اگلے روز وہ نقشہ لے کر ہمارے گھر آئے، مجھے اچانک زندگی میں پہلی بار ان کو گھر پر دیکھ کر حیرت ہوئی انہوں نے

معذرت کی، اصل میں ہم اپنے کو مسلمان کہتے ہیں مگر اسلام کیا ہے اس کو ہم نے نہ جانا نہ مانا۔ میں ایک جلسہ میں گیا تھا مولانا صاحب نے پڑوسی کے حقوق بتائے اور خاص طور پر یہ بات بھی کہی کہ پڑوسی کی اجازت اور منظوری کے بغیر مکان بنانا جائز نہیں چاہے پڑوسی شیو سینا کا ممبر ہو یا وہ ہو جس سے آپ کی دشمنی چل رہی ہے میرے بیٹے کی شادی کا پروگرام ہے اوپر ایک منزل بنانا چاہتا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو بنواؤں ورنہ نہیں۔

مجھے خیال آیا کہ ایسے ہی یہ فارملٹی پوری کرنے آئے ہیں مگر ذہن میں بھونچال آ گیا، اسلام میں پڑوسیوں کے لئے یہ قانون ہے، میں یہ دیکھنے کے لئے کہ صرف کہنے آئے ہیں یا مانیں گے بھی، کہا کہ بھائی صاحب دیکھئے، آپ دوسری منزل بنائیں گے تو مجھے تو تکلیف ہوگی، میں آپ کو مکان بنانے کی اجازت نہیں دے سکتا، وہ بولے سوچ لیجئے دو تین روز مشورہ کر لیجئے اگر واقعی آپ کو تکلیف ہے تو پھر میں کوئی دوسرا مکان دیکھ لوں گا، تین روز کے بعد انہوں نے اپنے لڑکے کو بھیجا میں نے وہی جواب ان کو بھی دے دیا ”مجھے تکلیف ہوگی اجازت نہیں ہے“ اور مقصد صرف یہ تھا کہ کیا یہ واقعی ایسا کریں گے یا بغیر اجازت بنالیں گے مگر انہوں نے جو میٹریل اینٹیں وغیرہ آئی تھیں واپس کروا دیں۔

اللہ کی ماننے والا ہمیشہ کیسی خیر میں رہتا ہے، وہاں پر کچھ اچھے پڑھے لکھے مسلمانوں نے ایک صاف ستھری کالونی بنائی ہے اس میں ایک بڑے اکسپورٹر رہتے تھے انہوں نے تین سو گز میں بڑی اچھی دو منزلہ کوٹھی بنائی تھی مگر کسی حادثہ کی وجہ سے ان کو اپنے بچوں کے پاس کینیڈا میں جانا پڑ رہا تھا اور ہندوستان سے اپنا کاروبار بند کر کے چلا جانا تھا، انہوں نے اپنے ایک دوست سے جو تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے تھے، کہا کہ میں نے بڑے شوق سے مکان بنایا ہے مکان کوئی دین دار مسلمان خرید لے تو مجھے اسے چھوڑ کر

جانے میں دکھ نہیں ہوگا۔ وہ صاحب خالد صاحب کے دوست تھے اور ان کو خالد صاحب کا مسئلہ معلوم تھا کہ وہ مکان بنانا چاہ رہے ہیں اور ان کے پڑوسی ان کا مکان خریدنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے خالد محمود صاحب سے بات کی، خالد محمود صاحب نے اپنے پڑوسی حاجی عبدالرحمٰن سے بات کی کہ آپ ہمارا مکان خریدنا چاہیں تو ہمیں ایک ہفتہ میں رقم چاہئے، وہ بہت خوش ہوئے گیارہ لاکھ روپئے تیسرے روز دینے کا وعدہ کیا گیارہ لاکھ کا مکان بیچ کر بارہ لاکھ میں انہوں نے وہ کوٹھی جس کی تعمیر پر پانچ سال پہلے پچیس لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے خالد صاحب نے خرید لی، میں نے سامان نکالتے دیکھا تو سکتہ میں آگیا میں نے خالد صاحب سے کہا میں نے تو امتحان کے لئے منع کیا تھا کہ واقعی آپ کریں گے بھی یا صرف کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا ہرگز ہرگز میں آپ کو جانے نہیں دوں گا، انھوں نے کہا اب معاملہ طے ہوگیا ہے بیع نامے وغیرہ سب ہوگئے ہیں، مجھے بہت صدمہ ہوا، ایسا اندازہ نہیں تھا کہ اتنی جلدی فیصلہ ہوجائے گا گھر آکر مجھے بہت رونا آیا، میری بیوی نے مجھے روتا دیکھ کر وجہ معلوم کی تو میں نے فوراً وجہ بتائی وہ بولی کہ کیا بات ہے، سورج پچھم میں نکل رہا ہے، ملاجی کے جدا ہونے پر آپ رو رہے ہیں۔

خالد صاحب نے مجھ سے کہا مکان کی دیواروں کے دور ہونے سے کیا ہوتا ہے کیا عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ دل کی دیواروں کو ملا دے میں نے کہا کہ میرے دل کی دیوار تو آپ کے دل کی دیوار سے چپک کر رہ گئی، مجھے وہ مولانا صاحب کی تقریر ضرور سنائیے اگر آڈیو ویڈیو ہو، اتنی دور آپ تقریر سننے گئے تو تقریر ٹیپ ہوئی کی، میں دوسرے تیسرے روز ان کی دوکان پر جاتا تھا ان سے ملنے کی چاہت بھی ہوتی اور تقریر کی آڈیو ویڈیو لینے کے لئے بھی، انہوں نے کسی طرح سے سی ڈی مجھے دی، اس سی ڈی میں مولانا صاحب کی پانچ

تقریریں تھیں، کریم نگر کی تقریر نہیں تھی مگر مہاراشٹر کی ایک تقریر میں پڑوسی کے حقوق کی وہ بات مولانا صاحب نے کہی تھی تقریروں میں آپ کی امانت غیر مسلم بھائیوں کو دینے کی بات کہی گئی تھی اور سب مسلمانوں کو غیر ایمان والے بھائیوں کو اپنا سمجھنے کی بات کہی گئی تھی، میں نے خالد صاحب سے کسی طرح ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' منگوانے یا اس کا پتہ معلوم کرنے کے لئے کہا، جہاں وہ کتاب مل سکتی ہو، واقعی بات سچی ہوئی کہ مکان کی دیواریں ایک کلومیٹر دور ہونے سے دل کی دیواریں مل گئیں، مکان کے پیچھے مکان میں وہ میرے گھر ایک بار پہلی بار اجازت لینے کے لئے آئے، اور میں دو بار ان کی چھت پر گالیاں دینے کے لئے گیا، مگر اب پہلے دوسرے اور تیسرے روز اور بعد میں روزانہ ایک دوسرے کے یہاں آنے جانے لگے کئی بار ان کے گھر میں نے کھانا کھایا اور انہوں نے بھی میرے گھر چائے پی، اکولہ سے کسی جماعت کے ساتھی کے واسطہ سے انہوں نے آپ کی امانت منگا کر مجھے دی۔ اس کتاب کو پڑھ کر مجھے مولانا صاحب سے ملنے کی چاہت ہوئی کئی فون رابطہ کرنے کے لئے مگر بات نہ ہو سکی خالد صاحب نے "مرنے کے بعد کیا ہوگا؟" "اسلام کیا ہے؟" کتابیں منگا کر دی اور قرآن کا ہندی ترجمہ بھی مجھے لا کر دیا، میں نے ان سب چیزوں کو پڑھا اللہ کا کرم ہوا ایک روز دن میں مولانا صاحب سے فون پر بات ہوگئی مولانا نے فون پر کلمہ پڑھنے کو کہا۔ میں نے مل کر کلمہ پڑھنے پر زور دیا تو مولانا نے دو تین لوگوں کے بارے میں بتایا کہ فون پر کلمہ پڑھا اور اسی روز انتقال ہو گیا اس لئے موت کا کیا یقین کہ کب آجائے اس لئے آپ بھی فون پر مجھ سے یا خالد صاحب سے کلمہ پڑھ لیں میں نے فون پر کلمہ پڑھا، مولانا صاحب نے میرا نام عبداللہ رکھ دیا۔

سوال: گھر والوں سے آپ نے بتا دیا؟

جواب: اصل میں خالد صاحب کے اس معاملہ سے میرے دونوں بیٹے اور میری بیوی حد درجہ متاثر ہوئے، ہمارے گھر میں ہر وقت خالد صاحب کا ذکر ہوتا اور ملاقات میں جو بھی بات ہوتی میں گھر آ کر گھر والوں سے بتاتا تھا، اس لئے اللہ کا شکر ہے گھر والے میرے ساتھ رہے اور میرے کلمہ پڑھنے سے پہلے میری بیوی خود کہہ رہی تھی کہ ہم لوگوں کو مسلمان ہو جانا چاہئے، میں نے جا کر بتایا تو دونوں بیٹے اور بیوی تیار تھی ہی خالد صاحب کو بلا کر میں نے کلمہ پڑھوایا بیٹوں کے نام عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم رکھے اور اہلیہ کا نام آمنہ خالد صاحب ہی نے رکھا۔

سوال: کیا آپ کے محلہ داروں کو بھی علم ہو گیا؟

جواب: میری پارٹی کے ساتھیوں کو معلوم ہوا تو بڑی مشکل ہوئی انہوں نے مجھ پر بہت دباؤ ڈالا۔ میری بیوی نے اس گھر کو چھوڑ کسی مسلم علاقہ میں گھر بدلنے کا مشورہ دیا، میرے اللہ کا کرم ہے مجھے بڑی آسانی ہوئی، خالد صاحب کے پڑوس میں ایک گھر چھوڑ کر ایک مکان تھا، جسے ایک صاحب نے جو سعودی عرب میں رہتے تھے، بنایا تھا، بعد میں انہوں نے ممبئی میں مکان لے لیا، اس لئے وہ اس مکان کو بیچنا چاہتے تھے، خالد صاحب نے اس مکان مالک سے رابطہ کیا اور معاملہ طے ہو گیا، میرا مکان ایک پراپرٹی ڈیلر نے خرید لیا میں نے خالد صاحب سے کہا آپ نے تو میرے پڑوس سے جان بچانے کی کوشش کی اللہ نے آپ کا پڑوس میرے مقدر میں لکھا ہے، اللہ کا شکر ہے اب ہم پھر پڑوسی ہیں مگر اب دلوں کی دیواروں کے بھی پڑوسی ہیں۔

سوال: واقعی خوب بات آپ نے کہی، ابی سے آپ کی پہلی ملاقات کب ہوئی؟

جواب: فون پر تو بار بار جماعت سے بھی بات ہوتی رہی مگر ملاقات آج ہی ہوئی۔ میں

جماعت سے ۲۰؍ اگست کو واپس آیا معلوم ہوا مولانا ۲۷؍ اگست کو آئیں گے تو ہم نے پھر ایک ہفتہ جماعت میں لگانے کی سوچی میں دہلی کی ایک جماعت کے ساتھ جڑ گیا، الحمدللہ آج حضرت سے ملاقات ہوگئی۔

سوال: آئندہ کے لئے کچھ بات ہوئی؟

جواب: الحمدللہ حضرت نے اپنی پارٹی کے ورکروں کے لئے دعا کرنے اور ان پر کام کرنے کو کہا اور خاندان والوں پر بھی مجھے خود بھی بار بار ان کا خیال آتا تھا جب جماعت میں مجھے غیر مسلم بھائی ملتے تھے تو خیال ہوتا تھا کہ میں بھی ایک جماعت بناؤں کاش مجھے بھی اللہ تعالیٰ مولانا الیاس صاحب والا درد دیدے، تو میں بھی ایک جماعت بناؤں جو غیر ایمان والے بھائیوں میں کام کرے میں نے جماعت میں بہت دعا بھی کی، میرے اللہ مجھے کم از کم حضرت مولانا الیاس صاحب بنا دے، کفر وشرک میں پھنسے ہمارے نبی کے ان امتیوں کی کون فکر کرے گا؟

سوال: اللہ کا شکر ہے اب لوگ فکر کرنے لگے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ جیسے کتنے لوگوں کو کھڑا کر رہے ہیں، آپ کو علم ہے کہ یہ باتیں جو میں نے آپ سے کی ہیں اردو میگزین ارمغان کے لئے کی ہیں آپ ارمغان پڑھنے والوں کے لئے کوئی پیغام دیجئے؟

جواب: میرے دل میں یہ بات آئی ہے اور کئی راتوں تک میں جماعت میں بھی ساری رات سوچتا رہا اور میری نیند اڑی رہی کہ پوری دنیا کے انسان ہمارے رب کے بندے اور ہمارے نبی کے امتی ہیں اور ہمارے خونی رشتہ کے بھائی ہیں، یہ بات میں نے مولانا کلیم صاحب کی تقریر میں سنی اور امیر صاحب بھی یہی کہہ رہے تھے اس دنیا کے سارے لوگوں میں ڈیڑھ ارب تو مسلمان ہیں جو الحمدللہ مسلمان ہیں۔ یہ سب تو ہمیشہ کی دوزخ

سے بچے ہوئے ہیں ساڑھے چار ارب غیر ایمان والے امتی ہیں۔ ڈیڑھ ارب لوگوں میں کام کرنے والے تو کروڑوں ہیں، ساڑھے چار ارب جوان سے لاکھوں گنا خطرہ میں ہیں ان کو بچانے والے سیکڑوں بھی نہیں ہیں، حالانکہ ان کی تعداد تین گنی ہے اور یہ لوگ لاکھوں گنا خطرہ میں ہیں، اس کے لئے فکر کرنے والے کروڑوں میں ہونے چاہئے اس کے لئے ایک جماعت ضرور بنائی جائے۔

سوال: ابی تو کہتے ہیں یہ کروڑوں جماعت والے ان لوگوں کو دوزخ سے بچانے کے لئے ہی تیار ہو رہے ہیں، انشاء اللہ بہت جلد یہ ساری انسانیت کی فکر کو اوڑھ لیں گے۔

جواب: خدا کرے ایسا ہی ہو، خدا کرے ایسا ہی ہو۔

سوال: بہت بہت شکریہ عبد اللہ میاں اجازت دیں ہمیں پھلت جانا ہے، میں بھی ابی کے ساتھ سفر پر تھا۔ السلام علیکم

جواب: جی مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت پوری فیملی کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماخوذ از ماہنامہ ارمغان پھلت اکتوبر ۲۰۱۰ء

۹۱ برقعہ ﴿حجاب﴾ نے دل میں گھر کرلیا

محترمہ عفیفہ بہن ﴿پریتی﴾ سے ایک ملاقات

اقتباس

عورت کا بے پردہ ہونا اس کی حد درجہ توہین ہے، اس لئے مرد خدا کے لئے اپنے جھوٹے مطلب اور اپنا بوجھ ان پر ڈالنے کے لئے ان کو بازاروں میں پھرا کر بازاری بنانے سے باز رہیں، اور عورتیں اپنے مقام اور اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کے لئے اسلام کے پردہ کے حکم کی قدر کریں۔

سوال : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال : ابی نے ہمیں بتایا تھا کہ ہندوستان کی ایک ہاکی کھلاڑی آرہی ہیں تو ہم سوچ رہے تھے کہ آپ ہاکی کی ڈریس میں آئیں گی، مگر آپ ماشاء اللہ برقع میں ملبوس اور دستانے پہن کر مکمل پردہ میں ہیں، آپ اپنے گھر سے برقع اوڑھ کر کیسے آئی ہیں؟

جواب : میں الحمدللہ پچھلے دو ماہ سے سو فیصد شرعی پردہ میں رہتی ہوں۔

سوال : ابھی آپ کے گھر میں تو کوئی مسلمان نہیں ہوا؟

جواب : جی میرے گھر میں ابھی میرے علاوہ کوئی مسلمان نہیں ہے مگر اس کے باوجود میں الحمدللہ کوشش کرتی ہوں کہ میں اگرچہ گھر میں اکیلی مسلمان ہوں مگر میں آدھی مسلمان تو

نہ ہوں، آدھی ادھر آدھی ادھر یہ تو نہ ہونا چاہئے۔

سوال: آپ کو ہاکی کھیلنے کا شوق کیسے ہوا، یہ تو بالکل مردوں کا کھیل ہے؟

جواب: اصل میں میں ہریانہ کے سونی پت ضلع کے ایک گاؤں کی رہنے والی ہوں ہمارے گھر میں سبھی مرد پڑھے لکھے ہیں اور اکثر کبڈی کھیلتے رہتے ہیں، میں نے اسکول میں داخلہ لیا شروع سے کلاس میں ٹاپ کرتی رہی۔ سی بی ایس ای بورڈ میں میری ہائی اسکول میں گیارھویں پوزیشن رہی، مجھے شروع سے مردوں سے آگے نکلنے کا شوق تھا، اس کے لئے میں نے اسکول میں ہاکی کھیلنا شروع کی، پہلے ضلع میں نویں کلاس میں سلیکشن ہوا، پھر ہائی اسکول میں ہریانہ اسٹیٹ کے لئے لڑکیوں کی ٹیم میں میرا سلیکشن ہو گیا۔ بارھویں کلاس میں بھی میں نے ٹاپ کیا اور سی بی ایس ای بورڈ میں میرا نمبر اٹھارہواں رہا۔ اسی سال میں انڈیا ٹیم میں سلیکٹ ہو گئی عورتوں کے ایشیا کپ میں بھی کھیلی اور بہت سے ٹورنامنٹ میری کارکردگی کی وجہ سے جیتے گئے، اصل میں ہاکی میں بھی سب سے زیادہ ایکٹیو رول اسما باجی! سنٹر فارورڈ کھلاڑی کا ہوتا ہے۔ یعنی سب سے آگے درمیان میں کھیلنے والے کھلاڑی کا میں ہمیشہ سنٹر فارورڈ میں کھیلتی رہی۔ اصل میں بس مردوں سے آگے بڑھنے کا جنون تھا، مگر روزانہ رات کو میرا جسم مجھ سے شکایت کرتا تھا کہ یہ کھیل عورتوں کا نہیں ہے مالک نے اپنی دنیا میں ہر ایک کے لئے الگ کام دیا ہے۔ ہاتھ پاؤں بالکل شل ہو جاتے تھے، مگر میرا جنون مجھے دوڑاتا تھا اور اس پر کامیابی اور واہ واہ اپنے نیچر کے خلاف دوڑنے پر مجبور کرتی تھی۔

سوال: اسلام قبول کرنے سے پہلے تو آپ کا نام پریتی تھا نا؟

جواب: حضرت نے میرا نام ابھی عفیفہ یعنی کچھ ماہ پہلے رکھا ہے۔

سوال: آپ کے والد کیا کرتے ہیں؟

جواب: وہ ایک اسکول چلاتے ہیں اس کے پرنسپل ہیں وہ سی بی ایس ای بورڈ کا ایک اسکول چلاتے ہیں، میرے ایک بڑے بھائی اس میں پڑھاتے ہیں۔ میری بھابھی بھی پڑھاتی ہیں، وہ سب کھیل سے دل چسپی رکھتی ہیں، میری بھابھی بیڈمنٹن کی کھلاڑی ہیں۔

سوال: ایسے آزاد ماحول میں زندگی گذارنے کے بعد ایسے پردہ میں رہنا آپ کو کیسا لگتا ہے؟

جواب: انسان اپنے نیچر سے کتنا دور ہو جائے اور کتنے زمانہ تک دور رہے جب اس کو اس کے نیچر کی طرف آنا ملتا ہے وہ کبھی اجنبیت محسوس نہیں کرے گا وہ ہمیشہ فیل کرے گا کہ اپنے گھر لوٹ آیا۔ اللہ نے انسان کو بنایا اور عورتوں کی نیچر بالکل الگ بنائی۔ بنانے والے نے عورت کا نیچر چھپنے اور پردہ میں رہنے کا بنایا۔ اسے سکون وچین لوگوں کی ہوس بھری نگاہ سے بچے رہنے میں ہی مل سکتا ہے۔ اسلام دین فطرت ہے جس کے سارے حکم انسانی نیچر سے میل کھاتے ہیں، مردوں کے لئے مردوں کے نیچر کی بات اور عورتوں کے لئے عورتوں کے نیچر کی بات۔

سوال: آپ کی عمر کتنی ہے؟

جواب: میری تاریخ پیدائش ۶/ جنوری ۱۹۸۸ء ہے گویا میں ۲۲/ سال کی ہونے والی ہوں۔

سوال: مسلمان ہوئے کتنے دن ہوئے؟

جواب: ساڑھے چھ مہینے کے قریب ہوئے ہیں؟

سوال: آپ کے گھر میں آپ کے اتنے بڑے فیصلے پر مخالفت نہیں ہوئی؟

جواب: ہوئی اور خوب ہوئی مگر سب جانتے ہیں کہ عجیب دیوانی لڑکی ہے، جو فیصلہ کر لیتی ہے پھرتی نہیں، اس لئے شروع میں ذرا سختی کی مگر جب اندازہ ہوگیا کہ میں دور تک جا سکتی ہوں تو سب موم ہوگئے۔

سوال: آپ ہاکی اب بھی کھیلتی ہیں؟

جواب: نہیں! اب ہاکی میں نے چھوڑ دی ہے۔

سوال: اس پر تو گھر والوں کو بہت ہی احساس ہوا ہوگا؟

جواب: ہاں ہوا، مگر میرا فیصلہ مجھے لینے کا حق تھا میں نے لیا، اور میں نے اپنے اللہ کا حکم سمجھ کر لیا، اب اللہ کے حکم کے آگے بندوں کی چاہت کیسے ٹھہر سکتی ہے۔

سوال: آپ کے تیور تو گھر والوں کو بہت سخت لگتے ہوں گے؟

جواب: آدمی کو ڈھل مل نہیں ہونا چاہئے، اصل میں آدمی پہلے یہ فیصلہ کرے کہ میرا فیصلہ حق ہے کہ نہیں، اور اگر اس کا حق پر ہونا ثابت ہو جائے تو پہاڑ بھی سامنے سے ہٹ جاتے ہیں۔

سوال: آپ کے اسلام میں آنے کا کیا چیز ذریعہ بنی؟

جواب: میں ہریانہ کے اس علاقہ کی رہنے والی ہوں جہاں کسی ہندو کا مسلمان ہونا تو دور کی بات ہے، ہمارے چاروں طرف کتنے مسلمان ہیں جو ہندو بنے ہوئے ہیں، خود ہمارے گاؤں میں بادی اور تیلیوں کے بیسوں گھر ہیں جو ہندو ہو گئے ہیں، مندر جاتے ہیں ہولی دیوالی مناتے ہیں لیکن مجھے اسلام کی طرف وہاں جا کر رغبت ہوئی جہاں جا کر خود مسلمان اسلام سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

سوال: کہاں اور کس طرح ذرا بتائیں؟

جواب: میں ہاکی کھیلتی تھی تو بالکل آزاد ماحول میں رہتی تھی۔ ادھے سے کم کپڑوں میں ہندوستانی روایت کا خیال بھی ختم ہو گیا تھا، ہمارے اکثر کوچ مرد ہے، ٹیم کے ساتھ کچھ مرد ساتھ رہتے ہیں، ایک دوسرے سے ملتے ہیں ٹیم میں ایسی بھی لڑکیاں تھیں جو رات گذارنے بلکہ خواہشات پوری کرنے میں ذرہ برابر کوئی جھجک محسوس نہیں کرتی تھیں، میرے اللہ کا کرم تھا کہ مجھے اس نے اس حد تک نہ جانے دیا گول کے بعد اور میچ جیت کر مردوں عورتوں کا گلے لگ جانا چمٹ جانا تو کوئی بات ہی نہیں تھی، میری ٹیم کے کوچ نے کئی دفعہ بے تکلفی میں میرے کسی شاٹ پر ٹانگوں میں کمر میں چٹکیاں بھریں، میں نے اس پر نوٹس لیا، اور ان کو وارننگ دی، مگر ٹیم کی ساتھی لڑکیوں نے مجھے برا بھلا کہا کہ اتنی سی بات کو تم دوسری طرح لے رہی ہو مگر میرے ضمیر پر بہت چوٹ لگی، ہماری ٹیم ایک ٹورنامنٹ کھیلنے ڈنمارک گئی وہاں مجھے معلوم ہوا کہ وہاں کی ٹیم کی سنٹر فارورڈ کھلاڑی نے ایک پاکستانی لڑکے سے شادی کر کے اسلام قبول کر لیا ہے اور ہاکی کھیلنا چھوڑ دیا ہے لوگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ اس نے شادی کے لئے اس لڑکے کی محبت میں اسلام قبول کیا ہے مجھے یہ بات عجیب سی لگی، ہم جس ہوٹل میں رہتے تھے اس کے قریب ایک پارک تھا، اس پارک سے ملا ہوا ان کا مکان تھا میں صبح کو اس پارک میں تفریح کر رہی تھی کہ ڈنمارک کی ایک کھلاڑی نے مجھے بتایا کہ وہ سامنے برٹنی کا گھر ہے جو ڈنمارک کی ہاکی کی مشہور کھلاڑی رہی ہے، اس نے اپنا نام اب سعدیہ رکھ لیا ہے اور گھر میں رہنے لگی ہے، مجھے اس سے ملنے کا شوق ہوا، میں ایک ساتھی کھلاڑی کے ساتھ اس کے گھر گئی وہ اپنے شوہر کے ساتھ کہیں جانے والی تھی، بالکل موزے دستانے اور پورے برقع میں ملبوس، میں دیکھ کر حیرت میں رہ گئی اور ہم دونوں ہنسنے لگے، میں نے اپنا تعارف کرایا تو وہ مجھے پہچانتی تھی وہ بولی میں نے تمہیں کھیلتے

دیکھا ہے، سعدیہ نے کہا ہمارے ایک سسرالی عزیز کا انتقال ہو گیا ہے مجھے اس میں جانا ہے ورنہ میں آپ کے ساتھ کچھ باتیں کرتی، میں تمہارے کھیلنے کے انداز سے بہت متاثر رہی ہوں، ہاکی کھیل عورتوں کے نیچر سے میل نہیں کھاتا، میرا دل چاہتا ہے کہ تمہاری صلاحیتیں نیچر سے میل کھانے والے کاموں میں لگیں، میں تم سے ہاکی چھڑوانا چاہتی ہوں، میں نے کہا آپ میرے کھیل کے انداز سے متاثر ہیں اور مجھ سے کھیل چھڑوانا چاہتی ہیں، اور میں آپ کا ہاکی چھوڑنا سن کر آپ سے ملنے آئی ہوں، کہ ایسی مشہور کھلاڑی ہو کر آپ نے کیوں ہاکی چھوڑ دی؟ میں آپ کو فیلڈ میں لانا چاہتی ہوں سعدیہ نے کہا کہ اچھا آج رات کو ڈنر میرے ساتھ کرلو، میں نے کہا آج تو نہیں، کل ہو سکتا ہے، طے ہو گیا میں ڈنر پر پہنچی تو سعدیہ نے اپنے قبول اسلام کی روداد مجھے سنائی اور بتایا کہ میں نے شادی کے لئے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ اپنی شرم اپنی عصمت کی عزت و حفاظت کے لئے اسلام قبول کیا ہے اور اسلام کے لئے شادی کی ہے۔ سعدیہ نہ صرف ایک مسلم خاتون تھی بلکہ اسلام کی بڑی داعیہ تھی، اس نے فون کر کے دو انگریز لڑکیوں کو اور ایک معمر خاتون کو بلایا، جو ان کے محلہ میں رہتی تھیں، اور سعدیہ کی دعوت پر مسلمان ہو گئی تھیں، وہ مجھے سب سے زیادہ اسلام کے پردہ کے حکم کی خیر بتاتی رہیں اور بہت اصرار کر کے مجھے برقع پہن کر باہر جا کر آنے کو کہا میں نے برقع پہنا، ڈنمارک کے بالکل مخالف ماحول میں میں نے برقع پہن کر گلی کا چکر لگایا، مگر وہ برقع میرے دل میں اتر گیا، میں بیان نہیں کر سکتی کہ میں نے مذاق اڑانے یا زیادہ سے زیادہ اس کی خواہش کے لئے برقع پہنا تھا، مگر مجھے اپنا انسانی قد بہت بڑھا ہوا محسوس ہوا، اب مجھے اپنے کوچ کی بے شرمانہ شہوانی چٹکیوں سے گھن بھی آرہی تھی، میں نے برقع اتارا اور سعدیہ کو بتایا کہ مجھے واقعی برقع پہن کر بہت اچھا لگا، مگر آج کے ماحول

میں جب برقع پر ویسٹرن حکومتوں میں پابندی لگائی جارہی ہے، برقع پہننا کیسے ممکن ہے؟ اور غیر مسلم کا برقع پہننا تو کسی طرح ممکن نہیں، وہ مجھے اسلام قبول کرنے کو کہتی رہی اور بہت اصرار کرتی رہی میں نے معذرت کی کہ میں اس حال میں نہیں ہوں، ابھی مجھے دنیا کی نمبر ون ہاکی کی کھلاڑی بننا ہے میرے سارے ارمانوں پر پانی پھر جائے گا سعدیہ نے کہا مجھے آپ کو ہاکی کی فیلڈ سے برقع میں لانا ہے، میں نے اپنے اللہ سے دعا بھی کی ہے اور بہت ضد کر کے دعا کی ہے اس کے بعد ہم دس روز تک ڈنمارک میں رہے وہ مجھے فون کرتی رہی، دوبار ہوٹل میں ملنے آئی، اور مجھے اسلام پر کتابیں دے کر گئی۔

سوال: آپ نے وہ کتابیں پڑھیں؟

جواب: کہیں کہیں سے دیکھی ہیں۔

سوال: اس کے بعد اسلام میں آنے کا کیا ذریعہ بنا؟

جواب: میں انڈیا واپس آئی، ہمارے یہاں نریلا کے پاس ایک گاؤں کی ایک لڑکی (جس کے والد ۱۹۴۷ء میں ہندو ہوگئے تھے، اور بعد میں آپ کے والد مولانا کلیم صاحب کے ہاتھوں مسلمان ہوگئے تھے، ان کے مرید بھی تھے اور حج بھی کر آئے تھے) ہاکی کھیلتی تھی، دلی اسٹیٹ کی ہاکی ٹیم میں تھی اور انڈیا کی طرف سے سلیکشن کے بعد روس میں کھیلنے جانے والی تھی، مجھ سے مشورہ کھیل کے انداز میں رہنمائی کے لئے میرے پاس آئی میں نے اس سے ڈنمارک کی مشہور کھلاڑی برٹنی کا ذکر کیا اس نے اپنے والد صاحب سے ساری بات بتائی وہ اپنی لڑکی کے ساتھ مجھ سے ملنے آئے اور مجھے حضرت کی کتاب ''آپ کی امانت'' اور ''اسلام ایک پریچے'' دی آپ کی امانت چھوٹی سی کتاب تھی، برقع نے میرے دل میں جگہ بنالی تھی اس کتاب نے برقع کے قانون کو میرے دل میں بٹھا دیا میں نے

حضرت صاحب سے ملنے کی خواہش ظاہر کی ،دوسرے روز حضرت کا پنجاب سفر تھا، اللہ کا کرنا کہ بہال گڑھ ایک صاحب کے یہاں ہائی وے پر ملاقات طے ہوگئی اور حضرت نے دس پندرہ منٹ مجھ سے بات کر کے کلمہ پڑھنے کو کہا اور انھوں نے بتایا کہ میرا دل یہ کہتا ہے کہ برٹنی نے اپنے اللہ سے آپ کو برقع میں لانے کی بات منوالی ہے بہر حال میں نے کلمہ پڑھا اور حضرت نے میرا نام عفیفہ رکھا، اور کہا عفیفہ پاک دامن کو کہتے ہیں، چونکہ بائی نیچر آپ اندر سے پاکدامنی کو پسند کرتی ہیں، میری بھانجی کا نام بھی عفیفہ ہے، میں آپ کا نام عفیفہ ہی رکھتا ہوں۔

سوال: اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب: میں نے برٹنی کو فون کیا اور اس کو بتایا وہ خوشی میں جھوم گئی جب میں نے حضرت کا نام لیا تو انھوں نے اپنے شوہر سے بات کرائی ڈاکٹر اشرف ان کا نام ہے، انھوں نے بتایا کہ حضرت کی بہن کے یہاں رہنے والی ایک حرا کی شہادت اور اس کے چچا کے قبول اسلام کی کہانی سن کر ہمیں اللہ نے اسلام کی قدر سکھائی ہے اور اسی کی وجہ سے میں نے برٹنی سے شادی کی ہے، یہ کہہ کر کہ اگر تم اسلام لے آتی ہو تو میں آپ سے شادی کے لئے تیار ہوں، میں نے اخبار میں ایڈ دیا، گزٹ میں نام بدلوایا، اپنی ہائی اسکول اور انٹر کی ڈگریوں میں نام بدلوایا اور ہاکی سے ریٹائرمنٹ لے کر گھر پر اسٹڈی شروع کی۔

سوال: اب آپ کا کیا ارادہ ہے، آپ کی شادی کا کیا ہوا؟

جواب: میں نے آئی سی ایس کی تیاری شروع کی ہے، میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ایک آئی سی ایس افسر بنوں گی اور برقع پوش آئی ایس افسر بن کر اسلامی پردہ کی عظمت لوگوں کو بتاؤں گی۔

سوال: آپ کس کے لئے کوچنگ کررہی ہے؟

جواب: میں نیٹ پر اسٹڈی کر رہی ہوں، میرے اللہ نے ہمیشہ میرے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے کہ میں جو ارادہ کر لیتی ہوں اسے پورا کر دیتے ہیں، جب کافر تھی تو پورا کرتے تھے اب تو اسلام کی عظمت کے لئے میں نے ارادہ کیا ہے۔ اللہ ضرور پورا کریں گے، مجھے ایک ہزار فیصد امید ہے کہ میں پہلی بار میں ہی آئی سی ایس امتحانات پاس کرلوں گی۔

سوال: انٹرویو کا کیا ہوگا؟

جواب: سارے برقع اور اسلام کے مخالف بھی اگر انٹرویو لیں گے تو وہ میرے سلیکشن کے لئے انشاءاللہ مجبور ہو جائیں گے۔

سوال: گھر والوں کو آپ نے دعوت نہیں دی؟

جواب: ابھی دعا کر رہی ہوں، اور قریب کر رہی ہوں''ہمیں ہدایت کیسے ملی'' ہندی میں میں نے گھر والوں کو پڑھوائی سب لوگ حیرت میں رہ گئے اور اللہ کا شکر ہے ذہن بدل رہا ہے۔

سوال: یہ باتیں، میں نے آپ کے علم میں ہے کہ پھلت سے نکلنے والے رسالہ ارمغان کے لئے کی ہیں اس رسالہ کے بہت سے پڑھنے والے ہیں ان کے لئے کوئی پیغام آپ دیں گی؟

جواب: عورت کا بے پردہ ہونا اس کی حد درجہ توہین ہے، اس لئے مرد خدا کے لئے اپنے جھوٹے مطلب اور اپنا بوجھ ان پر ڈالنے کے لئے ان کو بازاروں میں پھرا کر بازاری بنانے سے باز رہیں، اور عورتیں اپنے مقام اور اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کے لئے اسلام کے پردہ کے حکم کی قدر کریں۔

سوال: بہت بہت شکریہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

مآخوذ از ماہنامہ ارمغان پھلت نومبر ۲۰۱۰ء

مداری کے ڈھونگ نے اسلام کی حقیقت تک پہنچایا

۹۲ بھائی محمد نعیم الدین سے ایک ملاقات

اقتباس

اگر واقعی آدمی اپنے ایمان کو بنا لے تو پھر اسے سب کھرا کھوٹا صاف دکھنے لگتا ہے، اب یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ بھائی کو ڈھونڈنے نکلے اور ایسا لگتا ہے کہ اللہ آپ کے لئے ہدایت کے راستے کھول رہے ہیں، آپ پریشان وہاں کھڑے تھے، مولانا فیروز مل گئے اور یہ فوراً میرے یہاں آرہے تھے یہ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اتفاق سے ہوا لیکن اللہ کے یہاں سب ارادہ سے ہوتا ہے، جب اللہ ہی آپ کے لئے ہدایت کا راستہ کھول رہے ہیں تو پھر آپ کو مالک کی خاص عنایت کی قدر کرنی چاہئے، آپ سچے دل سے کلمہ پڑھ لیجئے ۔انھوں نے مجھے اسلام اور ایمان کے بارے میں بتایا، پھر مجھے کلمہ پڑھوایا۔

سوال : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال : بھائی نعیم الدین صاحب آپ کے ہاتھ میں پلاسٹر ہوا ہے ہاتھ ٹوٹ گیا ہے کیا؟

جواب : جی بھائی مولانا صاحب یہ ہاتھ ہی نہیں میرا ایک پاؤں بھی ٹوٹ گیا تھا (کھول کر پاؤں دکھاتے ہوئے) یہ پاؤں میں راڈ پڑا ہوا ہے، پاؤں تو الحمد للہ ٹھیک ہو گیا ہاتھ میں دوبارہ پلاسٹر کرانا پڑا ہے۔

سوال: یہ چوٹیں آپ کے کیسے لگیں؟

جواب: یہ خاندان والوں کی عنایت ہے، یہ ہاتھ پاؤں اور چچا کے بیٹوں نے توڑے ہیں مجھے خوشی ہے کہ یہ سب کچھ میرے ساتھ اللہ کو ایک کہنے کے جرم میں کیا گیا ہے کسی چوری ڈاکے کے جرم میں نہیں بس میرے اللہ کا مجھ پر لاکھ لاکھ کرم ہے کہ اللہ نے ایمان سلامت بچائے رکھا بلکہ ایمان کا مزہ چکھایا۔

سوال: آپ کا گھر کہاں ہے؟ خاندان والے کون لوگ ہیں، جو ایسے سخت ہیں؟

جواب: میں مغل سرائے ضلع کے ایک چھوٹے سے قصبے کے یادو خاندان کا ایک فرد ہوں، سشیل یادو میرا خاندانی نام ہے، میری زندگی کی عجیب بات یہ ہے کہ مجھے اپنے چھوٹے بھائی کی محبت میں ایمان ملا اور پھر ایمان لانے کے بعد بھائیوں اور خاندان والوں نے میرے ساتھ حد درجہ ظلم بھی کیا۔

سوال: ذرا تفصیل سے بتایئے؟

جواب: میرے والد صاحب علاقہ کے بڑے زمیندار ہیں ہم چار بھائی ہیں، میرا نام سشیل یادو میرے چھوٹے بھائی سنیل یادو اور انیل یادو ہیں، ایک بڑے بھائی کپل یادو ڈی ایس پی ہیں، میں نے بارہویں کلاس پاس کر کے تعلیم چھوڑ دی تھی اور چھوٹے بھائی سنیل یادو نے گریجویشن کر لیا تھا انل ابھی انجینیر نگ کر رہا ہے۔ میرے چھوٹے بھائی سنیل سے میری ایک روز لڑائی ہو گئی اور میں نے اس کے منہ پر زور سے چانٹا مار دیا اس کو بہت غصہ تھا، غصہ تو ہمارے خاندان کے لوگوں میں اکثر ہوتا ہے وہ رات کو گھر سے چلا گیا اگلے روز اس کو تلاش کیا مگر اس کا پتہ نہیں چل سکا جیسے جیسے دن گذرتے گئے گھر میں غم بڑھتا گیا، میری ماں روتے روتے پاگل سی ہو گئیں، گھر میں سنیل سے مجھے سب سے زیادہ

پیار تھا مگر چونکہ میرا چاچا اس کے گھر سے جانے کا سبب بنا تھا اس لئے سب کی نگاہوں میں میں کھٹکتا تھا، سب گھر والے مجھے کھاتے تھے، میرے لئے گھر میں رہنا مشکل ہونے لگا، سنیل کی یاد بھی بہت آتی تھی، میں نے گھر والوں سے کہا کہ آپ سب گھر بیٹھو اور مجھے اجازت دو میں جاتا ہوں اور تلاش کرنے کو منع کون کرتا ہے؟ میں گھر سے نکلا اور گھر والوں سے کہا جب تک سنیل نہیں ملے گا واپس نہیں آؤں گا، میں گھر سے نکلا مغل سرائے، وارانسی، الہ آباد، لکھنؤ، پٹنہ، دہلی تین سال تک اپنے بھائی کو تلاش کرتا رہا، مزدوری کرتا اور تلاش کرتا سیانوں تانتر کوں، مولویوں کی خوشامد کرتا، ان کو پیسے دیتا رہا، مگر میرے بھائی کا پتہ نہ چلا، دہلی میں میں نے ایک فیکٹری میں ملازمت کرلی اور تلاش کرتا رہا ایک روز کچھ مال لینے نوئیڈا آگیا، وہاں پر ایک مداری تماشہ کر رہا تھا وہ مجمع میں سے کسی آدمی کو زمین پر بٹھاتا اور اس پر چادر ڈھک کر اس سے چھپی ہوئی چیزوں کے بارے میں معلوم کرتا، ان بابوجی کی جیب میں کیا ہے؟ اچھا بتاؤ ان چودھری صاحب کے گھر میں کیا پک رہا ہے؟ وہ آدمی سب بتا رہا تھا، کھیل ختم ہوا تو میں نے کہا جب تم ساری باتیں بتا رہے ہو، میرا بھائی کہاں ہے یہ بھی بتا دو اس نے کہا تم خود کھیل سیکھ لو تم خود دیکھ لوگے میں نے کہا اس کے لئے کیا کرنا ہوگا؟ اس نے کہا اکیس ہزار روپے تین جوڑے گرو دکشنا دینے پڑیں گے میں نے کہا اپنا پتہ بتا دو میں انتظام کرکے لاؤں گا، اس نے بتایا کہ وہ کیلو کری گاؤں میں رہ رہا ہے، میرا نام اصغر ہے، ہمارا ڈیرہ اسکول کے باہر پڑا ہوا ہے، میں فیکٹری گیا، منیجر صاحب سے کہا کہ مجھے اکیس ہزار روپے کی ضرورت ہے، ہر مہینے آپ دو ہزار روپے کاٹتے رہیں، منیجر صاحب نے کہا میں صرف پندرہ ہزار روپے دے سکتا ہوں، میں نے کہا پندرہ ہزار ہی دے دو، میں نے ایک ساتھی سے چھ ہزار روپے قرض لئے اور اکیس ہزار

روپئے لے کر مداری کو تلاش کرنے نکلا، کیلوکری گاؤں پہنچا، تو معلوم ہوا کہ مداری آج یہاں سے چلا گیا ہے اب مداری کی تلاش ہوئی، پورے دن قریب کے گاؤں در گاؤں تلاش کرتا رہا، رات کو معلوم ہوا کہ وہ وادری میں تماشہ دکھا رہا تھا۔ میں وادری گیا دن چھپے میں تھک کر سڑک کے کنارے بیٹھا تھا تو دیکھا کہ سامنے ایک ڈیرہ لگا ہے، جا کر معلوم کیا، دو بچے ایک بوڑھا اور دو عورتیں ڈیرہ میں تھیں، میں نے معلوم کیا آپ لوگ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ ہم مداری ہیں، میں نے معلوم کیا کہ ایک مداری اصغر ہے جو کیلوکری گاؤں میں رہتا تھا، تم اس کو جانتے ہو؟ بوڑھا بولا وہ اصغر ہمارا بیٹا ہے، کیلوکری گاؤں والوں نے ہمارا ڈیرہ اکھاڑ دیا، ہمیں یہاں آنا پڑا، تم انتظار کرو وہ آنے والا ہوگا، (ڈھونڈنے ''والا پاتا ہے'') مثال سچی دکھائی دی، اس لئے میرے دل میں خیال آیا جب ڈھونڈنے سے مداری مل گیا تو مجھے میرا بھائی بھی ضرور ملے گا دو گھنٹے بعد اصغر آ گیا، مجھے کھانے کو کہا میں نے کھانے سے منع کر دیا، میں نے کہا کہ میں گرو دکشنا کا انتظام کر کے لے آیا ہوں تین جوڑے بھی لایا ہوں، اس نے کہا کل صبح آ جانا میں رات کو جا کر ایک آشرم میں رکا، صبح جلدی اصغر کے یہاں گیا اس نے اکیس ہزار روپئے اور تین جوڑے لے کر مجھ سے کہا کھیل سیکھنے کے لئے میں تمہیں پہلے مسلمان بناؤں گا، جاؤ نہا کر آؤ، سامنے ایک ٹیوب ویل چل رہا تھا میں وہاں جا کر نہا کر آیا، اس نے کہا کہ اب تم کلمہ پڑھو، یہ سوچ کر کہ میں اپنا دھرم چھوڑ کر مسلمان ہو رہا ہوں، سچے دل سے وہ کہو جو میں کہہ رہا ہوں میں نے کہا کہ میں دھرم نہیں چھوڑ سکتا، اس نے کہا کہ پھر تم کھیل بھی نہیں سیکھ سکتے میں نے کہا کہ کھیل سیکھ کر میں اپنے بھائی کو دیکھ لوں گا یا نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ کھیل سیکھ کر نہ جانے کیا کیا دیکھوگے؟ مجھے اپنے بھائی کی تلاش کا جنون تھا میں نے کہا اگر میرا بھائی مل جاتا ہے تو

میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں اس نے مجھے ایک چٹائی پر بٹھایا اور مجھے چادر اڑھائی اور کہا سچے دل سے اس وشواس کے ساتھ کہ میں ہندو دھرم چھوڑ کر مسلمان ہو رہا ہوں کلمہ پڑھو کہو: لا الہ الا اللہ محمد یا رسول اللہ۔

سوال: محمد یا رسول اللہ پڑھوایا یا محمد رسول اللہ پڑھوایا تھا؟

جواب: اس نے مجھے سات بار محمد یا رسول اللہ پڑھوایا۔

سوال: آپ نے سچے دل سے مسلمان ہونے کے لئے کلمہ پڑھا تھا؟

جواب: سچے دل سے تو کیا، بھائی کو تلاش کرنے کے لیے مسلمان بننے کے لئے یہ کلمہ پڑھا تھا۔

سوال: پھر اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب: اصغر مداری نے بہت دیر تک مجھے کچھ کچھ پڑھوایا، پھر مجھے کھڑا کیا اور کہا کہ تمہیں کل پھر آنا ہے، میں کل پھر گیا اس نے پھر مجھ سے ایک گھنٹے تک جاپ کروایا، پھر کہا سات روز تک تمہیں آنا ہوگا، میں سات روز تک جاتا رہا، سات روز کے بعد اس نے مجھے چٹائی پر لٹا کر چادر اوڑھائی اور بولا، دیکھو کیا دِکھتا ہے؟ میرے اباجی کی جیب میں کیا ہے؟ مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر میرے منہ سے خود بخود نکل رہا تھا، بیڑی ہے، مالا ہے، پیسے ہیں، اس نے کہا کہ اس لڑکی کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس نے کیا کھایا ہے؟ میں نے کہا کیلا کھایا، دال روٹی کھائی ہے، اس نے اسی طرح تین چار لوگوں کے بارے میں معلوم کیا اور مجھے اٹھا دیا اس نے کہا ابھی تمہارا ایک طبق روشن ہوا ہے، اگر تم لگے رہے تو چودہ طبق روشن ہو جائیں گے اور تین طبق کے بعد تمہارا بھائی تمہیں دکھائی دے جائے گا تم اس سے جا کر مل لینا، میں نے کہا مجھے تو کچھ بھی نہیں دکھائی دے رہا تھا، اس نے کہا تم پھر کیسے صاف صاف بتا رہے تھے؟ میں نے بحث کی تو بولا تمہارا ایمان سچا نہیں ہے اس میں میل ہے، اس

لئے ابھی تمہیں کچھ نہیں دکھائی دیا، دیکھو چشمہ پر مٹی لگی ہو تو کچھ دکھائی نہیں دیتا، میں نے کہا میرا ایمان کیسے صاف ہوگا، اس نے کہا کسی مولانا صاحب کے پاس جا کر اپنا ایمان صاف کرو، میں نے کہا تم میرے پیسے اور جوڑے واپس کرو اس نے کہا کہ میں حق ادا کر چکا، میں اس سے لڑنے لگا تو بولا کہ اگر زیادہ بولوگے تو میں تم پر کھایل چھوڑ دوں گا، میں نے اس سے پیسے چھیننے کی کوشش کی تو اس نے میری طرف آنکھیں لال کر کے پھونک ماری، میرے پورے بدن میں مرچیں لگنے لگیں، اس قدر کھجلی کہ پاگل ہونے کو ہو گیا، میں رونے لگا، آدھا گھنٹہ کھجلاتے جب بیہوش ہونے کو آیا تو اس نے کہا جا معاف کرتا ہوں، اب تو کچھ نہیں کہے گا، دکشنا واپس تو نہیں مانگے گا، میں نے کہا مجھے معاف کردو، پھونک مار کر بولا جا میں نے کیا، اپنا ایمان بنا، جب میل دور ہو جائے گا تو اپنے بھائی سے مل لینا کھجلی کم ہوئی تو مجھے ہوش آیا، بہت مایوس جان بچا کر بھاگا، بس اڈے پر ایک مولانا اررریہ بہار کے داوری میں لڑکیوں کا مدرسہ چلاتے تھے مولانا فیروز صاحب وہ ملے میں نے حلیہ دیکھ کر ان سے معلوم کیا کہ آپ مولانا ہیں، انہوں نے کہا کہ ہاں بولئے کیا بات ہے؟ میں نے اپنی دکھ بھری داستان سنائی، مولانا صاحب نے کہا: وہ مداری تو بس دھوکہ دے رہا ہے البتہ ہمارے حضرت صاحب ہیں جو صرف ساری دنیا کے انسانوں کے ایمان بنانے کی محنت کرتے ہیں، میں ان کے پاس جانے کے لئے بس کے انتظار میں کھڑا ہوں آپ کے پاس وقت ہو تو میرے ساتھ دہلی اوکھلا چلو، میں تے چلتا ہوں، مولانا فیروز صاحب کے ساتھ میں اوکھلا پہونچا ایک گھنٹہ انتظار کے بعد خلیل اللہ مسجد میں مولانا صاحب آئے مولانا فیروز صاحب نے بتایا کہ یہ بھائی صاحب داوری بس اڈے پر کھڑے تھے میں ان کو لے آیا، مولانا صاحب نے مجھ سے پوری بات سنی اور سن کر بولے، مداری تو واقعی مداری تھا اور

یہ تو سب شعبدہ باز ہوتے ہیں، مگر بات سچی کہہ رہا تھا کہ اگر واقعی آدمی اپنے ایمان کو بنالے تو پھر اسے سب کھرا کھوٹا صاف دکھنے لگتا ہے، اب یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ بھائی کو ڈھونڈنے نکلے اور ایسا لگتا ہے کہ اللہ آپ کے لئے ہدایت کے راستے کھول رہے ہیں، آپ پریشان وہاں کھڑے تھے، مولانا فیروز مل گئے اور یہ فوراً میرے یہاں آرہے تھے یہ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اتفاق سے ہوا لیکن اللہ کے یہاں سب ارادہ سے ہوتا ہے، جب اللہ ہی آپ کے لئے ہدایت کا راستہ کھول رہے ہیں تو پھر آپ کو مالک کی خاص عنایت کی قدر کرنی چاہئے، آپ سچے دل سے کلمہ پڑھ لیجئے۔ انھوں نے مجھے اسلام اور ایمان کے بارے میں بتایا، پھر مجھے کلمہ پڑھوایا، میں نے کلمہ پڑھا دوسرا کلمہ شہادت پڑھوایا، میں نے کہا، پہلا کلمہ تو مجھے یاد ہے، میں نے سنایا تو مولانا صاحب نے کہا محمد یا رسول اللہ بالکل غلط بلکہ بہت غلط ہے، محمد رسول اللہ ﷺ ٹھیک ہے، میرا نام نعیم الدین رکھا، مجھے مشورہ دیا کہ آپ ایفی ڈیوڈ بنوالیں اور دین سیکھنے کے لئے جماعت میں چلے جائیں، میں نے کہا میرے بھائی کا کیا ہوگا؟ مولانا صاحب نے کہا کہ اللہ کے راستے میں جارہے ہو وہاں جاکر اللہ سے دل سے دعا کرنا، اللہ کی مرضی کے بغیر پتہ بھی نہیں ہلتا، اور وہاں سے جس کام کے ہونے کا فیصلہ ہو جاتا ہے کوئی روک نہیں سکتا، وہ کریم اللہ ہر ایک کی دعا قبول کرتے ہیں اور اپنے راستے میں اور بھی دعائیں قبول کرتے ہیں، میں نے کہا میری نوکری کا کیا ہوگا؟ اور مجھ پر قرض بھی ہے، مولانا صاحب نے معلوم کیا تو پتہ لگا کہ فیکٹری مالک مولانا صاحب کے جاننے والے ہیں، مولانا صاحب نے ان کو فون کیا کہ جماعت سے آکر قرض اتار دیں گے، تیسرے روز میں جماعت میں چلا گیا، امیر صاحب فیروز آباد کے تھے مولانا صاحب کو اچھی طرح جانتے تھے، ان کی وجہ سے ساتھیوں نے میرا بہت خیال کیا

،ایک چلہ کے بعد ساتھ میں دو چلوں کی تشکیل ہوگئی مولانا صاحب سے فون پر بات ہوگئی خوشی کا اظہار کیا، پہلا چلہ ہمارا بھوپال میں لگا، دوسرے چلہ میں میں کھنڈوہ چلا گیا، اور تیسرا چلا میرا ممبئی میں لگا۔

سوال: آپ نے اپنے بھائی کے لئے دعا نہیں مانگی؟

جواب: اتنی دعائیں مانگیں جتنی مانگ سکتا تھا اور اللہ نے قبول فرمائیں، ایک روز ہم خصوصی گشت کے لئے نکلے، جوگیشوری میں ایک دکان کے سامنے سے ہم گذرے، تو میرا بھائی اس دکان پر سیلز مین بنا ہوا گراہکوں کو سامان دکھا رہا تھا میں چیخا سنیل میرے بھائی وہ مجھے اس حلیہ میں پہچان نہیں سکا، وہ بولا آپ کون ہیں؟ میں نے کہا تیرا بڑا بھائی سشیل وہ شروع میں تو بہت خوش ہوا، مگر تھوڑی دیر میں اس کا چہرہ میرے اس حلیہ سے اتر سا گیا، میرا چلہ پورا ہو گیا تھا، بس ایک دن زیادہ لگانے کے لئے امیر صاحب نے سب لوگوں کو آمادہ کیا تھا، میں نے امیر صاحب کو اپنا سارا حال سنایا، امیر صاحب، دکان مالک (جو مسلمان تھے) کی اجازت سے میرے چھوٹے بھائی کو اپنے ساتھ لے گئے ان کو ناشتہ وغیرہ کرایا، میں نے بھائی کو گھر کا حال سنایا، ماں کے دکھ کی داستان سنائی اور بتایا کہ میں گھر سے قسم کھا کر چلا تھا کہ بھائی کو تلاش کر کے ہی واپس لوٹوں گا، مزدوری کی، رکشہ چلایا، اور تمہیں تلاش کرتا رہا اس کو میں نے آمادہ کیا کہ وہ میرے ساتھ ایک بار گھر چلے ٹکٹ بنوایا اور پروگرام بنایا کہ دہلی حضرت صاحب سے مل کر ہم لوگ گھر جائیں، دہلی پہنچے مولانا سے ملاقات کے لئے ہمیں دو روز قیام کرنا پڑا، معلوم ہوا کہ پھلت میں ہیں، ہم لوگ پھلت پہنچے، مولانا صاحب سے ملاقات ہوئی سنیل کو دو بار انہوں نے گلے سے لگایا، مولانا عمر صاحب کو بلا کر مولانا صاحب نے ہمارا تعارف کرایا اور سنیل سے کہا یہ ہمارے نواسے

مولوی عمر ہیں، آپ سے کچھ دیر محبت اور پریم کی بات کریں گے، مولانا عمر صاحب نے میرے بھائی کو کچھ دیر سمجھایا اوران کو دعوت دی، اللہ کا شکر ہے وہ تیار ہو گیا اس کو کلمہ پڑھوایا ،پھر مولانا صاحب نے ایک بار کلمہ پڑھوایا تجدید کرائی اس کا نام فہیم الدین رکھا، اس کے قانونی کاغذات بنوائے، جماعت میں جانے کا مشورہ دیا، میں نے کہا میں ایک بار مغل سرائے جا کر گھر والوں سے اس کی ملاقات کرانا چاہتا ہوں، کہا بہت اچھا، ان کو جلدی واپس کرو، یہ کہہ کر کہ اس کی اچھی جاب لگی ہے، وہ چھوٹ جائے گی میں خوشی خوشی گھر لوٹا، پہلے سے فون پر بتا دیا تھا، گھر کے لوگ بہت خوش تھے، ہم دونوں پہنچے تو مجھے دیکھ کر لوگ سہم گئے، سب لوگ ہمارے آنے کی خوشی بھول کر برس پڑے، اور جب میرا معلوم ہوا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں، گھر میں طوفان کھڑا ہو گیا فہیم الدین میرا بھائی تو تین روز رہ کر ماں سے کہہ کر کہ ماں میرا ممبئی میں بہت اچھا کام لگا ہے وہ چھوٹ جائے گا وہاں سے دہلی آ گیا اور جماعت میں چلا گیا، میرا حال یہ ہوا جو آپ کے سامنے ہے، گھر والوں نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ امریکہ کی جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ نہ کیا جاتا ہو، میرے ایک چچا نے میرے منہ میں پیشاب کیا، مجھے ٹانگ کر مارا، میرے پاؤں اور ہاتھ کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور ایک ہفتہ تک کسی نے میرے پٹی بھی نہیں بندھوائی، پورے علاقہ میں میرا چرچہ تھا، پڑوس کے گاؤں میں مسلمانوں نے ایک ایم ایل اے کی مدد سے تھانہ میں ایک رپورٹ لکھوائی، پولس آئی، ہمارے گھر والوں کو پکڑ کر لے گئی، مجھے سرکاری اسپتال میں بھرتی کیا گیا، میرے پڑوس کے ایک سیٹھ جی نے مجھے ایک اچھے اسپتال میں بھرتی کرایا، اور میرا آپریشن کرایا۔

سوال: سیٹھ جی ہندو نہیں تھے؟

جواب: ہندو تھے مگر ان کو میرے حال پر بہت ترس آیا، انہوں ہی نے پڑوس کے مسلمانوں کو میرے حال کی خبر کی تھی، پولس والوں نے میرے گھر والوں کے خلاف رپورٹ لکھی، پھر رشوت لے کر آئندہ کوئی حرکت نہ کرنے کی شرط پر چھوڑ دیا۔

سوال: آپ کی ماں کو بھی آپ پر ترس نہیں آیا؟

جواب: ہاں، بہت روتی رہیں، چیختی رہیں، مگر کسی نے کچھ نہ سنی۔

سوال: آپ کو اس تکلیف میں کیسا لگا؟

جواب: دو بار تو مار کے بعد خون میں میرے پورے کپڑے بھیگ گئے، مگر اللہ کا شکر ہے مجھے بہت مزہ آتا رہا اور میں یہ سوچ کر کہ مجھے جان سے مار رہے ہیں کلمہ شہادت پڑھتا رہا، اس کے بعد یہ سلسلہ روز بروز چلتا رہا، دو بار مجھے زہر دینے کی کوشش کی، "مگر جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے" باوجود یہ کہ پولیس والوں کا ڈر تھا مگر وہ لوگ نرم نہ پڑے، کسی طرح میں نے مولانا صاحب کو فون کیا، مولانا صاحب نے اپنے ایک ساتھی ماسٹر صاحب کو بھیج کر مجھے دہلی بلایا وہ مجھے لے کر دہلی آئے مولانا صاحب میرا حال دیکھ کر رونے لگے، بار بار مجھے پیار کرتے تھے اور فرماتے کہ نعیم الدین آپ کتنے خوش قسمت ہیں کہ اس زمانہ میں آپ کو اللہ نے صحابہ کے انداز کے حالات سے نوازا، حضرت صاحب نے میرا علاج کرایا، اللہ کا شکر ہے سب چوٹیں ٹھیک ہوگئی ہیں اب بس دوبارہ ہاتھ پر پلاسٹر چڑھایا گیا ہے۔

سوال: اللہ کی شان کہ آپ کو ایک بازی گر کے واسطے سے اسلام کی طرف رہنمائی کی۔

جواب: یہ ہی نہیں، بلکہ حضرت نے مجھ سے کہا اب اس اصغر مداری کا آپ پر حق ہو گیا ہے کہ آپ اس کو بھی راہ راست پر لانے کی فکر کریں۔ میں ایک صاحب کے ساتھ دادری گیا، اتفاق کی بات یہ ہے کہ ابھی تک اس کا ڈیرہ وہاں موجود تھا، وہ اس سال برسات میں پھر

یہاں آیا ہے، میں نے اس کو اپنا پورا حال بتایا اور مولانا صاحب سے ملنے کے لئے کہا، وہ اپنے بچپن میں پھلت رہ چکا ہے، جب اس کے والد مداری کا کام کرتے تھے، اس نے بتایا کہ وہ مدرسہ میں پڑھا بھی ہے، ایک مہینہ تک مولانا نے اس کو سمجھایا اور مرنے کے بعد کی زندگی کی فکر کرنے کو کہا اور بتایا کہ رزق مقدر ہے، انسان کی کوشش سے بڑھنے گھٹنے والا نہیں ہے، انسان کو حلال طریقہ اختیار کرنا چاہئے، یہ شعبدہ بازی حرام ہے، میرے حال کو دیکھ کر اور میری داستان سن کر اس پر بہت اثر تھا اس نے توبہ کا وعدہ کیا، حضرت نے اس کو جماعت میں جانے کا مشورہ دیا، اصغر نے کہا، میں نعیم الدین کے اکیس ہزار روپے ادا کر کے جماعت میں چلا جاؤں گا، پندرہ روز کے بعد اس نے اکیس ہزار روپے اور دو جوڑے بھی مجھے لا کر دیے اور ایک جوڑے کو معاف کرنے یا قیمت لینے کو کہا، میں نے دونوں جوڑے اس کو ہدیہ کئے اکیس ہزار روپے قرض ادا کیا، اور اس پر بہت شکر ادا کیا کہ میری ہدایت کا ذریعہ بننے والا خود بے راہ تھا، اللہ نے اس کے بھی جماعت میں جانے کا ذریعہ مجھے بنایا۔

سوال: اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

جواب: ابھی ذرا صحت کا حال ٹھیک ہو جائے تو حضرت جیسا کہیں گے ویسا کریں گے، میرے بھائی نعیم الدین بھی جماعت سے آگئے ہیں، دہلی میں الحمد للہ ملازمت بھی مل گئی ہے۔

سوال: بہت بہت شکریہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جواب: وعلیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ماخوذ از ماہنامہ ارمغان دسمبر ۲۰۱۰ء

ہسپتال کی ملازمت کفر سے نکلنے کا سبب بنی

۹۳ ڈاکٹر محمد احمد سے ایک ملاقات

اقتباس

اسلام جیسا سچا دین پا کر مجھے اب کسی کی پرواہ نہ تھی، میں نے بھائیوں اور بیوی بچوں اور ماں کو چھوڑ کر خود کو اسلام کے آغوش میں دے دیا تھا، اس کے بعد جب قرآن سمجھ کر پڑھنے لگا تو زندگی گذارنے کے راز منکشف ہونا شروع ہوئے، آج میں ماضی پر نظر ڈالوں تو حیرانی ہوتی ہے، ہم بھی کتنے بیوقوف تھے کہ ہم مٹی سے بنے بتوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے، دس منٹ ایک کے سامنے، اور بیس منٹ دوسرے کے سامنے اور ہر ایک کو خوش کرنے کی کوشش کرتے۔ تعصب کی عینک پہننے کے باعث ہماری عقل بھی سلب ہو گئی تھی، مگر اللہ نے مجھے دکھا دیا کہ جو ہدایت پانے کا فیصلہ کرلے وہ اسے مایوس نہیں کرتا۔

میری جائے پیدائش ضلع سانگھڑ (پاکستان) جہاں میں نے آنکھ کھولی۔ شعور کی منزلیں طے ہوئیں تو معلوم ہوا کہ ہم ہندو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، مندر جانا، ہولی اور دیوالی منانا، یہ سارے کام بچپن ہی سے اپنا لئے، ہم پانچ بھائی تھے اور میں اپنے بھائیوں میں تیسرے نمبر پر تھا، گھر پر سب سے زیادہ مذہبی میں ہی تھا، ہمارے یہاں گاؤں میں

ہندوؤں کے علاوہ مسلمان بھی آباد تھے، میں ایک متشدد ہندو تھا اور مجھے مسلمانوں سے سخت نفرت تھی، میں گوشت نہیں کھاتا تھا اور ہر اس چیز سے نفرت میری گھٹی میں شامل ہوگئی جو مسلمانوں کو مرغوب تھی، میں باقاعدہ اپنے ہندو دوست اکٹھے کرتا اور ہفتہ میں ہم دو بار خوب اہتمام سے مندر جایا کرتے، اسی دوران میں نے گورنمنٹ ہائی اسکول سانگھڑ سے میٹرک کر لیا، میٹرک میں اچھے نمبر حاصل کئے تو حیدرآباد کے ایک کالج میں داخلہ مل گیا، یوں کامیابی کا سفر جاری رہا، آخر میں نے میڈیکل کی تعلیم مکمل کر لی، پڑھائی کے مزید پانچ سال مکمل کر کے میں جام شورو میں ہاؤس جاب کرنے لگا، والد صاحب کی وفات کے بعد میں نے گاؤں میں کلینک کھولنے کا فیصلہ کر لیا، بھائیوں نے جگہ بھی خریدی لیکن اس دوران ایک عجیب اتفاق پیش آیا۔

میرے ایک دوست ایک دن میرے پاس آیا اور کہا کہ کراچی میں امراض قلب کے ہسپتال میں ملازمتیں موجود ہیں تم بھی ساتھ چل کر قسمت آزماؤ، لیکن کراچی کے نام سے مجھے خوف آتا تھا، سن رکھا تھا کہ وہاں ہندوؤں کو مار دیتے ہیں، میرے خوف کا یہ عالم تھا کہ جب بھی دوستوں نے کراچی گھومنے کا منصوبہ بنایا میں نے صاف انکار کر دیا، مجھ پر اس قدر رہیبت غالب تھی کہ میں کراچی کبھی نہیں گیا، خیر اس بار دوستوں کا اصرار اتنا بڑھا کہ میں انکار نہ کر سکا اور کراچی پہونچ گیا، کراچی آنا دراصل میری آنکھوں سے کفر کی پٹی اتارنے کی پہلی کڑی تھی، یہاں دوستوں نے میرا فارم بھی بھر کر جمع کرا دیا، میں نے احتجاج کیا کہ میں گاؤں میں کلینک کھولنا چاہتا ہوں، لیکن انہوں نے میری ایک نہ مانی، اللہ کی قدرت مجھے اندھیروں سے روشنی کی جانب لے جا رہی تھی، میں اس سے بچنے کی کوشش کرتا رہا مگر کہتے ہیں نہ کہ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، درخواست جمع کرنے والوں کی تعداد اچھی خاصی تھی، ایک مہینے کے بعد ہم سب کا انٹرویو پروفیسر اسد اللہ کنڈی نے

لیا، ڈاکٹر اسد اللہ دین دار آدمی تھے، پینتیس امیدوار چنے گئے، جن میں میں بھی شامل تھا، پروفیسر صاحب نے میری تعلیمی کارکردگی کو سراہا اور کہا کہ اسپتال میں چلے آیئے، میں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ گاؤں میں کلینک کھولنا چاہتا ہوں، لہٰذا آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں کہاں رہوں گا یہ تو دوستوں نے فارم زبردستی جمع کرا دیا ورنہ میرا کوئی ارادہ نہیں تھا، پروفیسر صاحب نے کہا آپ ہماری پیشکش ذہن میں رکھئے گا، آپ کے پاس وقت ہے، میں بالکل نہیں جانتا کہ مہلت دینے میں اللہ تعالیٰ کی کیا حکمت تھی؟ بہر حال میں واپس جا کر ہاؤس جاب کرنے لگا، کچھ عرصے بعد پروفیسر اسد اللہ کنڈی کا فون آیا، انہوں نے پوچھا کہ آپ آرہے ہیں یا نہیں؟ میں نے جواب دیا ''سر فی الحال میرے لئے ممکن نہیں ہے'' اس طرح بات ٹل گئی، انہوں نے پھر فون کیا لیکن میں راضی نہ ہوا، جب میری ہاؤس جاب کا گیارہواں مہینہ چل رہا تھا تو میں کراچی گیا اور پروفیسر صاحب سے تفصیلی نشست ہوئی انہوں نے فیصلہ کن انداز میں پوچھا آپ کو آنا ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں آسکتے تو ہم یہ جگہ کسی اور کو دے دیں گے، میں انکار کرکے ہسپتال سے باہر نکل آیا ۔ اللہ کی شان دیکھئے، وہیں میرے گاؤں کا ایک دوست مل گیا، اس نے مجھے دیکھ کر بڑی حیرت سے پوچھا: یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں نے بتایا کہ یہاں ملازمت مل رہی ہے، لیکن رہائش کا مسئلہ ہے، دوست بولا رہائش میں دوں گا، تم میرے ساتھ ہی رہو، اب میں نے پیش کش ٹھکرانا مناسب نہیں سمجھا اور ہسپتال میں ملازمت کرلی، بھائیوں کو یہ کہہ کر قائل کیا کہ میرے ماہر امراضِ قلب بننے سے گاؤں والوں کو سہولت ہو جائے گی، لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ دوسروں کے دلوں پر تجربات کرنے والے کے دل پر بھی ایک اللہ کی توحید اثر کرنے والی ہے اب میری زندگی میں انقلاب آنا شروع ہوا، ہسپتال میں کام کرنا دراصل مجھے اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جانے کا بہانہ تھا، ایمرجنسی وارڈ میں چوبیس گھنٹے کے

دوران دو تین اموات ہونا معمول تھا، ایک دن جب پہلی مرتبہ میری ڈیوٹی ایمرجنسی وارڈ میں لگی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مریض کی طبیعت اچانک بگڑ گئی، ہم اس کا علاج کرنے لگے ،مریض کے عزیز و اقارب بہ آواز بلند قرآن مجید کی تلاوت اور درود کا ورد کر رہے تھے، مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی ،لیکن یہ بات میرے دل و دماغ میں نقش ہوگئی ،دوسرے دن پھر ایمرجنسی وارڈ میں میری ڈیوٹی لگی ،اب جیسے ہی کسی مریض کی طبیعت خراب ہوتی، میں علاج کرنے کے ساتھ ساتھ عزیز و اقارب سے کہتا بلند آواز میں قرآن پڑھو، یوں آہستہ آہستہ اسلامی باتیں میرے دماغ میں اس طرح آتی گئیں کہ مجھے خود معلوم نہیں ہوا کہ میں کس راستے پر چل رہا ہوں، میں ان جانے میں فطرت کے قریب ہو رہا تھا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ صرف اپنے علم اور لکھنے پڑھنے سے مسلمان ہو جائے گا تو یہ اس کی غلط فہمی ہے، جب تک کافر پر اللہ کی خاص رحمت نازل نہ ہو، یہ نعمت عظمی اسے نہیں مل سکتی مسلمان ہو جانا ہر ایک کی قسمت میں کہاں؟ بہر حال مریض کے عزیز و اقارب مجھ سے مل کر بہت حیران ہوتے جب انہیں پتہ چلتا کہ میں ہندو ہوں، ہسپتال میں میرے کمرے کے باہر ڈاکٹر گوتم داس کی تختی لگی تھی، جب وہ اپنے مریض کی خیریت دریافت کرتے تو میں کہتا انشاء اللہ، اللہ بہت جلد شفا عطا فرمائیں گے تم قرآن پڑھو اور مریض کے لئے دعا کرو، اللہ تعالیٰ سب ٹھیک کر دے گا مجھے خود بھی معلوم نہیں تھا کہ اب میں دوران گفتگو اللہ کا نام بار بار لیتا ہوں ،ایک دن میری ملاقات گلستان جو ہر کے ایک خاندان سے ہوئی جن کی ایک ادھیڑ عمر خاتون بیمار تھیں، میں نے فرائض نبھائے اور خوب اچھی طرح ان کی دیکھ بھال کی ،مریض کے ساتھ شفقت دیکھ کر انہوں نے کچھ عرصہ بعد مجھے گھر آنے کی دعوت دی اور یوں یہ سلسلہ چل نکلا، جب اس گھر میں آنا جانا شروع ہوا تو دیکھا کہ جیسے ہی نماز کا وقت ہوا گھر کی مالک سارے کام چھوڑ چھاڑ نماز پڑھنے لگتی ہیں، یہ

بات مجھے عجیب لگی، اس گھر میں چند بچیاں تھیں، جنہیں ایک عالمہ پڑھانے آتی تھی، ایک دن میں نے یوں ہی قرآن کی طرف اشارہ کر کے پوچھ لیا، یہ کیا ہے؟ وہ ادھیڑ عمر خاتون بولیں: یہ قرآن مجید ہے، میں نے پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو قرآن پیچھے کرتے ہوئے کہنے لگیں، جب تک وضو نہ ہوا سے ہاتھ نہیں لگاتے، میں حیران ہو کر بولا: کیا یہ اتنی اہم چیز ہے؟ اسے پڑھتے کس طرح ہیں؟ جواب ملا: اسے دیکھ کر پڑھا جاتا ہے اور لوگ اسے حفظ بھی کر لیتے ہیں، کیا یہ پوری کتاب حفظ ہو جاتی ہے؟ یہ کہہ کر میں حیرت کی اتھاہ گہرائی میں ڈوب گیا، پڑھنا تو نہیں جانتا تھا، مگر قرآنی الفاظ ایسے تھے کہ انہیں ٹکر ٹکر دیکھنے لگا، بہر حال اس روز قرآن دیکھ کر میرے اندر ہل چل پیدا ہو گئی، مسلمان دوستوں نے ایک دن میری دعوت کی، جس میں بڑا گوشت بھی شامل تھا انہوں نے کہا" بڑا گوشت تو آپ نہیں کھاتے؟" مگر میں نے انہیں دوٹوک کہہ دیا کہ ایسی کوئی بات نہیں۔

میرے دوستوں کے پرخلوص رویہ نے دراصل میری ساری شدت پسندی زائل کر دی تھی، چند دنوں بعد میرے دوستوں نے ایک تقریب کا اہتمام کیا جس سے میں لاعلم تھا، جب میں وہاں پہونچا تو انہوں نے بتایا تم مسلمان ہو گئے ہو، بڑا گوشت کھاتے ہو اور اسلام کے حوالے سے گفتگو کرتے ہو، یہ کہہ کر انہوں نے مجھے ایک قرآن پاک تحفہ میں دے دیا، میں نے یہ شاندار تحفہ قبول کر لیا، دوستوں کی بات صحیح تھی میں اندر سے مسلمان ہو چکا تھا لیکن ابھی مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس امر کا اعلان کر دیتا، یہ تھا بھی بڑا مشکل کام، مجھے اندازہ تھا کہ اپنا مذہب چھوڑ کر مجھے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن یہ حقیقت ہے کہ اسلام کی کشش مجھے کھینچتی لے جا رہی تھی، پہلے میں باقاعدگی سے مندر جایا کرتا تھا، لیکن اب میں گاؤں جاتا تو مندر جانا ترک کر دیا، والدین یا رشتہ داروں نے یہ بات محسوس کر لی، ماں کبھی پوچھتی تو میں موضوع بدل دیتا یا بات ٹال جاتا، دراصل مجھے ان بتوں سے نفرت ہو گئی تھی، کچھ

عرصہ بعد تو یہ کیفیت ہوگئی کہ گاؤں میں ایک دن ٹھہرنا بھی محال ہوگیا، جی چاہتا صبح ہوتے ہی بھاگ جاؤں، اب گھر والوں کے شک کو آہستہ آہستہ تقویت ملتی گئی، دراصل میں نے ہولی اور دیوالی بھی منانی چھوڑ دی، مزید دو برس کے اندر میں اسلام کی جانب چلا گیا، صبح کے وقت پیس چینل پر ڈاکٹر ذاکر نائک کا مدلل پروگرام دیکھتا، ڈاکٹر ذاکر اسلام کے حوالے سے ہندوؤں کے شکوک وشبہات دور کرتے تھے، انہوں نے میری زندگی کے بھی کئی مسائل حل کئے اور مجھے اسلام کے مزید قریب کردیا، ہندمت اور اسلام پر ان کی دلائل سے بھرپور گفتگو مجھے اپنی جانب کھینچتی۔

اس طرح اسلام پسندی میرے رگ وپے میں سرائت کرگئی گاؤں والوں کو جب اس بات کا پتہ چلا تو ایک دن انہوں نے مجھے بہانے سے گاؤں بلوالیا، وہاں مجھے بطور سزا کے ایک کوٹھڑی کے اندر بند کردیا گیا، پھر ہر طرح سے کوشش کی گئی کہ میں دوبارہ ہندو ہو جاؤں اس دوران وتشدد کے حربے بھی آزمائے گئے، وہ دن میرے لئے سخت آزمائش کے تھے، میں وہاں سے کیسے نکلا یہ علاحدہ داستان ہے، مختصراً میں کسی نہ کسی طریقہ سے بھاگ کر کراچی پہونچ گیا، اب میرے لئے میدان کھلا تھا، میں اسلام میں پورا داخل ہونا چاہتا تھا، چند لوگوں نے کہا کہ بیوی بچوں کی طرف لوٹ جاؤ، مگر اسلام چھوڑنا میرے لئے موت کے برابر بن گیا تھا، ایک دن کراچی کے معروف دینی ادارے میں ایک مفتی صاحب کے ہاتھوں میں نے اسلام قبول کیا۔

وہ میری زندگی کے ناقابل فراموش لمحات تھے، الفاظ انہیں بیان کرنے سے قاصر ہیں، مفتی صاحب نے پوچھا: آپ کیا محسوس کررہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ آپ اپنا ہاتھ کھولئے، انہوں نے ہاتھ کھولا، میں نے کہا اگر اس میں روئی رکھ دی جائے تو کتنا وزن ہوگا؟ جواب ملا نہ ہونے کے برابر۔ مفتی صاحب! ایسی ہی کیفیت میری ہے، میں خود کو روئی سے بھی ہلکا محسوس کررہا ہوں۔ یہ حقیقت تھی، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے جسم سے تمام

بوجھ ہٹ گئے، اب مجھے نئے سرے سے زندگی ملی ہے، دوسرے دن میں نے گاؤں فون کرکے گھر والوں کو خوشخبر سنائی، ان کا ردعمل بڑا سخت تھا، مگر اسلام جیسا سچا دین پاکر مجھے اب کسی کی پرواہ نہ تھی، میں نے بھائیوں اور بیوی بچوں اور ماں کو چھوڑ کر خود کو اسلام کے آغوش میں دے دیا تھا، اس کے بعد جب قرآن سمجھ کر پڑھنے لگا تو زندگی گذارنے کے راز منکشف ہونا شروع ہوئے، آج میں ماضی پر نظر ڈالوں تو حیرانی ہوتی ہے، ہم بھی کتنے بیوقوف تھے کہ ہم مٹی سے بنے بتوں کے سامنے کھڑے ہوجاتے، دس منٹ ایک کے سامنے، اور بیس منٹ دوسرے کے سامنے اور ہر ایک کو خوش کرنے کی کوشش کرتے۔ تعصب کی عینک پہننے کے باعث ہماری عقل بھی سلب ہوگئی تھی، مگر اللہ نے مجھے دکھادیا کہ جو ہدایت پانے کا فیصلہ کرلے وہ اسے مایوس نہیں کرتا۔

یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص کرم سے مجھے محمد ﷺ کی پیاری امت میں شامل فرما دیا، اب میں اللہ کے رسول ﷺ کے حالات زندگی پڑھتا ہوں تو ایمان کی حلاوت میں مزید اضافہ ہوتا ہے، ہمارے پیارے نبی ﷺ زندگی گذارنے کے تمام طریقے قرآن اور حدیث میں چھوڑ گئے ہیں، ان پر عمل کرنے میں ہماری دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔

آج میں مسلمان نسل کو کفار کے نقش قدم پر اور کیبل، انٹرنیٹ کے منفی استعمال کا دلدادہ دیکھتا ہوں تو بڑا دکھ ہوتا ہے، مسلمانوں سے میری یہی درخواست ہے کہ خدارا اسلام کو وارثت میں ملی شئی سمجھ کر اس کی ناقدری نہ کرو، اپنے اعمال و اخلاق اسلام کے سانچے میں ڈھال لو، یہ اسلام اگر قرآن وحدیث کے ذریعے محفوظ نہ ہوتا تو آج تباہی و بربادی تمہارا مقدر ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ٹھیک طریقہ سے اسلام کے اصولوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (ماخوذ از ماہنامہ ارمغان پھلت جنوری ۲۰۱۱ء)

۹۴ داعی کی دردمندی سے میں نے کلمہ پڑھ لیا

جناب جاوید احمد سے ایک دلچسپ ملاقات

اقتباس

خدیجہ بھی دو سال تک رمضان میں روزے رکھتی رہی اور چھپ چھپ کر نماز پڑھتی رہی، عید کے روز دونوں چھپ چھپ کر روتے رہے، وہ دن میں روزے میں مجھے کھانے کو نہیں پوچھتی تھی کہ مجھے ساتھ کھانا نہ پڑے، میں بھی اسی طرح ٹلاتا رہا، میں ڈرتا تھا کہ اس کو پتہ چل گیا تو اپنے گھر والوں سے کہہ دے گی تو میرا جینا مشکل ہو جائے گا، اور وہ اس لئے نہیں بتاتی تھی کہ میں اسے چھوڑ دوں گا، دو سال تک ہم دونوں مسلمان رہے، ایک گھر میں رہتے رہے، ایک دوسرے سے چھپاتے رہے، اس کے بعد جب عید آئی تو بس عید تھی، دو سال عید پر رونے کو یاد کر کے ہم نادانوں کی طرح ہنستے رہے، الحمدللہ ثم الحمدللہ میرے اللہ بھی ہم پر ہنستے ہوں گے، ہم پر کیسا پیار اور رحم آتا ہوگا ہمارے اللہ کو۔

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: جاوید صاحب آپ بنگلور سے کب تشریف لائے تھے؟

جواب: میں پچھلے ہفتہ آیا تھا، اصل میں، میں وسیم بھائی سے بہت زمانے سے کہہ رہا تھا کہ حضرت سے ملاقات کرادو، مگر ان کو چھٹی نہیں مل رہی تھی، اتفاق سے کمپنی کی طرف سے دہلی ایک کام کے لئے سفر کا پروگرام بنایا، میں نے خدیجہ سے کہا کہ چلو دونوں چلتے ہیں حضرت سے ملاقات ہو جائے گی، وہ بہت خوش ہوئی، اللہ کا شکر ہے حضرت سے ملاقات ہوگئی۔

سوال: آپ کا وطن بنگلور ہی ہے؟

جواب: نہیں بلکہ ہم لوگ اصلاً مہاراشٹر میں پونا کے قریب کے رہنے والے ہیں، میری اہلیہ خدیجہ ناگپور کے قریب ایک شہر سے تعلق رکھتی ہیں، اب ان کے والد بنگلور میں رہنے لگے ہیں وہ بی جے پی کے اسسٹینٹ سکریٹری ہیں اور وہ بڑے ایکٹیو لیڈر ہیں، انہوں نے ناگپور کو صرف کرناٹک میں پارٹی کا کام کرنے کے لئے چھوڑا ہے، اور ان کے کرناٹک آنے سے پارٹی کو بڑا فائدہ ہوا، اور اگر میں کہوں کہ کرناٹک میں موجودہ فرقہ وارانہ ماحول بنانے میں خدیجہ کے والد کا اصل رول ہے، تو بیجا نہ ہوگا۔

سوال: آپ کے والد کیا کرتے ہیں؟

جواب: میرے والد صاحب ایک اسکول کے پرنسپل ہیں، پونا میں میں نے اپنی تعلیم مکمل کی، وہیں سے گریجویشن، پھر بی ٹیک اور ایم ٹیک کیا، بنگلور میں وپرو ایک سافٹ ویر مشہور کمپنی ہے، اسی میں مجھے ملازمت مل گئی ہے، اسی میں کام کرتا ہوں، اللہ کا شکر ہے بہت فراوانی کا روزگار اللہ نے مجھے دے رکھا ہے۔

سوال: آپ کی اہلیہ بھی ملازمت کرتی ہیں؟

جواب: کرتی تھیں، الحمد للہ مسلمان ہونے کے بعد میں نے ان سے ملازمت چھڑوادی ہے۔

سوال : ان کی تعلیم کہاں تک ہے؟

جواب : وہ بھی ایم ٹیک ہیں، بلکہ وہ بی ٹیک اور ایم ٹیک میں گولڈ میڈلسٹ ہیں، وہ ایک بہت مشہور امریکی کمپنی میں کام کر رہی تھیں، ان کو دو سال پہلے، جب ملازمت چھوڑی ہے ایک لاکھ اٹھارہ ہزار روپے تنخواہ ملتی تھی۔

سوال : اتنی بڑی تنخواہ چھوڑنے پر راضی ہوگئیں؟

جواب : جس بڑی چیز کے لئے ملازمت چھوڑی ہے، یہ تنخواہ اس کے پاسنگ میں بھی نہیں آئے گی، انہوں نے یہ ملازمت اپنے رب احکم الحاکمین کا حکم ماننے کے لئے چھوڑی ہے، اب آپ بتایئے کہ اللہ کے حکم کے آگے یہ ایک سوا لاکھ روپے مہینہ کی تنخواہ کیا حیثیت رکھتی ہے؟ اور سچی بات یہ ہے (روتے ہوئے) ہم گندے تو ایک پیسہ چھوڑنے والے نہیں تھے، میرے کریم رب کو ہم پر ترس آیا کہ انہوں نے ہمیں ایمان عطا فرمایا اور پھر اس ایمان کے لئے اس تنخواہ کو چھوڑنے کی توفیق بھی دی۔

سوال : ماشاء اللہ بہت مبارک ہو جاوید صاحب، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس ایمان کا کچھ حصہ عطا فرمائے؟

جواب : آپ کیسی بات کر رہے ہیں، ہم آپ کے سامنے کس لائق ہیں، مولانا احمد آپ کے پاس تو ایمان کا خزانہ ہے، آپ تو ایمان کے سلسلہ میں پکھینی رئیس ہیں اور ہم تو ابھی سڑک چھاپ رٹیلر ہیں۔

سوال : اصل میں آپ کا ایمان خود کا کمایا ہوا ہے، اور ہم لوگوں کو ورثہ میں مل گیا ہے؟

جواب : ہمارا بھی خود کا کمایا ہوا کہاں ہے، صرف اور صرف ہمارے اللہ کی کرم فرمائی ہے کہ ہم نکموں کو بھیک میں دے دیا ہے، البتہ ہمیں ابھی ابھی ملا ہے۔ نئی نئی نعمت ملتی ہے تو ذرا قدر تو ہوتی ہے، شوق سا تو رہتا ہے، نئی نئی گاڑی مل جائے، نیا گھر مل جائے تو ذرا شوق

سا تو رہتا ہے، بس ہمارا حال یہی ہے۔

سوال: آپ کو اسلام سے کیسے دلچسپی ہوئی؟

جواب: یہ ایک دلچسپ کہانی ہے۔

سوال: ذرا تفصیل اس کی معلوم کرنا چاہتا ہوں؟

جواب: ۲۰۰۴ء میں بنگلور آیا تو شانتی نگر کے پاس ایک ہوسٹل میں رہنے لگا، ہمارے قریب میں میری اہلیہ خدیجہ کا گھر تھا، اتفاق سے دونوں کا آفس ایک ہی علاقہ میں تھا، ہم لوگ تقریباً روز ایک بس سے جاتے تھے، چند دنوں میں ہم لوگوں میں تعلقات ہوئے، میں نے اپنے گھر جا کر خدیجہ سے (جس کا نام اس وقت انجلی تھا) شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، ہمارے گھر والے بنگلور آئے اور انہوں نے اس لڑکی کو بہت پسند کیا اور منگنی کا سوال ڈال دیا، میں بھی چونکہ صورت، شکل، خاندان اور روزگار کے لحاظ سے ٹھیک ٹھاک تھا تو انجلی کے گھر والے خوشی سے تیار ہو گئے، منگنی ہوئی اور پھر ۲۱ر جنوری ۲۰۰۵ء کو ہماری شادی ہو گئی، شادی میں انجلی کے والد نے ایک اچھا سا فلیٹ اپنے گھر کے قریب جہیز میں دیا، شادی انہوں نے آر ایس ایس کا سنچالک ہونے کی وجہ سے، بہت سادگی سے کی۔

سوال: اچھا، آر ایس ایس کے سنچالک سادگی سے شادی کرتے ہیں؟

جواب: جی آپ کو معلوم نہیں، ان کے یہاں جہیز وغیرہ دینے کی بھی پابندی ہے، یہ فلیٹ بھی انہوں نے بہت چھپ کر دیا ہے، لوگوں کو معلوم نہیں۔

سوال: ہاں تو آگے بتایئے؟

جواب: میں ہوسٹل چھوڑ کر اپنی اہلیہ کے ساتھ ان کے فلیٹ میں رہنے لگا، میرے ساتھ میری کمپنی میں جموں کشمیر کے ایک صاحب وسیم نام کے ملازمت کرتے ہیں، صورت سے خوبصورت مسلمان پوری داڑھی کے ساتھ ملازمت کرتے ہیں، آفس میں پابندی سے ظہر

عصر کی نماز ادا کرتے ہیں ہم لوگ ان کو دیکھ کر شروع شروع میں کشمیری آتنک وادی سمجھتے تھے، مگر جیسے جیسے دن گذرتے گئے پورے دفتر میں ان کی پہچان ایک بہت شریف اور محترم انسان کی طرح ہوگئی، شاید ہمارے پورے دفتر میں لوگ ان سے زیادہ کسی کا احترام کرتے ہوں، ان کے افسر بھی ان کو حضور و جناب سے بات کرتے ہیں اور یہ صرف ان کی دین داری کی وجہ سے ہے، ان کی ایک بہن جو ان کے ساتھ بنگلور میں رہتی ہیں، فیزیوتھراپیسٹ ہیں، ایک نرسنگ ہوم میں کام کرتی ہیں، وہ بھی برقع اور نقاب کے ساتھ وہاں جاتی ہیں اور ایک مسلم نرسنگ ہوم میں صرف عورتوں کو ورزش کراتی ہیں، یہ دونوں بھائی بہن آپ کے والد صاحب سے دہلی میں بیعت ہوئے تھے اور ارمغان پابندی سے پڑھتے رہے ہیں، دونوں دعوت کی دھن میں لگے رہتے ہیں، وسیم صاحب موقع پاتے ہی شروع ہو جاتے ہیں، دفتر کے بہت سے لوگوں کو انہوں نے کتابیں اور قرآن مجید سلام سینٹر سے لا کر دیے ہیں، میرے دفتر میں مجھ سے پہلے دو لوگ ان کی کوشش سے مسلمان ہو چکے تھے، ایک اتوار کو انہوں نے مجھے اپنے گھر لنچ پر آنے کی دعوت دی اور گھر بلا کر بہت درد کے ساتھ اسلام قبول کرنے کو کہا، میں نے کہا کہ میں اسلام کو پسند کرتا ہوں اور اسلام کی طرف سے میرا ذہن بالکل صاف ہو گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے، ہندو مذہب خود الجھی ہوئی بھول بھلیاں ہے جس میں عقل کے لئے کچھ بھی نہیں، مگر میرا خاندان خصوصاً میری سسرال جس کے ساتھ میں رہ رہا ہوں، وہ آر ایس ایس اور بی جے پی کا سرکردہ خاندان ہے، میرے لئے مسلمان ہونا کس طرح ممکن ہے؟ وہ رونے لگے اور بولے اشیش بھائی! موت کے بعد اگر خدا نہ کرے، خدا نہ کرے ایمان کے بغیر موت آگئی تو صرف آپ کے ساس سسر نہیں، ساری دنیا کے عیال کر آپ کو دوزخ سے بچانا چاہیں گے تو بچا نہیں سکتے، اس لئے آپ اللہ کے لئے سچے دل سے کلمہ پڑھو اور

مسلمان ہو جاؤ، آپ کسی کو مت بتانا، میں نے کہا: مجھے نماز پڑھنی پڑے گی، اسلام کو فالو کرنا پڑے گا، ورنہ مسلمان ہونے کا کیا فائدہ ہوگا؟ وسیم صاحب نے کہا کہ چھپ کر جیسا موقع ملے، آپ نماز وغیرہ پڑھ لیا کرنا، اگر آپ زندگی بھر ایک نماز بھی نہ پڑھ سکے، لیکن سچے دل سے کلمہ پڑھ کر اندر سے ایمان لے آئے تو ہمیشہ کی دوزخ سے تو بچ جائیں گے، وہ بہت درد سے مجھے سمجھاتے رہے، ان کی دردمندی نے مجھے مجبور کیا اور میں نے کلمہ پڑھ لیا، وسیم نے کہا: دنیا کے لئے نہیں تو آخرت کے لئے آپ اپنا اسلامی نام رکھ لو، میں نے کہا آپ ہی رکھ دو وسیم نے جوگیندر اشیش پاٹل کے لحاظ سے جاوید احمد پاٹل رکھ دیا، فرصت اور لنچ میں وہ مجھے نماز وغیرہ سکھانے لگے، الحمد للہ رفتہ رفتہ اسلام میری پہلی پسند بن گیا اور اللہ کا شکر ہے میں بہت جلد پنج وقتہ نمازی بن گیا۔

سوال: گھر میں آپ نے اطلاع کر دی؟

جواب: نہیں نہیں بالکل نہیں! چھپ چھپ کر نماز پڑھتا، کپڑے بدلنے کے لئے بیڈ روم کا دروازہ بند کرتا اور چپکے سے نماز پڑھ لیتا، گھر سے باہر دوستوں کے ساتھ جانے کا بہانہ بنا کر دور مسجد چلا جاتا اور رمضان آیا تو مجھے روزہ رکھنا تھا، پیشاب کے بہانے اٹھتا کچن جاتا اور کچھ دودھ وغیرہ سحری میں پی لیتا، آفس سے لیٹ لوٹتا راستے میں افطار کر لیتا، وسیم مجھے انجلی پر کام کرنے کو کہتے مگر میں ہمت نہیں کر پاتا کہ اس نے اپنے گھر بتا دیا تو وہ لوگ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔ "آپ کی امانت آپ کی سیوا میں" حضرت کی کتاب گھر لے کر گیا اور بیڈ پر ڈال دی، میں نہا کر آیا تو دیکھا انجلی پڑھ رہی ہے، مجھے دیکھ کر بولی یہ تو کسی مسلمان مولوی کی لکھی ہوئی کتاب ہے، اسے آپ کیوں پڑھ رہے ہیں؟ میں نے ٹلایا کہ ایک دوست نے زبردستی دیدی تھی، تم نے دیکھی کیسی جادو بھری کتاب ہے؟ انجلی نے کہا نہیں نہیں، مجھے بھی یہ کتاب ہمارے آفس میں ایک لڑکی نے دی ہے، وہ پہلے کرسچین

(عیسائی) تھی، اب مسلمان ہوگئی ہے، میں نے تو واپس کردی، مولانا احمد صاحب کس قدر مجاہدے کے ساتھ میں نے روزے رکھے بیان کرنا مشکل ہے، اب عید آئی کسی طرح عید کی نماز تو فریز رٹاؤن جا کر ادا کر آیا، مگر گھر آکر کمرہ بند کر کے بہت رویا، میرے اللہ میری عید کب آئے گی، سب مسلمان تو عید منا رہے ہیں اور میں تو کہہ بھی نہیں سکتا کہ آج عید ہے، دوپہر کے بعد میں نے کمرہ کھولا اور انجلی کو تلاش کیا تو وہ دوسرے کمرہ میں دروازہ بند کئے ہوئے تھی میں نے ٹوک کیا، کچھ دیر کے بعد اس نے دروازہ کھولا، دیکھا تو آنکھیں سوج رہی ہیں، میں نے کہا تم کیوں رو رہی تھی؟ بولی کوئی بات نہیں، آج نہ جانے دل پر کچھ بوجھ سا ہے بس اندر سے رونا آ رہا ہے، دل کو ہلکا کرنے کے لئے دل میں آیا کہ کمرہ بند کر کے رولوں، آپ پریشان نہ ہوں کوئی بات نہیں ہے، میں نے کہا چلو ڈاکٹر کو دکھا دوں، وہ بولی میں اندر کمرے میں اپنے ڈاکٹر کو دکھانے گئی تھی، میں نے کہا تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟ اندر کمرے میں ڈاکٹر کہاں سے آیا؟ اس نے کہا ہاں ہاں، میرا ڈاکٹر اس کمرہ میں تھا، میرا دل میرا ڈاکٹر ہے، میں اپنے ڈاکٹر کے سامنے اپنی بیماری رونے گئی تھی، میں پریشان ہوگیا، بہت سوچتا رہا اور پھر ہم دونوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے پارک میں جانے کا پروگرام بنایا۔

ایک سال اور اسی طرح گذر گیا، رمضان آیا، میں اتوار کو کسی بہانے گھر سے باہر چلا جاتا، انجلی مجھ سے معلوم کرتی کہ دوپہر کو کھانا گھر پر ہی کھائیں گے نا؟ میں کہتا کہ تم میرے لئے مت بنانا، میں تو دوست کے ساتھ کھاؤں گا، روزہ افطار کر کے گھر آتا معلوم کرتا دوپہر کیا کھانا بنایا تھا، تو وہ کہتی بس اکیلے کے لئے میں کیا بناتی، بس چائے وغیرہ پی لی تھی، میں سوچتا یہ بے چاری میری وجہ سے کھانے سے رہ گئی، عید آئی تو ہم دونوں کا ایک ہی حال کہ میں الگ کمرہ میں کمرہ بند کر کے اپنے رب سے اپنی عید نہ ہونے کی فریاد کرتا،

وہ بھی پہلے سال کی طرح دوسرے کمرے میں سے روتی ہوئی آنکھوں سے نکلی، اب مجھے اس کی طرف سے فکر ہونے لگی، اس کو کوئی دماغی بیماری تو نہیں ہوگئی ہے، وہ کبھی بھی کمرہ بند کرلیتی، عید کے دو مہینے بعد ایک روز وہ اتوار کو دوپہر کے تین بجے کمرے میں گئی اور اندر سے کمرہ بند کرلیا، اب مجھے بے چینی ہوگئی اتفاق سے کھڑکی ہلکی سی کھلی رہ گئی تھی، میں نے دریچے پر سے دیکھا تو وہ کمرے میں نماز پڑھ رہی تھی، نماز کے بعد وہ بڑی منت کے ساتھ دیر تک دعا مانگتی رہی، اس کے بعد اس نے قرآن مجید اپنے پرس سے نکال کر اس کو چوما، آنکھوں سے لگایا اور تلاوت کی، میری خوشی بس دیکھنے لائق تھی، ہمت کرکے میں نے اپنے حال کو چھپایا تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ کمرے سے نکلی تو میں نے اپنے حال پر قابو پاکر اس سے پوچھا کہ انجلی تم اپنا حال مجھ سے چھپا رہی ہو، سچ بتاؤ کیا پریشانی ہے؟ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ تم نے کسی سے دل لگا لیا ہے، اس نے کہا کہ دل تو آپ کو دے دیا تھا، اب میرے پاس ہے کہاں کہ دل لگاؤں؟ اور وہ بے حال ہوکر پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، میں نے بہت زور دیا کہ تم مجھ سے چھپاؤ گی تو کس سے دل کا حال بتاؤ گی؟ میں نے کہا کہ اگر آج تم نے مجھے اپنی پریشانی نہ بتائی تو جا کر کہیں خودکشی کرلوں گا، انجلی نے کہا مجھے جو پریشانی ہے اگر میں نے تمہیں بتادی تو تم مجھے اپنے گھر سے نکال دوگے، میں کہا: یہ گھر تو تمہارا ہے میں کہاں تم کو اپنے گھر سے نکالوں گا؟ وہ بولی مجھے ایک ایسی بیماری لگ گئی ہے جو لا علاج ہے اور اگر وہ بیماری میں آپ کو بتادوں گی تو آپ ایک منٹ میں مجھے چھوڑ دوگے، مجھے ایسی بیماری لگی ہے جسے آج کے زمانے میں، بہت گندہ سمجھا جاتا ہے، میں نے کہا مجھے بتاؤ تو، میں نے تمہارے ساتھ جینے مرنے کے لئے تم سے شادی کی ہے اس نے کہا کتنے لوگ ہیں جو جینے اور مرنے کو کہتے ہیں، مگر کہنا اور ہے، کرنا اور ہے، آپ بھی صرف کہہ رہے ہیں، اگر میں نے وہ بیماری جو مجھے لگ گئی ہے آپ کو بتادی، تو آپ اس

بیماری کو اس قدر گندہ سمجھتے ہیں کہ مجھے چھوڑ دیں گے، میں نے کہا انجلی کیسی باتیں کرتی ہو؟ میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟ کیا اتنے دن میں کبھی تمہیں مجھ سے بے وفائی کا شک بھی ہوا ہے، تمہیں اندازہ نہیں کہ میں تمہیں کس قدر چاہتا ہوں، انجلی نے کہا ابھی تک واقعی تم مجھے چاہتے ہو، مگر اس بیماری کا پتہ لگتے ہی آپ کا سارا پیار ختم ہو جائے گا، میں نے کہا: نہیں انجلی ایسا نہ کہو تم مجھے اپنی پریشانی بتاؤ، میں جس طرح چاہو تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہر بیماری اور شرط پر جینے مرنے کا ساتھی ہوں، انجلی نے کہا یہ بالکل سچ ہے تو لکھ دو، میں نے کہا خون سے لکھ دوں، اس نے کہا نہیں پین سے لکھ دو، وہ مجھ سے لپٹ گئی اور بولی، میرے لاڈلے، میرے پیارے، میں نے ساری دنیا کو حسن و جمال اور پیار دینے والے اکیلے مالک سے دوستی کر لی ہے، اور دل کو بھاڑ خانہ بنانے کے بجائے اسی ایک اکیلے مالک سے لگا لیا ہے، اور میں نے باپ دادا سے چلا آیا دھرم بلکہ ادھرم چھوڑ کر گندگی اور آتنک واد سے بدنام مذہب اسلام قبول کر لیا ہے، اور اب میں انجلی نہیں بلکہ خدیجہ بن گئی ہوں، آپ نے لکھ تو دیا ہے، مگر اب آپ کو اختیار ہے، اسلام کے ساتھ قبول کرتے ہیں تو اچھا ہے، ورنہ آپ جیسے ایک ہزار اور رشتہ دار مجھے چھوڑ دیں، تو مجھے اسلام ایمان کے لئے خوشی سے منظور ہے، اور اب یہ بھی سن لیجئے کہ فیصلہ آج ہی کر لیجئے، اب میں مسلمان ہوں، کسی کافر اور غیر مسلم شوہر کے ساتھ میرا رہنا حرام ہے، اب اگر آپ کو میرے ساتھ جینا مرنا ہے، تو صرف ایک طریقہ ہے کہ آپ مسلمان ہو جائیں، ورنہ آج کے بعد، آپ چھوڑیں یا نہ چھوڑیں میں آپ کو چھوڑ دوں گی۔

میں اس سے بے اختیار چمٹ گیا، میری خدیجہ! اگر تم خدیجہ ہو گئی ہو تو تمہارا آشیش تو کب سے جاوید احمد بن چکا ہے وہ خوشی سے چیخ پڑی، کب سے؟ تو میں نے کہا: ۳ر جنوری ۲۰۰۲ء سے، وہ بولی: کیسے؟ میں نے پوری تفصیل بتائی، تو اس نے بتایا کہ

۸ر جنوری ۲۰۰۴ء کو خدیجہ مسلمان ہوئی تھی، اس کے دفتر کی ایک عیسائی لڑکی جو مسلمان ہوکر عائشہ بن گئی تھی، اس نے اسے کلمہ پڑھوایا تھا، اصل میں وسیم کی بہن فرحین نے اپنی ایک دوست پرینکا کو، جو گلبرگہ کی رہنے والی تھی (ڈاکٹر ریحانہ ان کا نیا نام تھا) دعوت دے کر ان کو کلمہ پڑھوایا تھا، ریحانہ بڑی دردمند داعیہ ہیں، ڈاکٹر ریحانہ کی دعوت پر بائیس لوگ گلبرگہ اور بنگلور میں مسلمان ہوئے ہیں، جن میں عائشہ بھی تھی۔

سوال : ماشاءاللہ واقعی بڑا افسانوی واقعہ ہے۔ آپ لوگوں کو کتنا مزہ آیا ہوگا؟

جواب : خدیجہ بھی دو سال تک رمضان میں روزے رکھتی رہی اور چھپ چھپ کر نماز پڑھتی رہی، عید کے روز دونوں چھپ چھپ کر روتے رہے، وہ دن میں روزے میں مجھے کھانے کو نہیں پوچھتی تھی کہ مجھے ساتھ کھانا نہ پڑے، میں بھی اسی طرح ٹلاتا رہا، میں ڈرتا تھا کہ اس کو پتہ چل گیا تو اپنے گھر والوں سے کہہ دے گی تو میرا جینا مشکل ہوجائے گا، اور وہ اس لئے نہیں بتاتی تھی کہ میں اسے چھوڑ دوں گا، دو سال تک ہم دونوں مسلمان رہے، ایک گھر میں رہتے رہے، ایک دوسرے سے چھپاتے رہے، اس کے بعد جب عید آئی تو بس عید تھی، دو سال عید پر رونے کو یاد کرکے ہم نادانوں کی طرح ہنستے رہے، الحمدللہ ثم الحمدللہ میرے اللہ بھی ہم پر ہنستے ہوں گے، ہم پر کیسا پیار اور رحم آتا ہوگا ہمارے اللہ کو۔

سوال : اب آپ کے گھر والوں کو علم ہوگیا کہ نہیں؟

جواب : میرے گھر والوں کو معلوم ہوگیا ہے، میرا چھوٹا بھائی اور میری والدہ الحمدللہ مسلمان ہوگئی ہیں، والد صاحب پڑھ رہے ہیں انشاءاللہ وہ اسلام میں آجائیں گے، ابھی خدیجہ نے اپنی چھوٹی بہن کو بتایا ہے، وہ ہمارے گھر آکر اسلام پڑھ رہی ہے۔ ان کے گھر والوں کے لئے دعا کیجئے۔

سوال : ماشاءاللہ خوب ہے آپ کی کہانی، بڑے مزے کی ہے، اب آپ کی گاڑی کا

وقت ہو گیا ہے۔ ارمغان پڑھنے والوں کے لئے کوئی پیغام دیجئے؟

جواب: بس ہمارے خاندان والوں کے لئے دعا کی درخواست ہے اور آپ دعا کریں کہ ہم نے اپنے حضرت سے زندگی کو دعوت کے لئے وقف کرنے کا جو عہد کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سے کچھ کام لے لے۔

سوال: شکریہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماخوذ از ماہنامہ ارمغان فروری ۲۰۱۱ء

۹۵ دعاؤں سے دعوت میں اثر

مسعود احمد صاحب سے ایک ملاقات

اقتباس

خاندانی مسلمانوں کو رسمی اسلام سے نکال کر قرآنی اسلام میں لانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں دعوتی شعور بیدار ہو، نیا خون پرانے بیمار خون کو تازہ اور صاف کرتا ہے میں نے اپنا اسلام قبول کیا تھا تو مجھے اپنی سسرال والوں کے اسلام کی کیسی فکر تھی بس میں ہی جانتا ہوں۔

سوال : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال : آپ کے ساتھ دو ساتھی بھی آئے ہے ان کا تعارف کرائیے؟

جواب : یہ دونوں میرے دفتر کے ساتھی ہیں ہمارے ساتھ گڑگاؤں میں امریکی کمپنی میں ملازمت کرتے ہیں ان میں سے یہ پہلے صاحب ان کا نام سنجے کوشک تھا۔ ان کا نیا نام سعید احمد ہے اور یہ دوسرے انوپم گلاٹھی تھے، اب محمد نعیم ان کا نام ہے، دونوں سافٹ ویر انجینئر ہیں دونوں نے IIT روڑکی سے بی ٹیک کیا ہے، ہم لوگ روڑکی میں ساتھ پڑھتے تھے تینوں دوست ہیں، اب انشاء اللہ جنت میں ساتھ جانے کی تمنا ہے جو بظاہر اللہ نے چاہا تو پوری ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔

یہ دونوں جماعت میں وقت لگا کر آرہے ہیں، ان کا چلہ عادل آباد میں لگا، وہاں پر

انھوں نے حضرت کا اور بھی تعارف سنا تو بہت بے چین تھے کہ حضرت سے ملاقات ہو جائے ،میری بھی خواہش تھی کہ ملاقات ہو جائے ،وہ لوگ بیعت ہونے کے لئے آئے تھے،اب چونکہ حضرت بالکل دعوت پر بیعت لینے لگے ہیں،اس لئے نئے ارادہ سے جارہے ہیں۔

سوال: ان کو دعوت دینے میں آپ کو کوئی مشکل تو نہیں آئی؟

جواب: مشکل تو نہیں کہہ سکتے البتہ دو سال لگا تار دعائیں کرنی پڑیں،اصل میں ان کو جب بھی اسلام کے بارے میں بتاتا ،یا کوئی کتاب پڑھنے کو کہتا تو یہ میرا مذاق اڑاتے یہ کہتے کہ ہمارے لئے کون سی کشمیری لڑکی تم نے تلاش کر رکھی ہے جس کے لئے ہم مسلمان ہوں،میری بدقسمتی یا خوش قسمتی ہے جیسا کہ شاید آپ کو حضرت نے بتایا ہوگا کہ میرا اسلام قبول کرنے کا ذریعہ جموں کی ایک لڑکی سے تعلقات اور شادی ہوئی ،یہ ذریعہ ظاہر ہے کسی دوسرے کے لئے اسلام میں دل چسپی کا ذریعہ نہیں ہوسکتا،تو میں جب بھی ان دوستوں کو لے کر بیٹھتا یہ میرا مذاق بناتے ،ان کو نان وتیج (گوشت) کھانے کا بہت شوق ہے،دعوت کے بہانے میں ان کو کریم ہوٹل جمعرات کو لے جاتا،اور مرکز لے جا کر تقریر سنواتا،یہ میرا مذاق بناتے ،مرکز کا بھی مذاق اڑاتے ،ایک بار انھوں نے حضرت مولانا سعد صاحب کی بہت مذاق بنائی اور تین چار روز ان کی نقل اتارتے رہے،ایک ایک جملہ کو دو دو تین تین بار کہتے ،مجھے دیکھتے ہی کہنے لگتے آؤ مولانا صاحب کی تقریر سنو،مجھے بہت تکلیف ہوتی ،میں نے ان سے بولنا چھوڑ دیا،ان دنوں میں نے بہت دعائیں کیں ،اپنے اللہ کے سامنے بہت فریاد کی میرے اللہ کو مجھ پر ترس آ گیا ایک ہفتہ سے زیادہ بول چال بند رہی ،پھر یہ دونوں میری خوشامد کرنے لگے جب ایک روز بہت خوشامد کی اور مجھ سے بہت معافی مانگی تو میں نے کہا میں تم سے اس شرط پر بولوں گا جب تم دونوں تین بار ''آپ کی امانت'' اور ''مرنے کے بعد کیا ہوگا'' پڑھنے کا وعدہ کرو وہ تیار ہو گئے،اصل یہ

ہے احمد صاحب اللہ کے یہاں سے فیصلہ ہوگیا تھا، میرے اللہ کو مجھ گندہ پر ترس آگیا اور فیصلہ ہوگیا، بس انھوں نے تین تین بار ''آپ کی امانت'' اور مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ پڑھی اور خود ہی اسلام قبول کرنے کو کہنے لگے میں دارارقم آیا، اتفاق سے دارارقم میں کوئی نہیں ملا، مسجد میں ہم لوگوں نے دوپہر سے شام تک انتظار بھی کیا، پھر میں ان کو لے کر اگلے روز اتوار تھا جامع مسجد دہلی چلا گیا، وہاں مولانا جمال الدین صاحب تفسیر بیان کرتے ہیں، انھوں نے ان کو کلمہ پڑھوایا، کڑکرڈوما کورٹ میں میرے ایک دوست وکیل ہیں، انھوں نے ان کے کاغذات بنوائے، دوسرے ہفتے انھوں نے چھٹی لی اور جماعت میں وقت لگایا، مجھے ایسا لگتا ہے اور میں ان سے کہتا ہوں کہ مجھے اس کا اندازہ اب ہوا کہ مجھے اپنے ان دوستوں سے کتنی محبت ہے مجھے ایسا لگتا ہے کہ مجھے اپنے اسلام قبول کرنے کی اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی ان دونوں دوستوں کے اسلام لانے کی خوشی ہوئی، کئی بار دفتر سے رخصت ہوتے تو اتنی بے چینی ہوجاتی تھی کہ اگر میرا راستہ میں اکسیڈنٹ ہوگیا یا ان میں سے کوئی آج ہی مرگیا تو کیا ہوگا، اور میں رات بھر نہیں سو پاتا، دیر ہوجاتی تو اٹھتا، وضو کرتا، نماز پڑھ کر گھنٹوں گھنٹوں روتا رہتا، اخبار پڑھتا جگہ جگہ حادثے، اکسیڈینٹ موت کی خبریں اور بھی بے چین کردیتیں، میرے اللہ کا کرم ہے کہ اس نے یہ خوشی دکھائی اور انھیں جماعت بہت اچھی ملی ماشاء اللہ دونوں پابندی سے تہجد پڑھ رہے ہیں اور اب دعوت کا بہت جذبہ ان میں پیدا ہوگیا ہے۔

سوال : آپ تینوں گڑھ گاؤں میں ملازمت پر ساتھ لگے تھے؟

جواب : نہیں! پہلے سنجے کوشک کی نوکری لگی، پھر ان کی کوشش سے ہم دونوں بھی اسی کمپنی میں ملازم ہوگئے، رہنا سہنا بھی ساتھ ہی ساتھ رہا ہے۔

سوال : آپ کی تو شادی ہوگئی ہے، آپ اب بھی ساتھ ہی رہ رہے ہیں؟

جواب : ہم تینوں جس فلیٹ میں رہ رہے تھے، میری شادی کے بعد ان دونوں نے میرے برابر میں ایک دوسرا فلیٹ لے لیا ہے پرانا فلیٹ ذرا اچھا تھا، وہ انھوں نے میرے لئے چھوڑ دیا ہے۔

سوال : ابی بتا رہے تھے کہ آپ کے سسرال والے سب بدعتی تھے، اللہ نے آپ کے ذریعہ ان کی اصلاح کی ہے، ذرا اس کی تفصیل بتایئے؟

جواب : اصل میں، میں جس کمپنی میں کام کرتا ہوں، وہاں ایک کشمیری جموں کی رہنے والی لڑکی آصفہ بٹ بھی کام کرتی تھی، اس سے میرے تعلقات ہوگئے، بات جب بڑھی تو شادی کے لئے آصفہ نے منع کر دیا کہ تم ہندو ہو میں تم سے شادی نہیں کر سکتی، میرے لئے اس لڑکی کو چھوڑنا مشکل تھا، میں بہت غور کرتا رہا، میرے خاندان کا حال بھی ایسا نہیں تھا کہ میں لڑکی کے لئے مسلمان ہوتا، میں چھٹی لے کر بنارس اپنے گھر گیا کہ دیکھوں گھر والوں کی رائے کیا ہے؟ مگر وہ بنارس کے برہمن ان کے لئے تو نام لینا بھی جرم تھا، دو مہینے میں بنارس میں رہا، میرے دل میں وہ لڑکی جگہ کر چکی تھی کہ اس کے بغیر دو مہینے میرے لئے دو سال لگے، میں گڑگاؤں آیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ گھر والوں کی مرضی کے بغیر مجھے اس سے شادی کرنی ہے، اور ایک روز میں نے آصفہ سے مسلمان ہو کر شادی کرنے کے لئے کہہ دیا، اس نے اپنے والد سے ملنے کے لئے کہا، اس کے والد لاجپت نگر میں شالوں کا کاروبار کرتے ہیں، میں ان سے ملا، انھوں نے کہا تم مسلمان ہو جاؤ، ایک دو مہینے ہم دیکھیں گے، اطمینان ہو جائے گا تو شادی کر دیں گے، ہمارے جاننے والوں میں ایک لڑکی کے ساتھ ایک لڑکے نے مسلمان ہو کر شادی کی تھی، مگر دو سال بعد وہ پھر ہندو ہو گیا، میں نے کہا میں آپ کی ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔

وہ بولے اجمیر شریف چلیں گے تم وہاں چل کر مسلمان ہو جانا، میں ان سے

تقاضا کرتا رہتا تھا مگر ان کو مصروفیت کی وجہ سے وقت نہیں ملتا تھا، دو مہینے کے بعد ایک اتوار کو ہم شتابدی سے اجمیر گئے، وہاں جا کر ایک سجادہ صاحب سے ملے موٹی موٹی مونچھیں، کالی مخمل کی ٹوپی، کلین شیو پاجامہ زمین میں جھاڑو دیتا ہوا، ایک صاحب اپنی دوکان کے کاؤنٹر پر براجمان تھے، نہ جانے کیا نام تھا چشتی قادری صاحب، ہمارے سسر جن کا نام منظور بٹ ہے، ان کے پاس گئے، ان کی خدمت میں مٹھائی پیش کی، کچھ نقد نذرانہ بھی دیا اور آنے کی غرض بھی بتائی، انھوں نے پانچ ہزار روپے خرچ بتایا، پھول اور چادر الگ سے خریدنے کے لئے کہا، مجھے میرے سر پر پھولوں کی ٹوکری اور چادر رکھ کر اندر لے کر گئے، مزار کی دیوار سے لگا کر کچھ منھ ہی منھ میں کہا، اور یہ بھی کہا یا خواجہ آپ کا یہ غلام ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کر رہا ہے، اس کو قبول فرما لیجئے اور اس کے اندر کا کفر نکال دیجئے، چادر اور پھول چڑھائے اور مجھے پاؤں کی طرف سجدے میں پڑنے کے لئے کہا، میں سجدہ میں پڑ گیا اور میرے ساتھ میرے سسر منظور صاحب بھی قادری صاحب نے باہر نکل کر مبارک باد دی کہ خواجہ صاحب نے آپ کا اسلام قبول کر لیا، میں نے ان سے کہا کہ خواجہ صاحب نے اسلام قبول کر لیا، تو اب مجھے اسلام کے لئے کیا کرنا ہے؟ بولے بیٹا تمہارا اسلام خواجہ نے قبول کر لیا، تم واقعی سچے دل سے اسلام میں آئے تھے، وہاں تو دل دیکھ کر قبولیت ہوتی ہے، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں نے سچے دل سے کہاں اسلام کا ارادہ کیا ہے؟

سوال : کیا آپ نے اس وقت اسلام قبول کرنے کا دل سے ارادہ نہیں کیا تھا؟

جواب : نہیں مولانا احمد صاحب! سچی بات یہ ہے کہ میں نے صرف ان لوگوں کے اطمینان اور شادی کے لئے اسلام قبول کرنے کا ڈرامہ کیا تھا اور میرے دل میں یہ بات تھی کہ باپ دادوں کا دھرم کوئی چھوڑنے کی چیز ہوتی ہے کیا؟

سوال : آپ اجمیر کچھ روز رہے یا واپس چلے آئے؟

جواب : اسی رات کو بس سے دہلی آگئے، میں نے آصفہ سے شادی کا مطالبہ کیا تو اس نے بتایا کہ ہمارے والد صاحب ابھی مطمئن نہیں ہیں، ابھی دیکھ رہے ہیں۔

سوال : آپ نے کچھ نماز وغیرہ پڑھنی شروع کردی تھی؟

جواب : تین چار بار جمعہ کی نماز ان کو دکھانے اور اطمینان کرانے کے لئے پڑھی، اصل میں نماز تو آصفہ کے گھر والے بھی نہیں پڑھتے تھے، اس کے تین بھائی اور ایک بہن، ماں باپ میں سے کوئی بھی نماز نہیں پڑھتا تھا، بس اجمیر شریف سال میں دوبار جاتے اور نظام الدین اندر درگاہ میں ایک مہینے میں دوبار جاتے تھے، اور جموں میں کچھ درگاہیں تھیں وہاں بھی جاتے اسی کو اسلام سمجھتے تھے، ان کے ایک پیر تھے خاندانی، جو سال میں ایک دوبار ان سے نذرانہ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ میں تم سب کی طرف سے نماز بھی پڑھ لیتا ہوں اور روزہ بھی رکھ لیتا ہوں۔

سوال : پھر شادی کس طرح ہوئی؟

جواب : شادی ابھی کہاں ہوئی، اصل میں ان کے دوست کی لڑکی کے ساتھ حادثہ ہوا تھا کہ اس لڑکی سے جس لڑکے نے مسلمان ہو کر شادی کی تھی، وہ شادی کے بعد اس لڑکی کو ہولی دیوالی منانے کو کہتا تھا، اور نہ ماننے پر مارتا تھا، بات بن نہ سکی، وہ ہندو تو تھا ہی، پھر اسے چھوڑ کر اپنے خاندان میں چلا گیا، اس لئے آصفہ کے والد ڈرتے تھے، وہ لوگوں سے مشورہ کرتے لوگ ان کو شادی نہ کرنے کی رائے دیتے، مگر وہ میرے تعلقات کے حد سے زیادہ بڑھنے کے بارے میں جانتے تھے، ان کے کسی ساتھی نے انہیں کشمیر میں مفتی نذیر احمد سے مشورہ کرنے کے لئے کہا، مفتی نذیر احمد صاحب کشمیر کے بڑے مفتی ہیں، بانڈی پورہ کوئی بڑا مدرسہ ہے وہاں مفتی اعظم ہیں، انھوں نے کسی سے ان کا فون نمبر لیا اور ان

سے مشورہ کیا، اور بتایا کہ اجمیر شریف جا کر ہم اس لڑکے کو مسلمان کروالائے ہیں، اور خواجہ نے اسلام قبول کرلیا ہے، مفتی صاحب نے کہا خواجہ نے تو کب کا اسلام قبول کیا ہوا ہے وہ لڑکا اگر اسلام قبول نہ کرے تو لڑکی کا نکاح ہی نہیں ہوگا۔ مفتی صاحب نے انھیں دارارقم کا پتہ دیا اور حضرت مولانا کلیم صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا، منظور صاحب کئی بار دارارقم اور خلیل اللہ مسجد آئے مگر ملاقات نہ ہو سکی، اتفاق سے دارارقم میں کوئی نہ ملا، بٹلا ہاؤس مسجد میں کوئی عبدالرشید نو مسلم ہیں ان سے منظور صاحب کی ملاقات ہوگئی، ان سے بات ہوئی ،عبدالرشید صاحب نے بتایا کہ حضرت تو ایک ہفتہ کے بعد سفر سے آئیں گے، مولانا اویس اور مولانا اسامہ نانوتوی بھی نانوتہ گئے ہیں، آپ ایسا کریں ان سے مجھے ملادیں اگلے روز اتوار تھا، لاجپت نگر عبدالرشید دوستم نے آنے کا وعدہ کیا میری ان سے ملاقات ہوئی ،انھوں نے اسلام کے بارے میں سمجھایا اور کلمہ پڑھوایا اور مجھے اور میرے سسر منظور بٹ صاحب دونوں کو زور دے کر کہا کہ جماعت میں وقت لگوادیں، میرے کاغذات سرفراز صاحب ایڈوکیٹ سے بنوائے ،اور مجھے مرکز جا کر ڈاکٹر نادر علی خاں سے مل کر جماعت میں جانے کو کہا، میرے سسر کو بہت سمجھایا اگر آپ اپنی بچی کی زندگی کو تباہ ہونے سے بچانا چاہتے ہیں کہ یہ شادی کے بعد دوبارہ ہندو نہ ہوں تو کم از کم چالیس روز ورنہ اچھا تو یہ ہے کہ چار مہینے جماعت میں لگوادیں، وہ بولے کہ یہ وہابی ہو جائے گا تو نہ ہندو رہے گا نہ مسلمان، عبدالرشید صاحب نے سمجھایا کہ جماعت والے کسی کا مسلک نہیں بدلواتے، جو حنفی ہیں وہ حنفی رہتے ہے، جو شافعی ہیں وہ شافعی رہتے ہیں ،اور اہل حدیث اہل حدیث رہتے ہیں وہاں صرف فضائل بیان کئے جاتے ہیں، مسائل اپنے مسلک کے مطابق لوگ اپنے عالموں سے پوچھتے ہیں۔ بات ان کی سمجھ میں آگئی اور انھوں نے مجھے جماعت میں جانے کے لئے کہا، چالیس روز میرے لئے بڑی مشکل بات تھی مگر وہ اڑ گئے، بولے جب

تک تم جماعت میں چلہ نہیں لگاؤ گے شادی نہیں ہوگی۔میں نے چھٹی لی اور مرکز اپنے سسر کے ساتھ گیا،ڈاکٹر نادر علی خاں صاحب کے کمرہ میں اوپر جا کر ان سے ملے انھوں نے مشورہ دیا پہلے آپ مولانا کلیم صاحب سے ملیں،ہم نے بتایا بہت کوشش کے باوجود وہ نہیں مل سکے،عبدالرشید دوستم صاحب سے ملاقات ہوئی انھوں نے جماعت میں جانے کا مشورہ دیا ہے،علی گڑھ کے ایک پرانے استاذ جماعت لے کر حیدرآباد جارہے تھے ، ان کے ساتھ جماعت میں جڑوادیا،اور مجھے مشورہ دیا کہ تین چلے پورے کر کے آنا،جماعت پڑھے لکھے لوگوں کی تھی ،بہت اچھا وقت گذرا اور الحمدللہ اسلام میری سمجھ میں آ گیا،امیر صاحب نے مشورہ دیا اور مجھے خود بھی تقاضا ہوا کہ جماعت چار مہینے کی ہے تو میں بھی چار مہینے لگاؤں ،جماعت میں ایک مولانا صاحب بھی تھے جو سال لگا رہے تھے،کئی بار نئے ساتھیوں کے ساتھ جماعت بٹ جاتی اور پھر ایک ساتھ آ جاتی،۱۵راگست کو میرے چار ماہ پورے ہوئے۔ ۱۶راگست کو ہم دہلی مرکز پہنچے ڈاکٹر نادر علی خاں سے ملاقات ہوئی انھوں نے مجھے حضرت مولانا کلیم صاحب سے جڑے رہنے کی تاکید کی، بات شادی کی ہوئی تو مجھے ہچکچاہٹ تھی، کہ اگر ایسے بدعتی خاندان میں میری شادی ہوگئی تو بچے اپنی ماں کے ساتھ بدعتی ہوں گے،اور نسلیں صحیح عقیدہ سے محروم رہیں گی،میں شادی کو ٹالتا رہا ایک روز آصفہ اور اس کے والد نے مجھ سے معلوم کیا کہ شادی کرنا ہے یا نہیں؟ میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جماعت میں جانے سے پہلے تو آپ لوگوں کو اطمینان نہیں تھا کہ مسلمان ہوں کہ نہیں،مگر اب معاملہ الٹا ہے،اجمیر میں لے جا کر جس طرح آپ نے مجھ سے شرک کرایا،قرآن وحدیث کے لحاظ سے تو مندر میں بت کو پوجنا اور اجمیر جا کر خواجہ خواجگان کی درگاہ پر سر جھکانا برابر درجہ کا شرک ہے،اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا،اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ

سے فرمایا تھا کہ قبر میں تیرے اعمال کام آئیں گے، یہاں آپ کے پیر صاحب آپ کی نماز اور روزے ادا کرتے ہیں، اور بے وقوف بناتے ہیں۔ اب اللہ کا شکر ہے میں ایک مسلمان ہوں اور اسلام عقل والوں کا مذہب ہے یہ رسم کا نام نہیں، اگر آپ کو مجھ سے شادی کرنا ہے تو آپ کو پورے خاندان والوں کے ساتھ مسلمان ہونا پڑے گا، جب تک آپ لوگ مسلمان نہیں ہوں گے میں شادی نہیں کروں گا، میں نے کہا آپ کو اور آپ کے تینوں بیٹوں کو چالیس روز لگانے پڑیں گے، میں نے کہا کہ جماعت والے مسلک نہیں بدلتے میں نے خوشامد بھی کی کئی ساتھیوں کو ان لوگوں سے ملوایا، الحمدللہ بڑی کوشش کے بعد وہ تیار ہوئے، پہلے میرے سسر نے وقت نکالا چھوٹے بیٹے شبیر بٹ کو ساتھ لے کر گئے۔ اس کے بعد بڑے بھائیوں نے وقت لگایا اس دوران اللہ کا شکر ہے کہ میں نے آصفہ کو کافی کتابوں کا مطالعہ کرایا میں نے چار مہینہ میں قرآن مجید ناظرہ پڑھ لیا تھا، اردو اچھی پڑھنے لگا تھا، اللہ کا شکر ہے آصفہ کا ذہن صاف ہو گیا، گڑگاؤں جامع مسجد کے امام صاحب کے ساتھ میں آصفہ کو لے کر خلیل اللہ مسجد آیا، اور ہم دونوں امام صاحب کے مشورہ سے حضرت سے بیعت ہو گئے، جب حضرت حج کو گئے ہوئے تھے تو ہماری شادی کی تاریخ طے ہو گئی، حضرت نے فون پر زور دیا کہ یہ بھی سنت کے خلاف ہے کہ کسی خاص شخصیت سے نکاح پڑھوانے کا اہتمام کیا جائے اور نکاح میں تاخیر کی جائے، حضرت نے ملاقات پر بھی نکاح میں جلدی کرنے کا مشورہ دیا تھا، بلکہ یہ بھی فرمایا تھا کہ اچھا ہے آج ہی نکاح ہو جائے، دونوں کے ایک ساتھ رہنے، بات کرنے کا قانونی حق ہو جائے گا، ورنہ اس طرح بات کرنا بھی گناہ ہے اگر چہ جماعت سے آکر میں اللہ کا شکر ہے کافی احتیاط کرنے لگا تھا۔ الحمدللہ ۷ انومبر کو ہمارا نکاح ہوا پھر جب حضرت واپس آگئے تو آصفہ کے سارے خاندان والے حضرت سے بیعت ہو گئے۔

سوال : آپ کے گھر والوں کا کیا ہوا؟

جواب : ابھی میں نے صرف اپنے گھر والوں کے لئے دعاؤں کا اہتمام کیا ہے ابھی جلدی ہی حضرت نے بنارس کے ایک صاحب کو ہمارے والد صاحب کا فون نمبر دیا ہے، ہمارے والد صاحب ریلوے میں ایک اچھی پوسٹ پر ہیں، مغل سرائے میں ان کی پوسٹنگ ہے۔

سوال : اور بھی کچھ لوگوں پر آپ نے کام کیا ہے اس کی کچھ تفصیل بتائیے؟

جواب : ہماری کمپنی میں کام کرنے والے ایک ساتھی جو جے پور کے رہنے والے ہیں، ان کے والد دس سال پہلے بی جے پی کے ایم ایل اے رہے ہیں، الحمد للہ مسلمان ہو گئے ہیں، وہ جماعت میں گئے ہوئے ہیں۔

سوال : آپ کی اہلیہ آصفہ کا کیا حال ہے؟

جواب : الحمد للہ میں نے مشورہ سے طے کیا ہے کہ وہ صرف دعوت کا کام کریں گی انھوں نے ملازمت چھوڑ دی ہے، برقع پہننے لگی ہیں، اسلام کا مطالعہ کر رہی ہیں، اور قرآن و سیرت حضرت کے مشورہ سے پڑھنا شروع کیا ہے، ہم لوگ نیٹ پر دعوت کے لئے ایک آن لائین سائٹ کھول کر کام کا خاکہ بنا رہے ہیں۔ ان کی دوست دو لڑکیاں ان کی کوشش سے مسلمان ہو چکی ہیں۔

سوال : بہت بہت شکریہ، مسعود بھائی، ارمغان کے قارئین کے لئے کوئی پیغام آپ دیں گے؟

جواب : خاندانی مسلمانوں کو رسمی اسلام سے نکال کر قرآنی اسلام میں لانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں دعوتی شعور بیدار ہو، نیا خون پرانے بیمار خون کو تازہ اور صاف کرتا ہے میں نے اپنا اسلام قبول کیا تھا تو مجھے اپنی سسرال والوں کے اسلام کی کیسی

فکر تھی بس میں ہی جانتا ہوں۔

جواب : بے شک! بہت سچی بات آپ نے کہی ہے۔ السلام علیکم

ماخوذ از ماہنامہ ''ارمغان'' اپریل ۲۰۱۱ء

(۹۶) نماز کی ادائیگی کا روح پرور منظر روح میں اتر گیا

محمد عمر صاحب «پون کمار کیوٹ» کا جیل سے لکھا گیا مکتوب

اقتباس

میری ہر مسلمان سے گزارش ہے کہ اسلام کو سمجھنے کی کوشش کریں قرآن کو ترجمہ وتشریح کے ساتھ سمجھ کر پڑھیں اور نبی ﷺ کی حدیثوں پر بھی غور کریں کہ انہوں نے کیا آدیش (حکم) دیا ہے، کس کو مسلمان کہا ہے اور کس کو منافق یا کافر کہا ہے، اس بات کو سمجھیں کہ غیر مسلم اور نومسلم کے ساتھ اچھا ویوہار کریں (اچھے اخلاق سے پیش آئیں) نومسلم کی مدد کریں، اسے اپنا دینی بھائی سمجھیں، اللہ کے دین کو لوگوں تک پہنچائیں۔

شروع کرتا ہوں ایشور (اللہ) کا نام لے کر جو بڑا مہربان اور کرم کرنے والا ہے۔اسی کے قبضے میں تمام پڑانی (ذی روح کی جان ہے) وہ جسے چاہتا ہے سیدھا مارگ (صراط مستقیم) دکھاتا ہے۔اسی پالنہار پربھو کے لئے پرشنسا (تعریف اور بڑائی ہے) اور وہی پوجا (بندگی) کے لائق ہے۔

اورنگ آباد جیل سے پون کمار کیوٹ کی طرف سے شروشانتی پتریکا کے سنپادک (ہندی ماہنامہ سروشانتی کے ایڈیٹر) مولانا اے، آر۔شاہین قاسمی صاحب کو اور نگراں حضرت مولانا کلیم صدیقی کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سنپادک (ایڈیٹر) صاحب! آپ کی سروشانتی پتریکا اس جیل میں شاہد انصاری بھائی کے پاس آتی ہے۔ ایشور کی کرپا (اللہ کا کرم) سے مجھے پڑھنے کے لئے شاہد بھائی بھیج دیتے ہیں۔ یہ پتریکا بہت اچھی لگتی ہے۔ لوگوں کو دین دنیا کی سچائی کی پہچان کرانے کے لئے بہت اچھا ذریعہ ہے۔ اس لئے میں اپنی سچی کہانی لکھ کر بھیج رہا ہوں تاکہ لوگوں کو جو سچ جاننے کے پریاس (کوشش) میں لگے ہیں انہیں سچائی کی پہچان ہو سکے۔

میرا نام پون کمار کیوٹ ہے۔ میں اتر پردیش میں مہاراج گنج ضلع مقام سونولی کا نیواسی (رہنے والا) ہوں۔

میری پیدائش ۷ار ۷ر۱۹۸۷ء میں ایک کیوٹ خاندان کے ہندو دھرم میں ہوئی ہے۔ میں اپنی کہانی جیل سے شروع کر رہا ہوں لیکن اس سے پہلے ایک بات بتانا چاہتا ہوں کہ میں اپنے دھرم کا کٹر تھا۔

ہندو دھرم کے حساب سے ہر دیوی دیوتا کو بھگوان کے روپ میں مانتا تھا لیکن سب سے زیادہ بجرنگ بلی کی پوجا کرتا تھا۔ ہر منگل وار کو اپواس (روزہ) رکھتا تھا، یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے رویے آچار ویوہار (طرز عمل) کی وجہ سے مجھے اسلام اور مسلمانوں سے سخت نفرت تھی، اس کے پہلے میں ہندو دیوا وہنی کا ممبر بھی تھا۔

۲۰۰۵ء میں جیل میں آیا میرے اوپر ڈکیتی کے کئی کیس تھے، میں اورنگ آباد جیل میں آیا تھا دو مہینہ یہاں رہنے کے بعد مجھے دھولیہ ضلع جیل میں بدلی کروا دیا گیا۔ کیونکہ وہاں پر بھی میرے اوپر کیس چل رہا تھا۔ دھولیہ جیل میں ایک دن اپنے ایک دوست کے ساتھ گھوم رہا تھا دوست کا نام وجے تھا۔ جیل کے سبھی مسلمان قیدی اکٹھے ہو رہے تھے، اچانک میری نظر ان پر پڑی میں نے وجے سے کہا کہ یہ لوگ کیوں اکٹھا ہو رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ ان کا بکرا کاٹنے کا تیوہار ہے۔ یہ لوگ نماز پڑھنے جانے کے لئے اکٹھا

ہوئے ہیں، پتہ نہیں کیوں میرا دل فوراً بولا، تو بھی نماز پڑھنے جا، تھوڑی دیر میں سوچتا رہا پھر اپنے دل کی بات میں نے اپنے دوست وجے سے کہہ دی وہ بھی فوراً تیار ہو گیا، ہم دونوں وہاں گئے جہاں پر مسلمان اکٹھا ہو رہے تھے، ان میں سے ایک مسلمان جن کا نام نواب تھا، ہم نے ان سے پوچھا، ہم لوگ بھی نماز پڑھنا چاہتے ہیں، کیا آپ لوگوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں؟ نواب بھائی نے کہا کیوں نہیں؟ ضرور پڑھ سکتے ہو، میں نے کہا کہ ہمیں تو پڑھنا نہیں آتا، کیا تم بتاؤ گے کیا پڑھا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا پڑھا تو بہت کچھ جاتا ہے لیکن آپ لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا اور اس کا مطلب بھی بتایا جو اچھا لگا۔

ہم لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے سب لوگوں نے وضوں کیا ہم نے بھی ہاتھ پیر دھو لیا۔ جیل کے ایک بڑے ہال میں ہم کو بٹھایا گیا۔ وہاں پر باہر سے ایک مولانا آئے تھے، وہ اسلام کے بارے میں سمجھا رہے تھے، ان کی باتیں سن کر کچھ مسلمان رو بھی رہے تھے، ان کی باتیں مجھے بھی بہت اچھی لگ رہی تھی، اس سے پہلے میں نے ایسے باتیں نہیں سنی تھی، یہ باتیں میرے دل میں بیٹھ گئیں، اس کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہوئے ہم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے، میں پوری نماز میں وہی کلمہ پڑھتا رہا نماز ختم ہو جانے کے بعد سب لوگ ایک دوسرے سے گلے ملے، مجھ سے بھی ملے، یہ سبھی باتیں مجھے بے حد پسند آئیں، اس کے بعد سب لوگ شیر خرمہ پینے لگے، ایک کٹوری میں تین تین لوگ جھوٹا کر کے کھاتے تھے، تھوڑی دیر کے لئے میرا دل بھٹکا، میں نے سوچا کہ کتنے گندے لوگ ہیں کہ ایک دوسرے کا جھوٹا کھا رہے ہیں، پھر دل میں خیال آیا کہ ان میں کتنی محبت ہے کہ اونچ نیچ چھوت چھات نہیں دیکھتے، بھائی جیسا سمجھ کر جھوٹا کھا لیتے ہیں، پھر میں نے بھی شیر خرمہ پی لیا۔

نواب بھائی سے میں نے سوال کیا کہ مسلم کتنے پرکار کے ہوتے ہیں؟ نواب

بھائی نے کہا کہ مسلم ایک ہی پرکار کا ہوتا ہے جو خدا اور رسول کا حکم مانتا ہے، اس کے بعد سب لوگ اپنے اپنے بیرک میں چلے گئے، میں اور وجے بھی اپنے بیرک میں آگئے وہاں آتے ہی بیرک کے لوگ پوچھنے لگے کہ تم لوگ بھی نماز پڑھنے گئے تھے؟ ہم نے کہا ہاں وہ لوگ بولے کہ کیا پڑھ رہے تھے؟ میں نے کہا میں تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ رہا تھا، مگر وجے نے کہا میں تو رام رام پڑھ رہا تھا، اس طرح کی اور کئی باتیں بول کر سب لوگ ہنسنے لگے، معلوم نہیں کیوں یہ پہلی بار تھا جب وہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑا رہے تھے اور مجھے غصہ آرہا تھا۔ دوسرے دن میں نواب بھائی کے ساتھ گھومنے لگا۔ نواب بھائی ان لوگوں کو جو نماز نہیں پڑھتے تھے انہیں سمجھاتے رہتے تھے، ان کی باتیں مجھے بہت اچھی لگتی تھیں، اب میں زیادہ کر کے نواب بھائی کے ساتھ گھومتا تھا، بھائی نواب نماز پڑھتے تو میں ان کے پاس بیٹھا رہتا تھا اور قرآن پڑھتے تو میں بھی سنتا تھا، مجھے نماز و قرآن پڑھنے کا یہ سارا منظر بہت اچھا لگتا تھا۔

قریب ایک مہینہ تک میں اسلام سے متعلق جانکاری لیتا رہا ایک دن میں نے نواب بھائی سے نماز پڑھنے کی اچھا (خواہش) ظاہر کی انہوں نے کہا بہت اچھی بات ہے پھر میں نے نماز پڑھنی شروع کر دی، لگ بھگ پچیس (۲۵) دن لگا تار پانچ وقت کی نماز پڑھی، ایک دن میں نے نواب بھائی سے کہا مجھے مسلمان بننا ہے یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے، میں نے کہا میرا ختنہ کروا دو تو وہ بولے ختنہ کرانے سے کوئی مسلمان نہیں بنتا ہے بلکہ سچے دل سے گواہی دینے سے کہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں مسلمان بنتا ہے۔ نواب بھائی نے مجھے نہلایا، پھر کلمہ پڑھا دیا اس دن جمعہ کا دن تھا۔ نواب بھائی نے کہا مسلمان کا مطلب آگیہ کاری ہوتا ہے (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم ماننے والے کو مسلمان کہا جاتا ہے) نواب بھائی نے میرا نام محمد

عمر رکھا اور کہا تمہاری کہانی حضرت عمرؓ سے ملتی ہے، اس لئے تمہارا نام عمر ٹھیک ہے، اسی دن سے میں مسلمان بن گیا، وہ دن میری زندگی میں ایک بہت ہی اہم دن ہے، میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اسلام کی مہان (عظیم) دولت سے نوازا۔

۲۰۰۶ء میں پھر میں اورنگ آباد جیل میں آگیا، اللہ کے کرم سے نماز پانچوں وقت کی ہوتی تھی، میں نے یہاں پر تین بار قرآن معنی (ترجمہ) کے ساتھ پڑھا، قرآن پڑھ کر مجھے بہت کچھ معلومات ہوئی، بہت سی سچائی کی جانکاری ہوئی، میری نماز بھی مکمل ہوگئی اور اللہ نے علم سے نوازا۔

اس وقت تک میں داعی نہیں تھا۔ اسلام پر عمل کرتا تھا، اس کے بعد آپ کا رسالہ شروشانتی آنا شروع ہوا تو مجھے دعوتی نقطہ نظر سے پڑھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملا، اس کے بعد میری زندگی میں ایک اہم موڑ آیا، میں نے جب محمد ﷺ کی اسٹوری (سیرت پاک) پڑھی تو مجھے بہت رونا آیا، انہوں نے اسلام پھیلانے کے لئے کتنی تکلیفیں سہیں، پھر جا کر پوری دنیا میں اسلام پھیلا، پھر اللہ تعالیٰ ان گنہگار بندے سے بھی اپنے دین کا کام لینے لگا، میں جیل میں اسلام کی دعوت کھلے عام دینے لگا، میرا مقصد اتنا تھا کہ میں اپنے رب کا دین لوگوں تک پہنچا دوں، ایک دن میں پانچ، پانچ چھ، چھ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا، پھر شام تک ان سے جواب مانگتا تھا، جب ان میں سے کوئی ایمان نہیں لاتا تو میں اس کو صرف اتنا کہتا تھا، کہ گواہ رہنا کہ میں نے تمہارے تک ایشور (اللہ) کا سندیش (پیغام) پہنچا دیا، پھر میری باتوں کا لوگوں پر اثر ہونے لگا، دھیرے دھیرے لوگ ایمان بھی لانے لگے، لیکن ایمان کی دعوت دینے کے بعد لوگ موقع اور وقت مانگتے تھے، پھر میں نے بھی سوچا کہ اسلام قبول کرنا کوئی کھیل نہیں ہے، پھر میں بھی ٹائم دینے لگا، پھر اللہ نے مجھ سے ایسا کام لیا کہ اکیس (۲۱) لوگوں نے اسلام قبول کرلیا، ان ۲۱ر لوگوں میں بہت لوگ ایسے

تھے جو پہلے مجھ سے نفرت کرتے تھے، اس لئے کہ میں نے اسلام قبول کیا تھا، لیکن جب انہوں نے مجھ سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو میں نے انہیں کہا کہ اگر تم لوگ سچے ہندو ہو تو کم سے کم اپنے دھرم کے وید، پُران کی باتوں کو مانو، جب میں نے انہیں ہندو دھرم کے حوالے سے بتایا کہ ایشور ایک ہی ہے صرف وہی پوجا کے لائق ہے، اسلام دھرم ہمارا بھی دھرم ہے، محمد ﷺ ہمارے بھی مارگ درشک (رہبر) ہیں، تب جا کر انہیں وشواس (یقین) ہوا، اس طرح ۲۰۰۶ء سے لے کر آج تک اکیس ۲۱ر لوگوں نے اسلام قبول کیا، آج بھی میں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، لیکن یہاں ایسا ماحول ہو گیا ہے کہ اگر کوئی ہندو میرے ساتھ بیٹھے یا بات کرے تو وہ لوگ جو دھرم کا گیان مذہب کا علم نہیں رکھتے ہیں، وہ انہیں کہتے ہیں کہ پون کے پاس مت بیٹھا کرو نہیں تو تمہیں مسلمان بنا دے گا یہاں تک کہ اسلام کی کتابیں بھی پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ (میرے سامنے تو منع نہیں کرتے ہیں لیکن چوری چھپے منع کر دیتے ہیں) انہیں یہ معلوم ہے کہ اگر پون کے ساتھ دس دن رہا تو ضرور اسلام قبول کر لے گا، کیونکہ بہت بار ایسا ہوا کہ ان کے منع کرنے کے باوجود بھی کئی لوگ میرے پاس بیٹھتے رہے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا، اسلام سچا دھرم ہے اس لئے اس کے بارے میں بتانے سے میں کسی سے نہیں ڈرتا ہوں اگر میرے دل میں آیا کہ فلاں آدمی کو اسلام کی دعوت دینا ہے تو میں اسے اچھے اخلاق کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں نے اپنے گھر والوں کو بھی خط کے ذریعہ اسلام کی دعوت دی ہے، میرے گھر والوں کو سمجھ میں بھی آیا ہے، میری امی کہتی ہے کہ تیرے آنے کے بعد بچار (سوچیں گے) کریں گے، امید ہے کہ میرے گھر والے اسلام قبول کر لیں گے، اللہ انہیں ہدایت دے۔ (آمین)

میں مسلمان بھائیوں سے اتنا کہتا ہوں کہ اسلام کوئی نیا دھرم نہیں ہے یا صرف مسلمانوں کا دھرم نہیں ہے، بلکہ وہی (اسلام) ہی سناتن دھرم (دین قیم) ہے۔ محمد ﷺ

صرف مسلمانوں کے مارگ درشک (رہبر) نہیں ہیں، بلکہ ہر ہندو کے بھی مارگ درشک ہیں اس بات کا پروف (تصدیق) ویداور کئی پُران کرتے ہیں، اگر میری بات جھوٹ لگ رہی ہو تو ڈاکٹر ایم، اے، شری واستو کی کتاب ''محمد ﷺ اور بھارتیہ دھرم گرنتھ) پڑھ سکتے ہیں، اس کتاب کے مطالعہ سے سچائی خود بخود ہر ہندو کے سامنے آجائے گی۔

ایک بات بتانا ضروری ہے کہ مجھے اسلام قبول کرنے کے بعد سب سے زیادہ مسلمانوں سے تکلیف پہنچی ہے، میں سوچتا ہوں کہ محمد ﷺ کے زمانہ میں اسلام قبول کرنے والوں کو غیروں سے تکلیف پہنچی تھی، لیکن آج مسلمانوں سے تکلیف ہورہی ہے۔ خیر مجھے صبر اس بات سے ہے کہ جن مسلمانوں سے تکلیف ہوئی ہے انہیں اسلام کے بارے میں علم نہیں ہے، قرآن میں کیا لکھا گیا ہے، نبی ﷺ نے کیا کہا ہے؟ یہ بھی انہیں علم نہیں ہے، اس بات کی بھی خوشی ہے کہ ایسے مسلمان بہت کم ملے ہیں، زیادہ تر سچے ہی ملتے ہیں، انہیں مجھ سے مل کر بہت خوشی بھی ہوتی ہے۔ میری ہر مسلمان سے گزارش ہے کہ اسلام کو سمجھنے کی کوشش کریں قرآن کو ترجمہ وتشریح کے ساتھ سمجھ کر پڑھیں اور نبی ﷺ کی حدیثوں پر بھی غور کریں کہ انہوں نے کیا آدیش (حکم) دیا ہے، کس کو مسلمان کہا ہے اور کس کو منافق یا کافر کہا ہے، اس بات کو سمجھیں کہ غیر مسلم اور نو مسلم کے ساتھ اچھا ویوہار کریں (اچھے اخلاق سے پیش آئیں) نو مسلم کی مدد کریں، اسے اپنا دینی بھائی سمجھیں، اللہ کے دین کو لوگوں تک پہنچائیں۔

جو مسلمان دین سے غافل ہیں اسے جماعت میں جانا چاہئے تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اسلام اور مسلمان کسے کہتے ہیں، اگر آج مسلمان اسلام سے منہ پھیریں گے یعنی اللہ کے دین کا کام نہیں کریں گے، تو اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

''وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْآ اَمْثَالَکُمْ''

ترجمہ: اگر تم منہ پھروگے اسلام سے تو اللہ تمہاری جگہ تمہارے سوا غیروں کو کھڑا کرے گا اور وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔ (سورۃ محمد: آیت:۳۸)

اور کئی جگہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر تم دین کا کام نہیں کروگے تو اللہ غیروں سے کام لے گا، اللہ مجھ جیسے گنہگار کو بھی اپنے دین کا کام کرنے کے لئے کھڑا کرسکتا ہے۔ ہندو ماہنامہ سروشانتی کے ہر پاٹھک (قاری) سے میری گزارش ہے کہ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ مجھے دنیا میں جب تک رکھے اپنے دین کا کام لے اور ایمان پر موت دے۔ (آمین)

مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ میں اسی مہینے میں رہا ہو جاؤں گا۔ پھر بھی میری رہائی کے لئے آپ بھی اللہ سے دعا کریں، اللہ فرماتا ہے کہ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے، اور عیسائی اور صابعین یعنی کوئی بھی شخص ہو کسی بھی قوم یا مذہب کا ہو، جو خدا اور رسول اور قیامت کے دن پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا، ایسے لوگوں کو ان کے عمل کا بدلہ خدا کے یہاں ملے گا اور قیامت کے دن ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے اللہ تعالیٰ (صراط مستقیم) پر چلنے کی توفیق دے آمین۔

اللہ حافظ

پون کمار کیوٹ عرف محمد عمر

اورنگ آباد سینٹرل پریزن ہرسول جیل

(بہ شکریہ سروشانتی ہندی نئی دہلی)

ماخوذ از ماہنامہ ''ارمغان'' مئی ۲۰۱۱ء

اللہ کی شانِ ہادی کا ظہور بغیر کسی سبب کے ہدایت

۹۷ جناب ہارون صاحب سے ایک ملاقات

اقتباس

حضرت آدھا گھنٹے جرح کرتے رہے کہ آپ نے مسجد میں جماعت ہوتے دیکھی، یا کسی کو دفن ہوتے دیکھا، یا اسلام کی کوئی چیز پسند کی، کسی مسلمان سے تعلقات ہوگئے۔ داڑھی ٹوپی والے آپ کو اچھے لگتے ہیں؟ میں نے کہا کوئی بات نہیں، حضرت صاحب بہت ہی حیرت میں کہنے لگے، اللہ کی شان ہے کہ اب تک جو لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے آتے تھے کوئی وجہ اسلام قبول کرنے کی ہوتی تھی، چاہے وہ اسلام مخالف پروپیگنڈہ ہو یا دوسری وجوہات ہوں، یہ پہلا واقعہ ہے کہ بغیر وجہ کے ہدایت۔ وہ اللہ جو حضرت آدم کو بغیر ماں باپ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنے والے ہیں، وہ دکھا رہے ہیں کہ ہم بغیر سبب کے بھی ہدایت دے سکتے ہیں اور احمد بھائی واقعی ہمیں اللہ تعالیٰ نے بغیر سبب کے اپنی قدرت اور فضل سے ہدایت سے نوازا۔

احمد اواہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہارون صاحب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: آپ کو اسلام قبول کئے ہوئے کتنے روز ہوئے؟

جواب: مجھے آج ہوئے ہیں، میں نے اپنے خاندان کے ساتھ اوکھلا جا کر کلمہ پڑھا۔

سوال : آپ کے صاحب زادے ڈاکٹر انس صاحب آپ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے؟

جواب : جی ہاں! ہمارے لئے بڑی خوشی کی بات ہے یہ کہ میں نے اپنے پورے خاندان کے ساتھ یعنی اہلیہ، بیٹے اور دونوں بیٹیوں کے ساتھ اسلام قبول کیا، ورنہ ایک آدمی کے مسلمان ہونے کے بعد خاندان میں بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بڑی مخالفت ہوتی ہے۔ میں بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں جنہیں گھر بار خاندان سب کو چھوڑنا پڑا اور جن لوگوں کے کچھ گھر والے اسلام میں آئے، ان کو بھی بڑے پاپڑ بیلنے پڑے۔

سوال : حیرت ہے کہ تیرہ روز میں آپ دونوں کے اتنی بڑی داڑھی! آپ دونوں کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے تیرہ سال پرانے مسلمان ہیں؟

جواب : اصل میں چند روز پہلے ہم نے شیونگ بند کردی تھی، اب بس خط بنوایا ہے ہم لوگوں نے ارادہ تو دس سال پہلے اسلام قبول کرنے کا کرلیا تھا۔

سوال : ابی بتا رہے تھے کہ آپ نے کسی مسلم محلّہ میں مکان لیا ہے؟

جواب : جی ہاں ہم لوگ وجے نگر میں رہتے تھے۔ میں نے گھر والوں سے مشورہ کیا، سب لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے تو پھر یہ خیال ہوا کہ ہندو محلّہ میں اسلام قبول کرکے اسلامی زندگی گذارنا مشکل ہوگا، اس لئے ہم لوگوں نے موری گیٹ میں مکان خریدا۔

سوال : موری گیٹ میں مکان اچھا مل گیا؟

جواب : الحمدللہ بہت اچھا مکان مل گیا ہے۔ اصل میں اس مکان کی سب سے بڑی اچھائی یہ ہے کہ مسجد کی دیوار سے لگا ہوا ہے۔ ایک مکان ہمیں اور مل رہا تھا، ہمارے بھی

جاننے والے جو اکثر مسلمان ہی تھے ان کی رائے تھی کہ یہ مکان دو سو گز میں ہے اور پانچ لاکھ روپے سستا مل رہا ہے، وہ لے لیں، مگر بیٹے انس نے بھی رائے دی اور میرے دل میں بھی بات آئی کہ یہ مکان ڈیڑھ سو گز میں ضرور ہے پچاس گز زمین کم ہے اور پانچ لاکھ روپئے قیمت بھی زیادہ ہے مگر اللہ کے گھر کی دیوار سے دیوار ملی ہوئی ہے نہ چاہتے ہوئے بھی مسجد میں جماعت کی نماز مل جایا کرے گی، اس لئے مسجد کے قریب کا مکان خریدا اور تیرہ روز کا تجربہ بالکل صحیح نکلا کہ اللہ نے اپنے فضل سے بہت ہی اچھی بات ذہن میں ڈالی۔ تیرہ روز میں میری تو اللہ کا شکر ہے ایک بھی جماعت نہیں نکلی۔ ساری نمازیں جماعت سے ہو رہی ہیں اور جب موقع ہوتا ہے امام صاحب کے پاس چلا جاتا ہوں، ایسا لگتا ہے کسی مدرسہ میں داخلہ لے کر مستقل رہ رہا ہوں۔ الحمد للہ

سوال : آپ کو اسلام قبول کرنے کے لئے کس چیز نے آمادہ کیا، ذرا تفصیل سے بتایئے؟

جواب : اصل میں ہمیں اسلام قبول کرنے کے لئے اللہ کے فضل اور ہمارے ارادہ نے آمادہ کیا اس کے علاوہ اور بظاہر کوئی وجہ نہیں ہے، یا زیادہ سے زیادہ جیسا حضرت فرما رہے تھے کہ ہر کچے پکے گھر میں اسلام داخل ہونے کی ہمارے نبی ﷺ کی سچی خبر سچ ہو رہی ہے اس لئے اللہ کی طرف سے ہدایت اتاری گئی ہے۔

سوال : پھر بھی ظاہری طور پر آپ کو کسی نے تو دعوت دی ہوگی؟

جواب : دعوت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اسلام قبول کرنے سے پہلے ہمیں کچھ مسلمانوں نے اس سے باز رہنے کا مشورہ بڑی ہمدردی اور اخلاص کے ساتھ دیا تھا۔

سوال : ذرا تفصیل سے بتائیں؟

جواب: اصل میں کچھ تفصیل بھی نہیں ہے جو سنائی جائے۔ سات سال پہلے ایک روز میں صبح کو سو کر اٹھا تو جنم اشٹمی کا تہوار تھا، میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے مسلمان ہو جانا چاہئے اصل میں دھرم تو سچا اسلام ہی ہے اور یہ تقاضا بڑھتا گیا اور اس روز میں نے پوجا نہیں کی، بلکہ تہوار بھی نہیں منایا، میری بیوی نے جو خود ایک پنڈت کی بیٹی ہے اور ان کے والد کنڈی وغیرہ بھی بناتے ہیں اور ہون وغیرہ بھی کرتے ہیں، نے مجھ سے معلوم کیا کہ آپ نے جنم اشٹمی نہیں منائی، میں نے کہا ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام اپنانے کا ارادہ کر لیا ہے اور یہ میرے دل میں اندر سے کوئی شکتی (طاقت) بات ڈال رہی ہے اور اب ایسا لگتا ہے کہ میرے مالک کی طرف سے میرے لئے مارگ درشن (رہنمائی) ہے، میرے بیوی بجائے ناراض ہونے کے بولی آپ کا خیال سچا ہے۔ مجھے بھی دو تین مہینے سے اندر سے کوئی کہہ رہا ہے، مگر میں نے آپ کے ڈر کی وجہ سے نہیں کہا کہ آپ یہ نہ سمجھے کہ یہ پاگل تو نہیں ہو گئی ہے۔ میں نے ایک روز اپنے لڑکے سے جو سارے بچوں میں سب سے بڑا ہے اس وقت بی ایس سی کر رہا تھا، اس سے اس کا ذکر کیا، اس نے بھی خوشی سے ہمارے ساتھ رہنے کو کہا، وجے نگر کے جس علاقے میں ہم رہتے ہیں، وہاں تین مندر ہیں اور شیو سینا کا دفتر ہے، مجھے خیال ہوا کہ یہاں رہ کر ہمارے لئے اسلامی زندگی گذارنا مشکل ہے، اس لئے ہمیں یہاں کا مکان بیچ کر کسی مسلم علاقے میں مکان کا انتظام کرنا چاہئے بیوی سے مشورہ کیا اس نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا، چند پراپٹی ڈیلرس سے بات کی ،لا اور لے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ لوگ بہت کم قیمت لگاتے رہے، بڑی مشکل سے پینتیس لاکھ روپے میں ایک صاحب سے سودا ہو گیا، دو لاکھ روپے بیعانہ میں لے لئے ہم نے ایک مکان مصطفیٰ آباد میں تلاش کر کے دو لاکھ روپے دے دیئے۔ چھ مہینہ میں بیع نامہ

کا وعدہ تھا۔ مگر ایک سال تک خریدنے والے نے پیسے نہیں دیئے اور بعد میں اپنے دو لاکھ روپے واپس دینے کا مطالبہ کیا۔ بڑی مشکل سے کسی جاننے والے سے قرض لے کر ان کے دو لاکھ روپے واپس کئے، کئی سال تک کوشش کے باوجود مکان نہ بک سکا، میری بیوی نے کہا ایسا کریں۔ اس مکان کے پیسوں میں دان کی نیت کرلیں، جتنے کا مکان بکے گا اس کا چالیسواں حصہ مسجد میں دان کریں گے، میں نے نیت کرلی میرے اللہ کا کرم ہے کہ مکان اٹھاون لاکھ روپے کا بک گیا اور دو مہینے میں بیع نامہ بھی ہو گیا میں اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کے مطابق ڈیڑھ لاکھ روپے لے کر پہلے ناگلوئی مسجد میں گیا اور میں نے وہ پیسے دینے چاہے مگر ان لوگوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ تم تو کافر ہو ناپاک ہو تمہارا مال مسجد میں نہیں لگ سکتا، مجھے بہت دکھ ہوا، پھر اس کے بعد دوارکا میں ایک کالونی میں مسجد بن رہی تھی، اس میں بھی گیا انہوں نے بھی وہ پیسے لینے سے انکار کر دیا کہ کسی کافر کا مال اللہ کے گھر میں نہیں لگ سکتا، مجھے کسی نے بتایا کہ جب تک دیوبند سے فتویٰ نہیں آئے گا اس وقت تک مسجد والے یہ پیسے نہیں لے سکتے۔ میں ایک مسجد میں جا کر امام صاحب سے درخواست کی کہ مجھے دیوبند سے فتویٰ منگانا ہے، انھوں نے معلوم کیا کس بات کا؟ میں نے ساری بات بتائی، انھوں نے کہا دیوبند کے بجائے فتح پوری مسجد جائیں، میں ان سے فتویٰ لکھوا کر فتح پوری مسجد کے شاہی امام کے پاس گیا انھوں نے فتویٰ دے دیا کہ لگ سکتا ہے ۔میں فتویٰ لے کر ناگلوئی گیا، وہاں کے لوگوں نے کہا یہ فتویٰ ہمارے یہاں نہیں چلتا میں نے پھر دیوبند کا سفر کیا دیوبند سے بھی فتویٰ آ گیا کہ لگ سکتا ہے، اتفاق سے میرے ایک جاننے والے نے بتایا کہ ہریانہ میں ایک غریب علاقہ میں مسجد بن رہی ہے، وہاں پیسے کی بڑی ضرورت ہے، میں وہاں گیا اور اس رقم کا سامان چھت کے لئے سلیہ، سیمنٹ اور

بجری وغیرہ دلوا آیا۔ ہمارے ایک جاننے والے حاجی صاحب موری گیٹ میں رہتے ہیں ،میں نے ان سے بتایا کہ میں مصطفیٰ آباد میں مکان لے رہا ہوں، انھوں نے موری گیٹ میں دو مکان بتائے اور مشورہ دیا کہ تمہارا کاروبار صدر میں ہے، اس لئے تمھارے لئے موری گیٹ زیادہ بہتر رہے گا، گھر والوں کا مشورہ بھی یہی ہوا اور پھر وہ مسجد کے قریب والا مکان خرید لیا گیا۔

سوال : آپ یہ فرمار ہے تھے کہ کئی مسلمانوں نے آپ کو اسلام قبول کرنے سے باز رہنے کا مشورہ دیا وہ کس نے دیا؟

جواب : یہ پیسے لے کر جب میں نانگلوئی گیا تو مسجد کے صدر صاحب نے بڑی محبت سے مجھے سمجھایا کہ جس سماج میں آدمی پیدا ہوتا ہے وہ سماج اس کے لئے ٹھیک ہوتا ہے۔ سماج سے ٹکرانا اور اپنے سارے خاندان پریوار کو چھوڑنا بڑا مشکل کام ہے، آپ کو جلد بازی میں فیصلہ نہیں لینا چاہئے۔ اس کے بعد ایک اور ماسٹر صاحب تھے جو دوارکا میں ملے انھوں نے بھی کہا کہ مسلم سماج ویسے بھی بدنام ہے، آپ اپنے سماج میں چین سے رہ رہے ہیں اپنی زندگی کو نرک نہ بنائیے۔

سوال : یہ ماسٹر صاحب بھی مسلمان تھے؟

جواب : جی یہ ماسٹر صاحب بھی مسلمان تھے اور انھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد کا ایسا ڈراؤنا نقشہ کھینچا اور کچھ لوگوں کے نام بھی لئے جن لوگوں نے اسلام کو اپنایا تو سماج سے ان کو کتنا نقصان اٹھانا پڑا اور مسلمانوں نے بھی ان کو کتنا دھوکہ دیا۔

سوال : آپ نے ان لوگوں کے کہنے سے اپنے فیصلے کے بارے میں کچھ نہیں سوچا؟

جواب : میں نے گھر والوں سے ذکر کیا تو میرے بچوں نے بڑا حوصلہ بڑھایا اور کہا ہم

لوگ پورے پریوار کے ساتھ مسلمان ہو رہے ہیں وہ تو اکیلے ہونے کی وجہ سے مشکل میں پڑے۔

اسلام سے روکنے کا ایک اور واقعہ یہ ہوا کہ میں جب یہ پیسے لے کر نانگلوئی مسجد میں دینے کے لئے گیا تو ایک صاحب نے یہ کہا کہ قرآن میں کافر کا مال مسجد میں لگانے کو منع کیا گیا ہے، میں نے سوچا دیکھوں قرآن میں کیا منع کیا گیا ہے۔ میں نے کئی لوگوں سے ہندی کا قرآن مانگا، مگر ہر ایک نے منع کر دیا ایک ملاجی نے تو بہت برے لہجے میں یہ کہا کہ کافر جس کو قرآن کیسے دیا جا سکتا ہے، کافر تو کتے سے بھی ناپاک ہوتا ہے۔ میں نے سوچا کہ بازار سے جا کر قرآن مجید لے آؤں، میں اردو بازار گیا اور میں نے قرآن مجید خریدا، پیسے دے کر قرآن پیک کرنے کو کہہ رہا تھا، ایک لڑکا کتب خانہ پر تھا۔ جیسے میں نے پیسے دیئے اس کے باپ جو بہت بوڑھے لمبی داڑھی والے تھے آ گئے۔ انھوں نے میرے ہاتھوں میں قرآن دیکھ کر غصے سے چھین لیا، تم مسلمان نہیں ہو تم کافر ہو تم ناپاک ہو، مجھ سے قرآن چھین لیا اور پیسے واپس دے دئے اور اپنے بیٹے کو گالیاں دیں، میں نے کہا کہ میرا ارادہ مسلمان ہونے کا ہے، مگر کسی کام کا انتظار ہے۔ وہ بولے بس بس تم ہندو ہی رہو، اسلام کو تمھاری ضرورت نہیں۔ میرا دل بہت ٹوٹا، مگر گھر آیا تو گھر والوں نے ہماری ہمت بندھائی اور میری بیوی نے کہا کہ ہمارا مالک جب ہمیں مسلمان بنانا چاہ رہا ہے تو یہ مسلمان ہرگز نہیں روک سکتے۔

سوال: جی تو پھر آگے بتائے کہ آپ مسلمان کس طرح ہوئے؟

جواب: میں نے روہتک کے جس گاؤں میں مسجد کے لئے سامان دلوایا تھا وہاں کے امام صاحب سے میں نے بتایا تو انھوں نے بتایا کہ آپ اس کام کے لئے مولانا کلیم

صاحب سے ملیں۔ میں نے پتہ پوچھا تو انھوں نے پھلت کا پتہ بتایا اور بتایا کہ وہ دہلی میں رہتے ہیں۔ ان کا دفتر بٹلہ ہاؤس اوکھلا مسجد کے پاس ہے۔ آپ وہاں بھی جا سکتے ہیں، میں نے دہلی آکر حاجی صغیر صاحب سے موری گیٹ آکر بتایا، ان کے ساتھ ہم اوکھلا گئے۔ اتفاق سے دفتر بند تھا۔ جو مولانا صاحب وہاں رہتے ہیں وہ اپنے گھر نانوتہ سہارن پور گئے ہوئے تھے۔ وہاں ایک بیمار سا آدمی ملا۔ اس نے خلیل اللہ مسجد جانے کا مشورہ دیا۔ ہم لوگ وہاں پہنچے مولانا صاحب اڑیسہ کے سفر پر گئے ہوئے تھے۔ گھر سے فون نمبر لے کر حاجی صاحب نے بات کی حضرت سے بات ہوگئی۔ اللہ کا شکر ہے فون نمبر مل گیا، سنا ہے کہ ان کا نمبر بہت کم ملتا ہے۔ حضرت صاحب نے حاجی صاحب سے کہا آپ ان کو کلمہ پڑھوا دیں، موت زندگی کا کچھ پتہ نہیں اور کلمہ پڑھوانے میں بلا وجہ دیر کرنا کفر ہے۔ اس کے بعد مجھ سے بھی ملوا دینا، میں دوبارہ کلمہ پڑھوا دوں گا، مگر میرے دل میں یہ بات تھی کہ مجھے حضرت صاحب سے ہی مسلمان ہونا ہے۔ اتنے لوگوں کو چھوڑ کر جن صاحب نے ہمارے پیسے مسجد میں قبول کئے، ان کا مشورہ غلط نہیں ہو سکتا۔ اڑیسہ سے واپسی پر ۳۰؍ مئی کو شام میں، میں اپنے بچوں کو لے کر خلیل اللہ مسجد پہنچا، ہمارے ساتھ حاجی صغیر صاحب اور دو لوگ اور ہمارے وجے نگر کے پڑوسی ونود گوئل صاحب ساتھ تھے۔ حضرت صاحب نے ہم سبھی کو کلمہ پڑھوایا ہم لوگوں نے اپنے نام پہلے سے طے کر رکھے تھے۔ میں نے اپنے لئے محمد ہارون، میرے بیٹے نے محمد انس، اہلیہ نے زینب، بیٹیوں نے فاطمہ اور آمنہ اپنی پسند سے رکھے۔ ونود گوئل کا نام مسعود احمد رکھا گیا۔

سوال : گوئل صاحب آپ کے ساتھ کس طرح آئے؟

جواب : اصل میں جب ہم مکان فروخت کر رہے تھے تو انھوں نے وجہ معلوم کی۔ میں

نے صاف صاف بتادیا کہ ہمارے پورے پریوار کا ارادہ مسلمان بننے کا ہے۔ اس لئے ہم کسی مسلم محلہ میں رہنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ جب آپ مسلمان ہونے جائیں گے تو مجھے بھی بتانا۔ میں نے چلنے سے پہلے ان کو فون کیا، بولے میں ابھی آتا ہوں، بس میں بھی آپ کے ساتھ مسلمان ہونا چاہتا ہوں، بٹلہ ہاؤس اسٹاپ پر ملنا طے ہوگیا۔

سوال : بس یہ بات ہوئی، ایسے ہی خواہ مخواہ وہ مسلمان ہوگئے؟

جواب : واقعی احمد بھائی وہ بالکل خواہ مخواہ مسلمان ہوئے اور وہ ہم سے بھی پکے مسلمان ہوئے، تیرہ روز میں اسلام کے لئے انھوں نے اتنی قربانیاں دی ہے کہ خاندانی مسلمان پچاس سال میں نہیں دے سکتے۔ احمد بھائی آپ ان سے مل کر ان کے حالات کو ضرور چھپوائیں، وہ چھپوانے کے لائق تھے۔

سوال : اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب : اسلام کے بعد حضرت نے مجھ سے معلوم کیا آپ نے ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں، حضرت صاحب نے معلوم کیا کوئی اور کتاب اسلام کے بارے میں پڑھی ہے؟ میں نے کہا: کوئی نہیں، حضرت آدھا گھنٹے جرح کرتے رہے کہ آپ نے مسجد میں جماعت ہوتے دیکھی، یا کسی کو دفن ہوتے دیکھا، یا اسلام کی کوئی چیز پسند کی، کسی مسلمان سے تعلقات ہوگئے۔ داڑھی ٹوپی والے آپ کو اچھے لگتے ہیں؟ میں نے کہا کوئی بات نہیں، حضرت صاحب بہت ہی حیرت میں کہنے لگے، اللہ کی شان ہے کہ اب تک جو لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے آتے تھے کوئی وجہ اسلام قبول کرنے کی ہوتی تھی، چاہے وہ اسلام مخالف پروپیگنڈہ ہو یا دوسری وجوہات ہوں، یہ پہلا واقعہ ہے کہ بغیر وجہ کے ہدایت۔ وہ اللہ جو حضرت آدم کو بغیر ماں باپ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر

باپ کے پیدا کرنے والے ہیں، وہ دکھا رہے ہیں کہ ہم بغیر سبب کے بھی ہدایت دے سکتے ہیں اور احمد بھائی واقعی ہمیں اللہ تعالیٰ نے بغیر سبب کے اپنی قدرت اور فضل سے ہدایت سے نوازا۔

سوال: آپ کے بیٹے کیا کر رہے ہیں؟

جواب: انس نے فزکس میں پی ایچ ڈی مکمل کی ہے۔ ابھی وایوا ہونا باقی ہے۔ بڑی بیٹی فاطمہ بی ٹیک مکمل کر رہی ہے۔ چھوٹی بیٹی نے پلس ٹو (بارھویں کلاس) کیا ہے۔

سوال: آپ دونوں تو امام صاحب کے پاس جاتے ہیں گھر کی عورتیں کیا کر رہی ہیں؟

جواب: اللہ کا شکر ہے حاجی صاحب کے گھر میں پڑھی لکھی بہو بیٹیاں ہیں، میری بیوی ان سے اسلام سیکھ رہی ہے۔ بیٹیوں نے برقعے اوڑھ لئے ہیں اور بہت خوشی سے پردے میں رہتی ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ نماز پابندی سے پڑھ رہی ہیں۔

سوال: کاغذات وغیرہ بنوا لئے ہیں؟

جواب: ہاں حافظ ابرار صاحب جو حضرت کے ساتھ دہلی میں رہتے ہیں وہ ہمیں سرفراز ایڈوکیٹ صاحب کے پاس لے گئے تھے، انھوں نے بیان حلفی بنوائے اور سند اور سب چیزوں میں نام بدلوانے کا کام شروع کروا دیا ہے۔ ہمارے پاس چھ لاکھ روپے بچے ہوئے ہیں۔ اس سال ہمارا حج کو جانے کا ارادہ ہو رہا ہے۔ حضرت صاحب سے میں نے فون پر بات کی حضرت صاحب نے بہت خوشی کا اظہار کیا، ہم پانچوں فیملی ممبر اللہ کا شکر ہے اپنے اسلام پر روزانہ دو نفل شکرانہ کی پڑھتے ہیں، میرا اور بیٹے کا ارادہ انشاء اللہ جماعت میں جانے کا بھی ہے۔

سوال: ماشاء اللہ واقعی آپ کا اسلام اللہ کے فضل کی خاص نشانی ہے، آپ مسلمانوں

کے لئے کوئی پیغام دیں گے؟

جواب: جب ہدایت اس طرح اتری ہوئی ہو تو ہمیں اللہ کے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بننے کے لئے اپنی بساط بھر کوشش کرنا چاہئے۔ کم از کم میرے جیسے اللہ کے فضل سے ہدایت کی طرف آنے والوں کی حوصلہ شکنی کر کے ان کے لئے رکاوٹ تو نہ بننا چاہئے۔

سوال: واقعی آپ نے بالکل ٹھیک کہا، بہت بہت شکریہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جواب: آپ کا بھی شکریہ، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماخوذ از ماہنامہ "ارمغان" جون ۲۰۱۱ء

۹۸ سسرال والوں کے ظلم و ستم کے باوجود اسلام پر ثابت قدمی

محترمہ زینب انجم (ریکھا لہا سے) سے ایک ملاقات

اقتباس

حضراتِ صحابہ کرام کو تکلیف پہنچانے والے کفار تھے لیکن مجھ کو تکلیف پہنچانے والے خاندانی مسلمان ہیں، جنھیں وراثت میں اسلام ملا ہے۔ بس اتنا ہی کہوں گی کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے نومسلموں کا یہ خاندانی مسلمان بڑھ کر استقبال کریں۔ انھیں گلے لگائیں۔ ان کے اس عمل سے بہت سارے لوگ اسلام قبول کرلیں گے۔ اس مضمون کو پڑھنے والے حضرات میرے خاندان کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انھیں بھی ہدایت دے۔

عبدالباری قریشی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زینب انجم: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: پھلت ضلع مظفر نگر یوپی سے دینی رسالہ ارمغان ہر ماہ نکلتا ہے اور اس میں نو مسلموں کے انٹرویو شائع ہوتے ہیں۔ ہماری دلی تمنا ہے کہ اس میں آپ کا انٹرویو بھی شائع ہو جائے؟

جواب: ہاں ہاں کیوں نہیں؟

سوال: آپ اپنا خاندانی تعارف کرائیے؟

جواب : میرا نام ریکھا تھا۔ میرے والد مدھوکر لہاسے اور والدہ کا نام سیتا لہاسے ہے اور میرے والد بودھ مذہب کے ماننے والے ہیں۔ میرے والد کاغذ فیکٹری، نیپا نگر ضلع کھنڈوہ ایم پی میں ملازم تھے، میرے والد کے چار بھائی اور آٹھ بہنیں ہیں۔ چاروں چچا ملازم ہیں، اللہ کے فضل سے پڑھا لکھا خاندان ہے۔ میرا نام ریکھا میرے دادا نے رکھا ہے۔ مجھ سے بڑی تین بہنیں ہیں اور ایک بہن چھوٹی ہے۔ اللہ کے کرم سے ایک بھائی ہے جس کی پیدائش عید کے دن ظہر کے وقت ہوئی۔ میرا رجحان شروع سے اللہ کے ولیوں کی طرف رہا ہے۔ جو بھی مانگتی تھی پہلے بابا جنگلی پیر سے ہی مانگتی تھی۔ علم نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر چیز دی، جو چاہتی تھی وہ ملا، میری بہنیں اور میری والدہ سب مجھے آپا کہتے تھے۔

سوال : آپ اپنے قبول اسلام کے بارے میں بتایئے؟

جواب : قبول اسلام کے بارے میں تو یہی کہنا چاہوں گی کہ میرے اللہ کا مجھ پر بڑا احسان ہوا کہ میں اسلام میں داخل ہوئی، شروع ہی سے میرا رجحان اسلام کی طرف رہا۔ مجھے مانگنے کا علم نہ تھا۔ بس اللہ اللہ کہتی تھی اور جنگلی پیر بابا سے مانگتی تھی۔ مغرب کے نہانے کے بعد دعا کرتی سنا تھا کہ مغرب کے مانگی ہوئی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ بس روز شام میں پڑھائی کرنے کے بعد مغرب کے وقت دعا کرتی اور میری دعا قبول بھی ہوتی۔

میں تقریباً چودہ سال کی تھی۔ آٹھویں کلاس کے رزلٹ کا انتظار تھا۔ میں نے دعا کی اور اللہ کے کرم سے خواب میں مجھے بتایا دیا گیا کہ میں پاس ہوگئی ہوں اور 57.8% نمبرات ملے ہیں۔ صبح گیارہ بجے اسکول جانا رزلٹ ملنے والا ہے۔ صبح اٹھی امی سے کہا تو امی کہنے لگیں، آپا تم نے اللہ سے دعا کی اور اللہ نے قبول کی اور اشارہ کر دیا کہ تم پاس ہونے والی ہو تم نے دل سے دعا کی اللہ تمھاری سنتا ہے۔ اسکول سے رزلٹ لے کر آئی دیکھا کہ

خواب میں جو رزلٹ بتایا گیا تھا وہی رزلٹ آیا ہے۔ میرا یقین بڑھ گیا۔ پھر اللہ کے کرم سے میرا رجحان اسلام کی طرف بڑھا، لیکن سب کچھ بابا جنگلی پیر کے نام سے ہی کرتی تھی ، کیونکہ دین کا علم نہیں تھا۔ ہمارے آس پاس سب ہندو رہتے تھے، کس سے پوچھتے ؟ میرے والد کے ایک دوست تھے اللہ ان کو جنت نصیب کرے وہ لکھنؤ کے رہنے والے ہیں، ان کا نام یاسین تھا۔ ہمارے گھر ان کا آنا جانا تھا۔ میرے والد کے بہت قریب کے اور بچپن کے دوست تھے۔ پانچوں وقت کی نماز کے پابند تھے وہ جب بھی گھر آتے تو میں ان سے نماز کے بارے میں پوچھتی، وہ ہنستے اور کہتے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور وہ دین کی باتیں سناتے ہم سب ادب کے ساتھ بیٹھ کر وہ باتیں سنتے۔ بس ان سے ہی تھوڑا سا دین سیکھا۔ رمضان المبارک کا مہینہ آیا، میں نے ان سے روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا کہ کیا ہم سب روزہ رکھ سکتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کیوں نہیں؟ بلکہ سب رکھو اللہ آپ سب کو ہدایت دے۔ ہم سب نے روزے رکھنے شروع کر دیئے اور ہر سال پابندی سے روزے رکھتے رہے۔ اللہ کے کرم سے مجھے خواب بہت آتے ہیں۔ ایک بار خواب دیکھا کہ ایک بزرگ مجھ سے کہہ رہے ہیں ہم جو بول رہے ہیں سنو اور دہراؤ انھوں نے عربی میں کچھ کہا، مجھے سمجھ میں نہیں آیا، میں رونے لگی اور کہنے لگی بابا میں بول نہیں پا رہی ہوں، آپ مجھے کاغذ پر لکھ کر دے دیجئے، میں اسے یاد کر کے سنا دوں گی، وہ کہنے لگے نہیں کاغذ پر لکھ کر دیں گے تو کاغذ جل جائے گا، ایک کام کرو تم قرآن شریف کے بیسویں پارے کی بیسویں آیت دیکھ لینا اور سمجھ لینا، اتنا کہا اور میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے امی کو سنایا تو امی نے کہا شاید اللہ تمہیں نواز رہا ہے۔ لیکن کس سے پوچھیں؟ آس پاس کوئی بھی اللہ کا بندہ نہیں تھا۔ جہاں میں ملازمت کرتی تھی وہیں پر اعجاز نام کا ایک لڑکا ملازمت کرتا تھا۔ اس

سے میری اچھی دوستی تھی۔ میں نے اسے یہ خواب سنایا تو اس نے کہا مجھے تو اس کا علم نہیں لیکن میں تمھیں مفتی صاحب کے پاس لے چلتا ہوں مفتی صاحب کو پورا خواب بتایا تو انھوں نے بتایا کہ بیسویں پارے کی بیسویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس کو چاہے گا عذاب دے گا جس پر چاہے گا رحمت کرے گا۔ بس میرے اللہ کا مجھ پر کرم ہوا اور اس نے مجھے اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

سوال : آپ کو اس نئے ماحول میں عجیب سا نہیں لگتا؟

جواب : اس نئے ماحول میں میرے لئے کچھ بھی عجیب سا نہیں لگتا، کیونکہ اللہ کے کرم سے میری آخرت سنور گئی اور مجھے کیا چاہئے مجھے نیا پن صرف یہ لگا کہ مجھے اپنے رہن سہن میں تھوڑا سا بدلاؤ کرنا پڑا۔ جیسے کہ پہلے ریکھا لہا سے کہلاتی تھی اب اللہ کے کرم سے زینب انجم ہوں، پہلے ماتھے پر بندی لگاتی تھی اب نہیں لگاتی۔ اللہ کے کرم سے وہی چہرہ بنا بندی لگائے اچھا لگتا ہے۔ چہرہ سے ہی کئی لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ مسلم ہیں یا ہندو، ہندو مسلم دونوں طرح کی عورتوں نے مجھ سے یہ پوچھا، میں نے کہا آپ کو کیا لگتا ہے؟ تو کہنے لگیں کہ آپ چہرہ سے تو مسلم لگ رہی ہے، اپنی بات چیت سے بھی آپ مسلم لگتی ہیں، مجھے بدلاؤ اتنا ہی کرنا پڑا کہ نام بدلا اور بندی نہیں لگاتی، میں اپنے اللہ کو پہلے بھی چاہتی تھی اور آج بھی چاہتی ہوں۔

سوال : آپ کے والدین کے بغیر یہ شادی کیسی لگی؟

جواب : میں ملازمت کے سلسلہ میں نیا نگر سے روزانہ برہان پور آتی تھی، جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ وہیں پر میری ملاقات اعجاز نام کے لڑکے سے ہوئی۔ اعجاز میرے قبول اسلام کا ذریعہ نہیں بنے۔ یہ تو میرے اللہ کا مجھ پر بہت بڑا کرم ہے، آپ نے شادی

کے تعلق سے سوال کیا ہے، تو یہ پیش کش اعجاز نے ہی رکھی اور میں تیار ہوگئی جیسا کہ ہر لڑکی کے ارمان ہوتے ہیں ویسے ہی ہر لڑکی کے ماں باپ کے بھی ارمان ہوتے ہیں، میں بی کام پاس ہوں اور جن سے میری شادی ہوئی وہ صرف تیسری پاس ہیں اور کوئی پرمانٹ ملازمت یا بزنس نہیں۔ میرے والد مجھ سے بہت زیادہ ناراض تھے۔ وہ نہ تو ہمارے برابر تعلیم یافتہ ہیں اور ساتھ ہی شادی شدہ اور دو بچے بھی ہیں۔ اسی وجہ سے میرے والدین بہت زیادہ ناراض تھے۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی بیٹی کو تعلیم یافتہ اور تمام قابلیت والا شوہر ملے لیکن یہ تمام خوبیاں ان کے اندر نہیں تھیں۔ میرے اللہ نے میرے مقدر میں انہیں ہی میرا شوہر ہونا لکھا تھا۔ ایک لڑکی کی شادی کرنے کے جو ارمان ہوتے ہیں وہ ارمان بھی میرے پورے نہیں ہوئے، ایک تو میرا پورا خاندان تعلیم یافتہ اور میرے شوہر کا گھرانہ جاہل بے پڑھا لکھا، اور نہ ہی ان کے گھر والوں نے مجھے اپنایا لیکن اللہ کا کرم ہے کہ میرے والدین زیادہ دن ناراض نہیں رہے۔ انھوں نے مجھ کو اور میرے شوہر کو اپنا لیا ۔ میں بہت خوش ہوں۔

سوال: آپ کی سسرال والوں کا برتاؤ آپ کے ساتھ کیسا رہا؟

جواب: جب مجھ سے اعجاز نے شادی کے لئے کہا تو میں نے کہا تمہارے گھر والے راضی ہو جائیں گے؟ تو انھوں نے کہا ہو جائیں گے۔ میں نے سوچ کر ہاں کہا، اعجاز نے اپنے والدین اور خاندان کے دوسرے لوگوں سے بات کی وہ سب راضی ہوگئے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کی والدہ نے کہا تھا کہ تم بڑے گھر کی لڑکی ہو ہمارا چھوٹا سا گھر ہے۔ ہم غریب ہیں۔ کیا تم ہمارے ساتھ رہوگی؟ تو میں نے کہا کیوں نہیں؟ آپ لوگوں کے ساتھ نہیں رہوں گی تو پھر کہاں رہوں گی؟ انھوں نے کہا ٹھیک ہے، تو تم آ جاؤ ہمارا مذہب قبول

کرلو، ہم تمہیں اپنا لیں گے دوسرے دن جب میں اپنے گھر نیپا نگر سے برہانپور ملازمت کے لئے آئی تو واپس گھر نہیں گئی۔ ان کے ساتھ ان کے گھر گئی ان کی امی نے کہا یہاں نہیں۔ ادھر کے مکان میں لے جاؤ، ان کے تین مکان ہیں جو گھر خالی تھا۔ ایسی دھول مٹی، گندگی ہمیں وہاں جانے کو کہا۔ رات وہاں رکے، کھانے کو بھی نہیں کہا۔ دو دن بیت گئے سارے ہی لوگ بدل گئے اور کہنے لگے جاؤ ہم کو تم سے کوئی مطلب نہیں۔ کہیں بھی مرو ہم کیوں تم کو اپنائیں۔ کیوں تمھارا نکاح کروائیں ان کے گھر والے ان سے لڑائی جھگڑا کرنے لگے۔ دوسرے دن ہم دونوں مفتی صاحب کے پاس گئے اور کہا ہم دونوں نکاح کرنا چاہتے ہیں ہمارا نکاح کر دو۔ انھوں نے کہا گواہ لاؤ میرے شوہر نے کہا ہمارے ساتھ ہمارے گھر والوں نے ایسا ایسا برتاؤ کیا ہے۔ ہم گناہ نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ مہربانی کر کے ہمارا نکاح کروا دو، وہیں پر کچھ لوگ موجود تھے۔ ان کی موجودگی میں میرا نکاح ہوا اور ان کے گھر والے ہم سے الگ الگ ہی رہے اور آج بھی ہم سے الگ ہیں ان کے گھر میں چھوٹے بھائی بہن کی شادی ہوئی ہمیں نہیں بلایا، ان کے گھر والے کہتے ہیں کہ ہمارا ان لوگوں سے کوئی رشتہ نہیں ہمارا بیٹا ہمارے لئے مر چکا ہے۔ سسرال کے لوگوں نے ہمیں مارا، گندی گندی گالیاں دیں، معاملہ پولیس تک پہنچا جیسے تیسے کر کے رفع دفع ہوا محلّہ میں ہی مکان کرایہ سے لے کر رہ رہے تھے جب بھی ان کے گھر والوں سے سامنا ہوتا تو گالیاں بکتے اور لڑائی پر آمادہ رہتے۔ ہم جس مکان میں رہتے تھے۔ اس میں بجلی بھی نہیں تھی۔ پورا ایک سال ایسا ہی گذار دیا۔ میرے والد کے یہاں بجلی تھی پرورش بہت اچھے ماحول میں ہوئی تھی۔ ہمیں یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ غریبی کیا ہوتی ہے۔ شادی کے بعد سسرال والوں کے اس طرح کے برتاؤ سے ہمیں بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ نیا نیا ماحول تھا۔ میرے

شوہر اکیلا چھوڑ کر کام پر چلے جاتے صبح دس بجے سے شام مغرب تک آتے، میں دروازہ بند کر کے گھر میں ڈر ڈر کر رہتی کہ کوئی آکر مارے گا، گالیاں دے گا میرے سسرال والوں نے ہمارے ساتھ بہت غلط برتاؤ کیا۔عورتوں کے اجتماع میں جاتی تو وہاں میری ساس آکر بہت برا بھلا بکتیں گالیاں بکتیں، جب اجتماع میں جانا بند کر دیا سامنے کے مکان میں خالہ جان کے پاس نماز سیکھنے کے لئے گئی تو انھوں نے بھی مجھے برا کہا اور گالیاں بکیں۔

سوال: اسلام قبول کرنے کے بعد حالات اور تکالیف تو آتی ہیں جو ان پر استقامت سے جم جاتا ہے، اس کا اسلام مضبوط ہو جاتا ہے، حضرت صحابہ کرام پر بھی حالات اور تکلیفیں آئیں؟

جواب: آپ نے صحیح فرمایا، حضراتِ صحابہ کرام کو تکلیف پہنچانے والے کون تھے کفار؟ لیکن مجھ کو تکلیف پہنچانے والے خاندانی مسلمان ہیں، جنھیں وراثت میں اسلام ملا ہے۔

سوال: آپ کے شوہر کا برتاؤ آپ کے ساتھ کیسا ہے؟

جواب: اللہ کا کرم ہے کہ میرے میاں نے ہر پل سمجھا اور سمجھایا، وہ ہر حال میں خوش رکھتے ہیں۔اللہ کا احسان مجھے اتنا چاہنے والا شوہر ملا، میرے شوہر کا ساتھ ہے، تو مجھے کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔

سوال: اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

جواب: اللہ کے کرم سے میری آخرت سدھر گئی، اب میں دعوت کا کام کروں گی تا کہ دوسروں کی آخرت سدھر جائے اللہ تعالیٰ مجھ گناہ گار سے دعوت کا کام لے لے یہی میں دوسروں کے لئے بھی دعا کرتی ہوں۔

سوال: موجودہ دور کے مسلمانوں کے لئے کوئی پیغام؟

جواب : بس اتنا ہی کہوں گی کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے نومسلموں کا یہ خاندانی مسلمان بڑھ کر استقبال کریں۔انھیں گلے لگائیں۔ان کے اس عمل سے بہت سارے لوگ اسلام قبول کرلیں گے،اس مضمون کو پڑھنے والے حضرات میرے خاندان کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انھیں بھی ہدایت دے۔

سوال : بہت بہت شکریہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جواب : وعلیکم السلام، اللہ حافظ

ماخوذ از ماہنامہ ''ارمغان'' جولائی ۲۰۱۱ء

۹۹ داعی دعوت میں تاجرانہ ذہن کے ساتھ چلے

جناب شفیق احمد (راج کمار گپتا) سے ایک ملاقات

اقتباس

انشاء اللہ دعوت کا کام سیکھ کر کرنے کا ارادہ ہے، حضرت نے فرمایا ہے کہ آپ خاندانی تاجر ہیں گپتا فیملی سے تعلق رکھتے ہیں، اور یہ لوگ تو اپنا ردی مال بھی سونا بتا کر کسٹمر کو بھیڑ دیتے ہیں اور گاہک کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ دعوت تو اصل تجارت ہے، اور مال بھی بالکل کھرا، جینون، اچھی کمپنی کی پرفارمنس، اچھی گاڑیوں اور مصنوعات پر ویٹنگ چلتی ہے، بس ذرا تاجر سلیقہ کا ہو۔ آپ جب دعوت کا کام کریں گے تو قبول کرنے والے ویٹنگ میں لائن لگائے کھڑے ہوں گے۔

احمد اواہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شفیق احمد: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: آپ ابھی امروہہ سے آرہے ہیں یا منڈاولی سے؟

جواب: منڈاولی (دہلی) سے آیا ہوں۔ اصل میں پچھلے ہفتہ پھلت گیا تھا مگر وہاں ملنے والوں کی بڑی بھیڑ تھی۔ چلتے چلتے حضرت سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ آپ تو دہلی میں رہتے ہیں کبھی بھی وہیں مل لیجیے، آج بار بار معذرت کرتے رہے، معاف کیجیے مجھے

معلوم نہیں تھا کہ آپ تشریف لائے ہوئے ہیں، رات ۱۲ بجے سفر سے لوٹا تھا، صبح کو کچھ کام کرنا تھا۔ میرے ساتھ منڈاولی کے ایک صاحب تھے وہ حضرت کی معذرت دیکھ کر کہنے لگے، مولانا تو ایسے معذرت کر رہے ہیں جیسے ہمارا ان پر قرض چاہئے۔ پرسوں فون پر بدایوں سے بات ہوئی تھی، الحمدللہ آج ملاقات ہوگئی۔ اصل میں مجھے اپنی دعوتی تربیت کے لئے مشورہ کرنا تھا کہ جس جرأت کے ساتھ حق کی بات کہنی چاہئے اُس طرح سیدھے سیدھے کلمہ پڑھنے کو کہنے کی ہمت نہیں ہوتی میری فکر یہ بھی ہے کہ میری اہلیہ مجھ سے زیادہ اہلیت رکھتی ہیں وہ بلا کی ذہین ہیں، ان کی صلاحیتیں دعوت میں کس طرح لگیں اور ان کا مزاج کس طرح دعوتی بنے۔

سوال : تو آپ کی حضرت سے بات ہوگئی؟

جواب : الحمدللہ بات ہوگئی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سال مہاجر بہنوں کے لئے رمضان بھر کا ایک تربیتی نظام بنا رہے ہیں۔ آپ ان کو یہاں دہلی بھیج دیجئے۔ میں نے اہلیہ سے فون پر بات کی وہ بہت خوش ہیں۔ میرے لئے حضرت نے دعوتی کیمپوں میں شرکت کا مشورہ دیا۔ ابھی اسی ہفتہ کیرانہ میں ایک کیمپ شروع ہو رہا ہے۔ حضرت نے بتایا کہ یہاں کیمپوں میں صرف جھجک دور کرنے اور کلمہ پڑھنے کو کہنے کی جرأت پیدا کی جاتی ہے۔ اصل مقصد ان تربیتی کیمپوں کا صرف یہی ہے۔

سوال : آپ دہلی میں کب سے رہ رہے ہیں؟

جواب : اس بار مجھے دہلی میں رہتے ہوئے چار سال ہوگئے ہیں، اس سے پہلے دو سال کے قریب پہلے بھی رہ چکا ہوں۔

سوال : آج کل کیا کاروبار کر رہے ہیں؟

جواب: شیئر بازار میں کاروبار کر رہا ہوں۔ تھوڑی سی مشکل اس کاروبار میں حلال وحرام کی آرہی ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کاروبار بدل دوں۔ اس سلسلہ میں بھی حضرت سے مشورہ کروں گا۔ اصل میں احتیاط کے ساتھ تلاش کر کے شیئر خریدتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حلال وجائز کاروبار کرنے والی کمپنی کے شیئر خریدے، اور اچانک معلوم ہوتا ہے کہ وہ کمپنی کوئی ناجائز سود وغیرہ کا کام بھی کرتی ہے۔ اصل میں یہ شرم آتی ہے کہ بغیر چاہت کے اللہ تعالیٰ نے ایمان دیا ہے اور عطا کے باوجود اگر اور کچھ نہیں ہوسکتا تو رزق تو حلال چاہئے۔

سوال: بے شک یہ تو سب سے اہم بات ہے۔ مولانا بتا رہے تھے کہ رفتہ رفتہ آپ دعوت کا کام بھی کرتے ہیں، اور کئی لوگوں کو اللہ نے آپ کی کوششوں سے ہدایت عطا فرمائی ہے، اب تک کتنے لوگ آپ کی کوششوں سے اللہ کی ہدایت میں داخل ہوئے ہیں؟

جواب: میں نے عرض کیا، اسی کمزوری کے دور کرنے کے لئے، اس مرض کے اسپشلسٹ کی تلاش میں یہاں آئے ہیں، دعوت کا حق ادا نہیں ہوتا، موت کا فرشتہ کب آکر دبوچے، اپنے اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے، اور اپنے محسن نبی ﷺ سے کس طرح ملیں گے بس مجھ گندے کی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہدایت کا جن لوگوں کے لئے فیصلہ کر دیا تھا۔ انہیں اللہ نے میرے ذریعہ ہدایت عطا فرمائی ہے، ان میں ایک تو میری اہلیہ ہیں ایک ان کی بڑی بہن، دو بچے اور شوہر، چار یہ ہوئے میرے ایک چچا، ان کے دو بیٹے میرے دوست یوگیش اور ان کی فیملی کے چار لوگ، میرے ایک استاد جو بچپن سے مجھے ٹیوشن پڑھاتے تھے، پچھلے سال، چار ماہ کے لئے جماعت میں گئے تھے تو آندھرا میں نو لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا، جن میں سے پانچ نے ہمارے ساتھ چلہ بھی لگایا تھا، بس یہ لوگ ہیں اور ان

میں سے میری اہلیہ کو چھوڑ کر سب لوگ خود اسلام یا حق کو تلاش کر رہے تھے۔

سوال : آپ نے کتنے روز پہلے اسلام قبول کیا اور وہ کس طرح؟

جواب : اصل میں، میرا اسلام تو مجھ گندے کو (God Gift) اللہ کی طرف سے بلا طلب عطیہ کے طور پر ملا ہے، نہ تو مجھے حق کی تلاش تھی نہ مجھے اس کا شعور تھا کہ حق تلاش کرنی چاہئے، کہ مذہب سے زیادہ دل چسپی رکھنے والا انسان نہیں تھا، بلکہ ایک بالکل دنیا میں کھویا ہوا عام انسان تھا، وہ بھی بنیا فیملی سے، جس کے لئے دس پیسے کمانا زندگی کا مقصد ہوتا ہے۔ راج کمار گپتا میرا نام تھا کئی کاروبار میں نے امروہہ میں کئے، مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا ایک کے بعد ایک میں نقصان ہوتا گیا، مجھے خیال ہوا کہ مجھے سعودی عرب چلے جانا چاہئے وہاں پر پہلے نوکری کروں گا، پھر کوئی تجارت دیکھ لوں گا، مجھے کسی نے بتایا کہ وہاں تو صرف مسلمان کو جانے دیا جاتا ہے اس کے لئے میں نے ایک جعلی پاسپورٹ چار سو پیسی کر کے شفیق احمد کے نام سے بنوایا اس کے لئے مراد آباد جا کر ختنہ بھی کروائی۔

سوال : ختنہ کرنے والے نے نہیں پوچھا کہ کیوں کرا رہے ہو؟

جواب : ہاں! میں نے یہ کہہ کر ختنہ کروائی کہ مجھے ایک بیماری ہے، جس کا علاج ختنہ بتایا گیا ہے۔ چالیس ہزار روپئے لے کر دہلی گیا، ایک دو "مین پاور" کا کام کرنے والے ایجنٹوں سے ملا، بات بنتی دکھائی نہ دی، جولینا میں ایک دفتر میں بہار کے ایک صاحب بھی اسی کام کے لئے آئے تھے، وہ پہلے عرب جا چکے تھے انھوں نے مشورہ دیا کہ آپ ممبئی چلو، میں کل جا رہا ہوں، وہاں پر آسانی سے کام بن جاتا ہے۔ انھوں نے پانچ ہزار روپئے خود لے کر کام کروانے کا وعدہ کیا، میں ان کے ساتھ ممبئی گیا، ممبئی جہاں وہ رہ رہے تھے، سب مسلمان تھے، میں نماز نہیں پڑھتا تھا تو وہ ٹوکتے، میں اٹھ کر چلا جاتا، دو ایک بار مسجد میں

بھی چلا جاتا۔ اوران کو بچا کر نکل آتا۔ ایک روز جب ایک صاحب نے ذرا زور دیا تو میں نے انھیں دھمکا دیا کہ نماز آدمی اپنے لئے پڑھتا ہے آپ کوئی داروغہ ہیں مجھ سے نماز کو اب کہا تو اچھا نہیں ہوگا، وہ بیچارے اپنا سا منہ لیکر رہ گئے، بہت دیر تک میرا منہ تکتے رہے۔ شاید ایسا سخت جواب کسی مسلمان سے انھوں نے نہ سنا ہو۔ رات کو میں سویا تو ایک خواب دیکھا کہ ایک مسلم محلّہ ہے اور اس کے قریب ایک ہندو محلّہ ہے۔ مسلم محلّہ سے ایک سانڈ بڑا طاقت ور نکلا اور ہندو محلّہ کی طرف آیا، وہاں بہت ساری گائیں ہرا چارا کھا رہی تھیں۔ وہ سب سانڈ کو دیکھ کر رسیاں تڑا کر بھاگ گئیں، ہندو چیخے، مسلمان آگیا اس کو مارو، سب نے اینٹ پتھر اٹھائے ڈنڈے اٹھائے، مگر جو کوئی مارنا چاہتا وہ اس کی طرف سینگ ہلاتا، لوگ ڈر کر بھاگ جاتے، میں نے بھی پتھر اٹھایا مگر دل میں خیال آیا کہ یہ مسلمان ہے اور تو مسلمانوں میں رہتا ہے، تجھے اسے نہیں مارنا چاہئے، مگر یہ بھی خیال ہوا کہ ہندو یہ کہیں گے کہ ہندو ہو کر مسلمان کو نہیں مار رہا ہے۔ اس کشمکش میں آنکھ کھل گئی، آنکھ کھلی تو عجیب بے چینی تھی، عجیب وغریب خواب دل پر جم سا گیا۔ میں قریب کی ایک مسجد کے امام صاحب سے ملنے گیا اور اپنا خواب بتایا، اور یہ بھی بتایا کہ میں ہندو ہوں مگر سعودی عرب جانے کے لئے مسلم نام سے جعلی پاسپورٹ بنوایا ہے۔ یہ مولانا پہلے لدھیانہ میں کام کر چکے تھے۔ حضرت کے تعلق کی وجہ سے دعوتی ذہن رکھتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ سانڈ اسلام اور حق ہے۔ اور گائے ہندو دیوی دیوتا ہیں، حق کے آتے ہی باطل بھاگ جاتا ہے، قرآن پاک کی ایک آیت تھی پڑھی کہ حق آتا ہے باطل جاتا ہے۔

سوال: جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (حق آیا اور باطل زائل ہوا، بلاشبہ باطل تو زائل ہونے کے لئے ہے)

جواب: جی بالکل یہی تھا۔

سوال: اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب: میں نے مولانا سے کہا اگر میں مسلمان ہونا چاہوں تو ہو سکتا ہوں؟ انھوں نے کہا : کیوں نہیں ہو سکتے؟ اور یہ خواب بتا رہا ہے کہ آپ کے لئے ہدایت کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ میں نے کہا: اس کے لئے مجھے کیا کرنا پڑے گا؟ انھوں نے کہا: آپ کو تو بس کلمہ پڑھنا پڑے گا۔ آپ نے نام تو رکھ لیا اور ختنہ بھی ہو گئی ہے۔ میں نے کہا: کلمہ کہاں پڑھوایا جائے گا اور اس میں کتنے پیسے خرچ ہوں گے؟ وہ بولے: میں پڑھواؤں گا اور پیسے کیسے! میں آپ کی دعوت بھی کروں گا۔ میں نے کہا: کچھ ہون وغیرہ نہیں کرنا پڑے گا؟ وہ بولے: اسلام بالکل سستا مذہب ہے۔ یہاں تو کلمہ بھی فری، نماز بھی فری، نکاح بھی فری۔ نہ پوجا میں پرساد، نہ نکاح میں ہون، نہ مرنے میں خرچ۔ میں نے کہا یہ تو بڑا اچھا ہے آپ مجھے کلمہ پڑھوایئے ،انھوں نے کلمہ پڑھوایا، میں نے کلمہ پڑھا ہے نہ، میں نے کہا: جی ہاں۔ بولے: بس ہو گئے مسلمان، اب نہانے کا طریقہ سیکھ لو۔ پھر مجھے نہانے اور پاک رہنے کے کچھ مسائل بتائے اور بولے: نماز سیکھنے کے لئے کچھ وقت جماعت میں لگا دینا میں نماز کو جانے لگا، میرے ساتھ جو بہار کے ساتھی گئے تھے، ان کی ملازمت کا کام تو ہو گیا مگر میں رہ گیا، میں نے ممبئی میں ایک حاجی صاحب کے یہاں نوکری کر لی، وہیں سے ۴۰/روز جماعت میں مولانا صاحب کے مشورہ سے چلا گیا۔

سوال: گھر والوں سے کوئی رابطہ نہیں تھا؟

جواب: رابطہ تھا، میں نے فون پر ان کو بتا دیا، میں مسلمان ہو گیا ہوں، وہ پہلے تو بہت برہم ہوئے لیکن بعد میں انھوں نے ایک مسلمان سے فون کروایا۔ انھوں نے مجھے مسلمان

ہونے پر مبارک باد دی، اور مجھے گھر بلایا، وعدہ کیا کہ میں نے گھر والوں سے بات کر لی ہے۔ وہ راضی ہیں، وہ اب کچھ نہیں کہیں گے، میری ذمہ داری ہے، میں گھر لوٹ گیا، وہ مسلمان کون تھے، مجھے ملے بھی نہیں۔ گھر والوں نے مجھے گھر لے جا کر بند کر لیا اور کسی مسلمان سے ملنے پر پابندی کر دی، میں نے نماز پڑھنے کی ضد کی تو میرے ساتھ بہت زیادتی ہوئی، خاندان والوں نے مجھے کئی بار بے تحاشا مار دی، بی جے پی کے کئی ذمہ دار مجھے سمجھاتے کبھی دھمکاتے، ڈیڑھ سال کے بعد میں موقع لگا کر گھر سے فرار ہو گیا، سہس پور بجنور میں مدرسہ میں داخلہ لے لیا، قرآن مجید اور اردو وغیرہ پڑھی گھر والوں کو نہ جانے کیسے وہاں بھی پتہ چل گیا، وہ مجھے وہاں سے بھی لے گئے اس کے بعد میں پھر بھاگ کر دہلی آ گیا، دہلی میں آ کر پہلے میں نے ملازمت کی، پھر چھوٹا موٹا کاروبار پلاسٹک وغیرہ کا کیا، تین سال میں دو بار میں نے چار مہینے جماعت میں لگائے۔ ہمارا گورکھپور میں وقت بہت اچھا لگا۔ وہاں الحمد للہ نو لوگوں کو اللہ نے میرے ذریعہ ہدایت دی، اور ان میں سے سات لوگوں نے ہمارے ساتھ چالیس دن بھی باری باری لگائے۔ جماعت سے واپس آیا تو مجھے تنہائی کا احساس بہت بڑھ گیا، نہ جانے نفس بھی بہت سرکشی کرنے لگا، مجھے ڈر ہوا کہ میں کسی بڑے گناہ میں نہ پھنس جاؤں۔ میں نے جماعت کے ذمہ داروں اور تعلق والے مسلمانوں سے شادی کی درخواست کی، مگر دو سال تک کوئی شادی کا نظم نہ ہو سکا، میں بہت پریشان ہوا، شیطان نے مجھ پر داؤں چلایا اور میں واپس اپنے گھر چلا گیا۔ گھر والے بہت خوش ہوئے۔ میں نے شادی کا مطالبہ کیا، تو ساتویں روز میری شادی ایک بہت خوب صورت گریجویٹ لڑکی سے ہو گئی جو اگر چہ ذرا غریب گھر کی تھی مگر بہت ذہین تھی۔ شادی کے کچھ ماہ بعد کاروبار کے لئے دہلی آ گیا، مکان کرایہ پر لے کر اہلیہ کو لے آیا، میں نے

بیوی کو دعوت دی، اس نے تین دن کا وقت سوچنے کے لئے مانگا۔ تین دن کے بعد اس نے کہا، آپ جس طرح رکھیں میں رہنے تیار ہوں، میں نے اسے کلمہ پڑھوایا، اور اس کا نام مومنہ رکھا، اس کو امید ہوگئی تو وہ ولادت کے بہانہ گھر چلی گئی۔ بچی پیدا ہوئی، تو وہ دہلی آئی وہ پوجا وغیرہ کرتی تھی، میں نے اسے وعدہ یاد دلایا تو وہ مکر گئی اور بولی کہ باپ دادوں کا دھرم چھوڑ کر میں گوشت کھانے لگوں؟ میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا، تین دن کے بعد میری حالت بگڑ گئی، وہ خوشامد کرتی رہی۔ میں نے کہا اگر تم اسلام میں نہیں آتی ہو تو میں اسی طرح جان دے دوں گا، اس کو میری بگڑتی حالت پر ترس آ گیا وہ تیار ہوگئی۔ میں نے کہا گھر کی ساری مورتیاں اور دیوتاؤں کے کیلنڈر ہٹا کر جمنا میں پھینک کر آؤ تو میں زبان پر کچھ رکھوں گا۔ وہ ساری مورتیاں اور کیلنڈر اتار کر جمنا میں بہا آئی، تو میں نے پانی پیا اور کھانا کھایا، الحمدللہ مستورات کی جماعت میں بھی مشورہ سے وقت لگایا ہے اور اب وہ ایک اچھی مسلمان ہیں اور چاہتی ہیں کہ دعوت کا کام کریں۔ ماشاءاللہ پکی نمازی تہجد گذار ہیں۔ وہ بلا کی ذہین لڑکی اور بہت سلیقہ کی خاتون ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بہت صابر ہے۔ بہت حالات سے ہم گذرتے رہے کبھی اس اللہ کی بندی کے ماتھے کوئی شکن یا زبان پر کوئی شکایت نہ آئی، نہ کبھی کوئی عورتوں کی طرح فرمائش، میں کبھی پریشان ہوتا ہوں تو مجھے تسلی دیتی ہے کہ ایمان کے بعد اور کسی خزانہ کی کیا ضرورت ہے، دنیا تو مسافر خانہ ہے، کسی طرح بھی گذر جائے گی، بس اللہ تعالیٰ خیریت سے اپنے گھر جنت میں لے جائے، اسے جنت کی بہت سی حدیثیں یاد ہیں، جنت کی آیتیں، جنت کی حدیثیں، جنت کی باتیں، جب وہ جنت کی باتیں کرتی ہے ایسا لگتا ہے کہ جنت کو دیکھ کر آئی ہے، اسے خواب بھی جنت کے دکھائی دیتے ہیں، دوزخ کی باتیں اسے بالکل ناپسند ہیں، کبھی جب دوزخ کا ذکر ہوتا ہے

تو کہتی ہمیں اس سے کیا مطلب، یہ تو محروم لوگوں کا ٹھکانہ ہے، ہمارے رب نے تو ہمیں بغیر چاہئے ایمان دیا ہے، وہ کریم بھیک دے کر چھین تو نہیں لے گا۔ یہ تو کریم کی شان سے امید نہیں۔

سوال : اب آئندہ کیا ارادہ ہے؟

جواب : انشاء اللہ دعوت کا کام سیکھ کر کرنے کا ارادہ ہے، حضرت نے فرمایا ہے کہ آپ خاندانی تاجر ہیں گپتا فیملی سے تعلق رکھتے ہیں، اور یہ لوگ تو اپنا ردی مال بھی سونا بتا کر کسٹمر کو بھیڑ دیتے ہیں اور گاہک کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ دعوت تو اصل تجارت ہے، اور مال بھی بالکل کھرا، جینون، اچھی کمپنی کی پرفارمنس ، اچھی گاڑیوں اور مصنوعات پر ویٹنگ چلتی ہے، بس ذرا تاجر سلیقہ کا ہو۔ آپ جب دعوت کا کام کریں گے تو قبول کرنے والے ویٹنگ میں لائن لگائے کھڑے ہوں گے۔ مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ یہ بالکل کھوٹا مال ہے ۔ یہ ست سنگ، وہ ست سنگ، یہ بابا وہ بابا، ان کے پاس بالکل دھوکہ کا چائنیز مال ہے، بلکہ چائنا کے مال میں تو کچھ ہوتا بھی ہے۔ شرک میں تو دھوکہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

قرآن مجید نے کیسی سچی بات کہی ہے يٰاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ (سورہ حج ۷۳)

اے لوگو! ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے، اسے سنو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک مکھی کو پیدا کر نہیں سکتے، گو سب کے سب بھی جمع ہو جائیں، اور اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو اس کو اس سے چھڑا نہیں سکتے، ایسا عابد بھی کمزور اور معبود بھی کمزور۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ o اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ o لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ o (سورعنکبوت:۴۳)

جن لوگوں نے خدا کے سوا اور کارساز تجویز کررکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے، جس نے ایک گھر بنایا، اور کچھ شک نہیں کہ سب گھروں میں زیادہ بودا مکڑی کا گھر ہوتا ہے، کاش وہ جانتے۔

مکڑی کے جالے کو لوگ دھوکہ دے کر بھیڑ رہے ہیں، اور حق کے متلاشی بے چارے دھوکہ کھا رہے ہیں۔ اگر اسلام کے داعی حق کی تجارت کریں تو کوئی اور کمپنی بازار میں دکھائی ہی نہیں دے گی۔ یہ دھوکہ کا مال تو اس لئے چل رہا ہے کہ کھرا مال بازار سے غائب کر دیا گیا ہے۔

سوال: بالکل صحیح فرمایا آپ نے، ارمغان کے قارئین کو آپ کوئی پیغام دیں گے؟

جواب: بس یہ درخواست ہے کہ آپ کھرے مال کا تعارف کرائیں، کھوٹا مال لے کر لوگ دھوکہ کھا رہے ہیں اور زندگی کا سرمایہ لٹا رہے ہیں۔ بس ذرا سا تعارف کا سلیقہ اور اخلاق ہو، گاہک سے خندہ پیشانی سے پیش آئیں، پھر آپ کے علاوہ بازار میں کسی کی دوکان نہیں چلے گی، شرط یہ ہے کہ مال بازار میں لایا بھی جائے، تالا لگا کر گودام میں جالا لگانے سے مال نکلنے والا نہیں۔ کہ جزدان میں لپیٹ کر جالے لگا رکھے ہیں۔ میرے لئے دعا کریں کہ میں بھی مجرم ہوں، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے زبردستی گردن پکڑ کر مجھے کفر و شرک کے دلدل سے نکالا۔ میرے کریم رب اس سال کے ماہ مبارک کو میرے لئے دعوتی فتوحات کا مہینہ بنا دیں۔ اور ہمارا خاندان مدینہ کے مثالی خاندانوں کی طرح داعی خاندان بن جائے۔ آمین

سوال : ماشاء اللہ آپ داعی تو ہیں، ۱۹۔۲۰ رلوگ تو آپ کے ذریعہ ہدایت پاچکے ہیں کہ، یہ خاصی تعداد ہے، ''تیری وجہ سے ایک آدمی کو ہدایت مل جائے نجات کے لئے کافی ہے'' بیس آدمی تو بہت ہیں، اگر پوری زندگی میں بھی کسی کے ذریعہ بیس آدمی ہدایت پا جائیں تو بہت ہیں۔

جواب : یہ معاملہ بھی عجیب ہے، دین نے ہمیں رہنمائی دی ہے کہ دنیا کے سلسلہ میں جو مل گیا اس پر شکر و قناعت اور دین کے سلسلہ میں اور اور کی فکر، مگر ہمارا حال کیسا حماقت کا ہے کہ دنیا کی بے حقیقت چیز کے لئے اور اور کی ہوس۔ اور دین کے سلسلہ میں قناعت، فرض کرو آپ کسی بازار میں دوکان کر رہے ہیں یا کسی بازار میں آپ نے سڑک پر اپنا سامان بیچنے کے لئے عارضی تخت یا ریہڑا وغیرہ لگایا ہے، پوری زندگی میں ایک یا بیس گاہک آجائیں، چاہے گاہک اتنا بڑا ہو کہ پوری زندگی کا خرچ نفع میں مل جائے تو کیا آپ تجارت چلتی سمجھیں گے؟ اور اگر روزانہ ایک گاہک آجائے اور وہ خاطر خواہ مال بھی لے لے تو آپ ہر وقت تجارت کے نہ چلنے کا رونا روئیں گے، زندگی میں دس بیس آدمیوں کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے تو آدمی اپنے کو بڑا داعی سمجھتا ہے روزانہ ایک ہدایت یاب ہو جائے تو ساری دنیا میں چرچا ہو جائے گا۔ نبی ﷺ کا امتی ہر ایک داعی، اسلام کا تاجر ہے، ایک روزانہ کے حساب سے بھی ہدایت ملے تو کیا تجارت چلی؟ میرے ذہن میں تو بس دوکان کی بات آتی ہے، میں تو اپنے کو جب داعی سمجھوں گا کہ لائن لگی رہے، اسلام جاننے اور ماننے والوں کی بھیڑ لگی ہو اور لوگوں کو لائن لگانی پڑے۔

سوال : ماشاء اللہ بہت اچھی سوچ ہے، واقعی یہ تو بہت سوچنے کی بات ہے، ابی کو بتاؤں گا بہت خوش ہوں گے؟

جواب: ابی نے ہی مجھ سے تھوڑی دیر پہلے یہ بات کہی ہے کہ آپ تو لالہ آدمی ہیں، دعوت کو تجارت سمجھ کر محاسبہ کرنا چاہئے۔

سوال: ماشاء اللہ بہت پیاری بات ہے، مجھے بہت فائدہ ہوا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ، اللہ آپ کو بڑا تاجر بنائے۔ السلام علیکم

جواب: وعلیکم السلام، اللہ حافظ

ماخوذ از ماہنامہ ''ارمغان'' اگست ۲۰۱۱ء

۱۰۰ مذاہب کی معلومات اسلام لانے کا سبب بنی
محمد اسعد پٹیل سے ایک ملاقات

اقتباس

میرے اللہ کا کرم ہے جیل میں میرا جانا بڑا کام آیا۔ وہاں فضائل اعمال کی تعلیم ہورہی تھی، حکایت الصحابہ شروع میں چل رہی تھی بس اس نے میری زندگی کو بہت مزے دار بنادیا۔ خصوصاً ایمان کی راہ میں، میں ان مشکلوں کو مشکل سمجھنے کے بجائے اپنی خوش قسمتی سمجھتا تھا اور ظاہری ہر تکلیف اور مصیبت پر دل میں یہ بات آئی کہ چودہ سو سال بعد اس گئے گذرے زمانہ میں میرے اللہ میرے اوپر ان مبارک صحابہ جیسے حالات لائے، تو ان تکلیفوں میں مزا آنے لگتا، اور گھبراہٹ نہیں ہوتی۔

احمد اوّاہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسعد پٹیل: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: جناب اسعد صاحب آپ آج کل کہاں رہ رہے ہیں؟

جواب: مولانا احمد صاحب چار سال سے احمد نگر میں رہ رہا ہوں۔

سوال: اصلاً تو آپ گجرات کے رہنے والے ہیں؟

جواب: جی ہاں میں خاندانی طور پر گجرات سے تعلق رکھتا ہوں۔

سوال : احمد نگر میں آپ اکیلے رہ رہے ہیں؟

جواب : نہیں احمد صاحب! میرے اللہ میرے ساتھ ہیں اور اپنے مالک محبوب پر ایمان کی راہ میں سب کچھ چھوڑ کر خصوصاً بیوی بچوں بلکہ سب سے زیادہ آخری درجہ میں محبت کرنے والے پھول سے بچوں کو چھوڑ کر ہجرت کر کے ان کی یاد کے زخموں کی لذت میرے لئے جینے کا سہارا اور میری زندگی کی محبوب رفیق ہے۔

سوال : آپ نے بیوی بچوں کو چھوڑ دیا ہے؟

جواب : چھوڑنا پڑا، شاید آپ کے علم میں ہوگا کہ میں نے چار سال پہلے اسلام قبول کیا تھا اسلام قبول کر کے میں نے فوراً اعلان کر دیا یعنی اپنی بیوی سسرال اور گھر والوں کو بتا دیا ،وہ لوگ بے حد برہم ہوگئے۔ میری بیوی گھر چلی گئی ،اس نے میرے خلاف مقدمہ کر دیا۔

سوال : اسلام قبول کرنا کوئی جرم تو نہیں پھر یہ تو ملک کے ہر شہری کا بنیادی حق ہے پھر انھوں نے کیوں مقدمہ کر دیا؟

جواب : مقدمہ اسلام قبول کرنے کے لئے نہیں کیا، بلکہ اسلام قبول کرنے کے جرم میں، جہیز کے لئے ستانے کا جھوٹا مقدمہ کر دیا بڑی رقم پولیس کو رشوت میں دی گئی اور مجھے جیل میں بند کر دیا گیا، گھر والوں نے بھی میری مدد نہیں کی، بلکہ سسرال والوں کا ساتھ دیا۔ چھ مہینہ تک میری ضمانت کرانے والا کوئی نہیں تھا۔ چھ ماہ بعد میرے ایک دوست کو معلوم ہوا اس نے کوشش کر کے ضمانت کرائی۔

سوال : کیا جیل میں لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپ مسلمان ہو گئے ہیں؟

جواب : جیل میں دو مولانا بھی ہمارے ساتھ تھے، اللہ کا شکر ہے، یہ وقت میرے لئے بڑا مبارک رہا میں نے جیل میں نماز یاد کی، قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ اردو لکھنا پڑھنا

سیکھی، اور الحمدللہ میں نے جیل ہی میں داڑھی بھی رکھ لی، ضمانت ہوئی تو میں باہر آ گیا، جیل سے باہر آنے کے بعد اسلام مخالف ماحول میں میرے لئے جیل سے زیادہ مشکلیں آئیں اور میرے لئے اسلام کو سیکھنے اور آگے بڑھنے میں بھی رکاوٹ ہوئی، میں سوچتا تھا کہ اس دوست نے میری ضمانت کرا کے اچھا نہیں کیا۔

سوال: جیل کے باہر آ کر کس کی طرف سے پریشانیاں آئیں؟

جواب: پورے سماج کی، خصوصاً سسرال والوں کی طرف سے میرے برادران لا (برادر نسبتی) کے کئی دوست کرمنل جرائم پیشہ ہیں، جو بہت سے قتل بھی کر چکے ہیں۔ ایک روز مجھے گاڑی میں ڈال کر ندی کے کنارے جنگل میں لے گئے مجھ سے کہا تجھے معلوم ہے کہ ہم یہاں تجھے قتل کر کے تین ٹکڑے کر کے زمین میں دبانے کے لئے لائے ہیں، تینوں نے ریوالور نکال لی، میرے اللہ نے دل میں ڈالا، مر تو رہا ہوں، اللہ کے بندوں سے اللہ کی بات کرتے ہوئے۔ یعنی دعوت دیتے ہوئے مرنا اچھا ہے، میں نے کہا میں تمھارے قبضہ میں ہوں، جس طرح چاہو سلوک کر سکتے ہو، مگر میری ایک بات ذرا غور سے سن لو مرتے مرتے کہنے والے کی بات تو سبھی سن لیتے ہیں، میں اپنی جان بچانے کے لئے نہیں بلکہ تم لوگوں کی جان بچانے کے لئے بات کرنا چاہتا ہوں، تمھیں معلوم ہے کہ میرے سسرال والے اور میرے گھر والے میرے کیوں دشمن ہوئے ہیں؟ آپ کا وشواس (یقین) بھی یہ ہی ہوگا کہ اس پوری سرشٹی، برہمانڈ (یعنی کائنات) کا بنانے والا اور چلانے والا صرف ایک اکیلا مالک ہے۔ اس مالک نے اپنی زمین میں رہنے والے بندوں کو زندگی گذارنے کے لئے ایک قانون طے کیا ہے، جس کو ماننا خود بندوں کے لئے ضروری ہے، اس قانون کا نام اسلام ہے۔ اس اکیلے مالک کے علاوہ کسی کا کوئی بس نہیں چلتا۔ شیطان نے انسان

کو ذلیل کرنے کیلئے اس مالک کو چھوڑ کر اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے دیوی دیوتاؤں ،جانوروں کی پوجا کے لئے انسان کو بھٹکایا، جو مورتی نہ بول سکے، نہ سن سکے، وہ ہماری کیا مدد کرسکتی ہے۔ اللہ کی زمین پر میں نے اس اکیلے کو خدا اور بھگوان ماننے کا اعلان اور اقرار کیا ہے۔ آپ میرے بھائی ہو آپ کی میری کوئی ذاتی دشمنی ہے نہ میں نے آپ کو بری نگاہ سے دیکھا، نہ ایک بول آپ سے کہا، بھارت میں رہ کر اگر بھارت سرکار کی اور بھارت کے پرائم منسٹر من موہن سنگھ کی بات کرنا کوئی جرم کی بات ہے؟ بس میرا جرم یہ ہے کہ میں اللہ کی زمین پر اللہ کی خدائی کی بات کرتا ہوں آپ کا بھی خدا صرف وہ اکیلا ہے اور یہ زمین صرف اس اکیلے کی ہے اور یہ ہاتھ جن سے آپ مجھ پر گولی چلائیں گے اس مالک کے بنائے ہوئے ہیں اور آپ کو صرف اس جرم میں میرا مرڈر (قتل) کرنے کے لئے لگایا گیا ہے۔ آپ کو بھی ایک دن مرنا ہے۔ مرنے کے بعد اس اکیلے مالک کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے پھر وہاں آپ کو میرے قتل کیس کا سامنا کرنا ہے۔ اگر آپ نے اسلام اور ایمان قبول نہ کیا تو پھر بغاوت کا مقدمہ بھی آپ پر ہوگا۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر اسلام قبول نہیں کیا تھا، مگر میں اب موت کے وقت تم لوگوں سے یہ حقیقت بتا رہا ہوں، کہ جب میں نے در در کی پوجا سے توبہ کر کے اسلام کا کلمہ پڑھا تھا، تو میں نے یہ محسوس کیا کہ کانٹوں کے ایک جال اور بندھن میں میرا دل، میرا دماغ، میری آتما (روح) بندھی ہوئی تھی، اور مجھے کسی نے آزاد کرادیا، میری نس نس سے سوئیاں اور کانٹوں کا بندھن نکال کر مجھے کسی نے آزاد کھلی ہوا میں چھوڑ دیا۔ آپ کو یقین نہ آئے تو تجربہ کر کے دیکھ لینا، یہ بات میں اپنی جان بچانے کے لئے نہیں تمھاری جان بچانے کے لئے کہہ رہا ہوں۔ کہ کسی انسان کو اس لئے مارنا کیسا ہے کہ وہ اللہ کی زمین میں اللہ کو اللہ کہتا ہے، بس میری آخری آرزو اور وصیت

تم لوگوں سے بہت ہی خیر خواہی کی یہ ہے کہ تم لوگ اگر مجھے گولی مارو تو اور نہ مارو پھر بھی کسی سے منگا کر مولانا کلیم صدیقی کی کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' ضرور پڑھ لینا ،ان میں سے ایک بولا، وہ کتاب کہاں ملتی ہے، میں نے احمد آباد الفضل مدرسہ کا پتہ دیا، کہ وہاں پر مفتی یحییٰ رہتے ہیں، ان سے منگا لینا۔

سوال : ایسے خطرناک وقت میں آپ ایسے ہوش میں رہے؟

جواب : میرے اللہ کا کرم ہے، جیل میں میرا جانا بڑا کام آیا۔ وہاں فضائل اعمال کی تعلیم ہو رہی تھی، حکایت الصحابہ شروع میں چل رہی تھی، بس اس نے میری زندگی کو بہت مزے دار بنا دیا۔ خصوصاً ایمان کی راہ میں، میں ان مشکلوں کو مشکل سمجھنے کے بجائے اپنی خوش قسمتی سمجھتا تھا اور ظاہری ہر تکلیف اور مصیبت پر دل میں یہ بات آئی کہ چودہ سو سال بعد اس گئے گذرے زمانہ میں میرے اللہ میرے اوپر ان مبارک صحابہ جیسے حالات لائے تو ان تکلیفوں میں مزا آنے لگتا، اور گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ واقعی اگر میں نے ''حکایات صحابہ'' نہ پڑھی ہوتی تو شاید میں ہمت ہار دیتا، اور ہو سکتا ہے کہ خدا کرے (جھرجھری لیتے ہوئے) میں شاید واپس کفر میں جا کر دوزخ کی طرف لوٹ جاتا، میرے مالک کا کرم ہے کہ میرے لئے کیسا اچھا انتظام کیا، سسرال والوں نے جیل بھیج دیا، اور وہاں میرا دل و دماغ ہر حال کو برداشت کرنے کے لئے تیار کر دیا۔

سوال : پھر کیا ہوا، آپ کو انھوں نے گولی نہیں ماری؟

جواب : وہ مجھے ایسے ہی ندی کے کنارے چھوڑ کر جیپ لے کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئے، مجھے خیال آیا شاید اب قتل کریں گے، انھوں نے مجھے گاڑی میں بیٹھنے کے لئے کہا اور قریب کے قصبے میں مجھے لے گئے اور بولے ہم لوگ تو احمد آباد نہیں آ سکتے، ہم

تمہیں چھوڑ رہے ہیں، مگر وعدہ کرو کہ وہ کتاب جو تم بتا رہے ہو پہنچاؤ گے، میں نے کہا: کہاں پہنچاؤں گا؟ بولے گاندھی نگر اگلے سنڈے کو فلاں چوراہے پر دس بجے ہمارا ایک ساتھی ملے گا اس کو دے دینا۔

سوال : حیرت ہے انھیں یہ خیال نہیں رہا کہ اگر تم نے پولس میں شکایت لگادی تو؟

جواب : اس وقت اصل میں ماحول ہی دوسرا تھا، وہ لوگ اس دنیا کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں چلے گئے تھے، وہاں رہنے والوں کی سوچ دوسری ہو جاتی ہے۔

سوال : پھر آپ نے کتاب پہنچائی یا نہیں؟ اور آپ واپس کہاں گئے؟

جواب : میں احمد آباد جا کر تین روز کی جماعت میں چلا گیا اور میں نے اتوار کے روز ''آپ کی امانت'' لے کر گاندھی نگر اس چوراہے کا رخ کیا، اس جگہ پر ایک چوتھا آدمی ملا مجھے داڑھی میں کتاب لئے دیکھ کر بولا میرے ساتھی گلی میں گاڑی میں ہیں، وہ تمہیں بلا رہے ہیں، میں گیا تو تین وہ لوگ تھے دو اور لوگ تھے، کل ملا کر چھ لوگ تھے، بہت محبت سے ایسے ملے جیسے کوئی بچھڑا رشتہ دار ملتا ہے۔

مجھے خیال ہوا کہ حضرت نے دارالقرآن احمد آباد میں تقریر کی تھی کہ دشمنی کو دوستی میں بدلنے کا واحد نسخہ قرآن نے دعوت بتایا ہے۔ میں آج تک سوچتا ہوں یہ وہی لوگ ہیں جو چار روز پہلے مجھے قتل کرنے کے لئے ندی کے کنارے لے گئے تھے، آج یہ مجھ سے گلے مل رہے ہیں۔ اس وقت میں نے باقاعدہ دعوت یا ان لوگوں کی خیر خواہی میں دعوت نہیں دی تھی، بس اس خیال سے بات کی تھی کہ اب مر رہا ہوں تو اللہ کی زمین پر اللہ کی بات کرتے کرتے اور دعوت دیتے دیتے موت آئے، شاید نجات کا ذریعہ بن جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسے وقت میں جب سب اپنے دشمن ہو گئے یہ اس طرح مل رہے ہیں جس

طرح بچھڑے رشتہ دار ملتے ہیں، گاڑی میں جوس اور کچھ کیلے تھے۔ مجھے کیلے کھلائے اور جوس پلایا، میں نے کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' اور ''اسلام کیا ہے؟'' اور ''میری نماز'' تین سیٹ لے رکھے تھے، ان کو دیئے وہ بولے یہ کتاب تو ہم پڑھ لیں گے وہ بات جو آپ اس روز کہہ رہے تھے، دوبارہ بتاؤ، اور اسلام کی کچھ اور بات بتاؤ ہمارے ساتھی بھی سننا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو پہلے اپنے اسلام قبول کرنے کی کارگذاری سنائی۔

سوال: وہ کیا تھی، وہی تو اصل میں آپ کو سنانی ہے، ذرا سنائیں، آپ نے کیا کارگذاری سنائی؟

جواب: میں نے بتایا کہ میں گجرات کے پٹیل خاندان کا فرد ہوں احمد آباد سے لگتا ہوا ہمارا ضلع ہے۔ میری اسپیر پارٹس کی دوکان ہے۔ خاندانی طور پر بہت سخت ہندو ہمارا پریوار (خاندان) ہے، سیاسی طور پر بی جے پی سے جڑا ہوا ایکٹیو گھرانہ ہے، میرے ایک ماموں گجرات کے سی ایم کے بہت قریبی تعلق والے دو بار ایم ایل اے رہ چکے ہیں، اور اب بھی ایم ایل اے ہیں۔ میرے اسٹور کے برابر میں ایک مسلمان جاوید صاحب کا میڈیکل اسٹور ہے، خالی وقت میں اسلام اور ہندو مذہب پر ہم دونوں کی بات ہوتی رہتی تھی۔ مجھے اس خیال سے کہ ہر جگہ کچھ باتیں اچھی ہوتی ہیں اور سماج میں رہتے ہیں تو سب کی باتیں اور سب کے دھرم یعنی مذاہب کے بارے میں معلومات ہونی چاہئے، ان سے باتیں بھی کرتا اور کچھ ان سے اسلام پر پڑھنے کے لئے بھی مانگتا، انھوں نے مجھے کچھ کتابیں بتادیں اور وعدہ کرتے رہے کہ آپ کو قرآن مجید لاکر دوں گا۔

میری خوش قسمتی تھی کہ اچانک ہمارے یہاں دہلی سے ایک جماعت دعوتی ٹریننگ دینے کے لئے آئی، ٹریننگ کے لئے ایک ہفتہ کا کیمپ لگنا تھا۔ اس کیمپ کا اُدگھاٹن

(افتتاح) کرنے کے لئے مولانا کلیم صدیقی صاحب جن کی کتاب ''آپ کی امانت'' ہے وہ آئے ہوئے تھے، صبح جیسے ہی مولانا صاحب اسٹیشن سے آئے جاوید صاحب نے مجھ سے کہا آپ کل اسٹور پر جلدی آجانا، ایک مولانا صاحب جو اسلام کے بارے میں بہت جانتے ہیں وہ ہمارے یہاں مدرسہ میں آرہے ہیں، ان سے ملنے چلیں گے، جیسے ہی مولانا صاحب کار سے اترے، جاوید صاحب نے مجھے آواز دی، پرنسپل صاحب چلئے بعد میں بھیڑ ہوجائے گی۔شروع میں مل لیتے ہیں۔وہ مجھے لے کر مدرسہ کے گیسٹ ہاؤس میں لے گئے اور مولانا صاحب سے کہا، یہ پرنسپل صاحب میرے پڑوسی ہیں، اسلام جاننے میں بڑی دل چسپی رکھتے ہیں، آپ ان کو اسلام کے بارے میں بتائیں۔مدرسہ کا سارا اسٹاف گیسٹ ہاؤس میں تھا، مولانا پہلے تو اپنے ساتھیوں کو جو جماعت پہلے آگئی تھی تلاش کرتے رہے، مگر معلوم ہوا وہ بہت دور ٹھہری ہوئی ہے۔مولانا صاحب نے کہا پھر کسی دوسرے کمرے میں جاکر الگ بات کریں گے، لوگوں نے کہا آپ یہاں رکیں ہم سب یہاں سے چلے جاتے ہیں، تو لوگ چلے گئے۔

مولانا صاحب نے کہا قانون کا جاننا بھی ضروری ہے، مگر جاننے سے زیادہ ماننا ضروری ہے، جس دیش میں آدمی رہے وہاں کے حاکم اور وہاں کے قانون (سنودھان) کو نہ مانے وہ باغی اور غدار ہے۔اس کو دیش میں رہنے کا، وہاں کی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں ہے۔باغی اور غدار کی تو بھلائی بھی دیش کے لئے قبول نہیں کی جاتی، یہ پوری کائنات، اس کا مالک اور حاکم ایک اللہ ہے اور اس کا فائنل قانون ایڈیشن قرآن مجید ہے، جو اللہ کو اس کے قانون قرآن کو، اس کے بھیجے ہوئے آخری رسول ﷺ کے بتائے طریقہ کو نہ مانے وہ باغی اور غدار ہے، اسے اللہ کی کائنات میں رہنے کا حق نہیں، اور مرنے

کے کے بعد اس کی نجات (مکتی) ناممکن ہے۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ سمجھنے اور جاننے کی موت فرصت دے نہ دے، کون سی سانس آخری ہو یہ معلوم نہیں، اس لئے اگلا سانس لینے سے پہلے کلمہ پڑھ کر ایمان لانے اور قانون کو ماننے کا حلف لینا ضروری ہے۔ اسی کو کلمہ کہتے ہیں۔ مولانا نے کہا: دو لائن میں پڑھواتا ہوں آپ سچے دل سے مسلمان ہونے کے لئے پڑھ لیجئے،، پھر زندگی پڑی ہے جاننے اور سمجھنے کے لئے۔ مولانا صاحب کہتے ہیں کہ مجھے دعوت کی الف با نہیں آتی، میں دیر تک تلاش کرتا رہا کہ کوئی دعوت کی بات کرنے جاننے والا داعی مل جائے، جب کوئی نہیں ملا تو مجبوراً بات کرنی پڑی اور پڑتی ہے، مولانا صاحب نے مجھے کلمہ پڑھوایا اور میرا نام مجھے تیار کر کے محمد اسعد پٹیل رکھا، مدرسہ والوں کو بلا لیا، ناشتہ لگایا گیا، ساتھ بٹھا کر ناشتہ کرایا اور مولانا صاحب نے ''مجھے آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' دی، اس کے آخری صفحہ میں کچھ صبح وشام یا ہادی یا رحیم وغیرہ پڑھنے کے لئے اور کچھ کتابوں کے نام لکھ کر دیئے، میں نے مولانا صاحب سے کہا وہ کلمہ جو آپ نے مجھے پڑھوایا ہے وہ بھی اس کتاب میں ہے؟ مولانا صاحب نے کتاب کھول کر دکھائی کہ یہ وہ کلمہ ہے جو آپ نے پڑھا ہے۔

<u>میں نے مولانا صاحب سے کہا، اس کلمہ کو پڑھ کر میرا عجیب حال ہوا، حضرت صاحب مجھے ایسا لگا کہ میری نس نس، دل، دماغ اور آتما (روح) ایک کانٹوں کے جال اور بندھن میں بندھی ہوئی تھی، کلمہ پڑھ کر ایسا لگا کہ جیسے مجھے کانٹوں بھرے جال سے بالکل آزاد کر دیا ہو، میں بالکل کھلی اور آزاد ہوا میں پہنچ گیا ہوں۔</u>

مولانا احمد صاحب واقعی مجھے احساس ہوتا ہے کہ ساری دنیا کے شرک اور کفر میں پھنسے لوگ کس طرح بندھے ہوئے ہیں۔ کاش ہم ان سب کو آزاد کر سکتے، میں نے ان

لوگوں سے بھی کہا کہ میں چھ ماہ سے زیادہ جیل میں رہ کر آیا ہوں جیل سے آزاد ہو کر مجھ پر جو مشکلیں آئیں تو سوچتا ہوں کہ میں جیل میں ہی اچھا تھا، مگر کوئی عمر قید کاٹ کر آنے والا جیل سے چھوٹ کر اپنے آپ کو اتنا آزاد محسوس نہیں کرے گا۔ جتنا کفر و شرک کی قید اور جال سے کلمہ پڑھ کر آزاد ہونے والا۔

اپنی کارگذاری بتا کر میں نے ان لوگوں سے اسلام اور اپنے رسول ﷺ کے بارے میں کچھ باتیں کیں۔ انھوں تے میرا نمبر لیا اور کتابیں لے کر چلے گئے، ایک ہفتہ کے بعد میرے پاس ان میں سے ایک صاحب کا فون آیا وہ ملنا چاہتے ہیں۔ وہ ملنے کے لئے آئے، مدینہ مسجد جہاں میں رہتا تھا ملاقات ہوئی، چار لوگ تھے، دو نہیں آئے تھے، الحمد للہ تھوڑی دیر بات کرنے کے بعد ان لوگوں نے کلمہ پڑھ لیا اور مجھ سے وعدہ کیا کہ ہم تمھارا ساتھ دیں گے۔

سوال : مقدمہ قائم ہو گیا تھا تو وہ چلا ہوگا؟

جواب : جی! وہ تو چلتا رہا، ایک بعد ایک حملے، میری سسرال والے کرتے رہیں اور میں نے بعض خیر خواہوں کے مشورہ سے احمد نگر ایک مسلم دوست کے ساتھ جانا مناسب سمجھا، اسٹور بند کر دیا، ان نئے بھائیوں نے میری بہت مدد کی، آخر میں طلاق پر سمجھوتہ ہوا، ہندو لاء کے مطابق تینوں بچے، گھر اور دس لاکھ روپیے دینا طے ہوا

سوال : بچے آپ سے زیادہ محبت کرتے ہیں، یا ماں سے؟

جواب : بچے اصل میں تینوں مجھ سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں، ماں ذرا سخت نیچر کی ہے، مگر ان کے گھر والوں نے ذرا دھمکا کر انھیں اس پر مجبور کیا کہ وہ عدالت میں ماں کے ساتھ رہنے کی بات کہیں، انھوں نے ایسا ہی کیا، پچھلے سال ۲۶ر ستمبر کو فیصلہ کی تاریخ

تھی۔ حضرت سفر پر آئے تو میں ساتھ تھا، حضرت نے ہی مجھے کلمہ پڑھوایا تھا، اس کے بعد ملاقات نہیں ہوئی تھی، میں نے سفر میں ساتھ رہنے کی درخواست کی، دو روز تک ساتھ رہا۔ حضرت نے حالات معلوم کئے تو بتایا کہ الحمدللہ سب کو چھوڑ دیا ہے، اگلے ہفتہ فائنل تاریخ ہے دن تو اب کاروبار کی مشغولی میں گذر جاتا ہے، رات آتی ہے تو گھر کی تنہائی ابتدا میں بہت شاق گذرتی ہے، دوسرے تیسرے روز بچوں کے فون آتے رہتے ہیں، میں نے حضرت سے کہا جب بے برداشت ہو جاتا ہوں تو اپنے اللہ کے سامنے رونے لگتا ہوں، حضرت میری باتیں سن کر رونے لگے، تو پھر میں نے ذرا رخ موڑا۔ ۲۳ رستمبر کو اتفاق سے ایک پروگرام سے رات کو واپس آرہے تھے، رات کے بارہ بجے تھے، میری بڑی بچی ارونا کا فون آیا، میں حضرت کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھا تھا، میں لوگوں سے ذرا بچ کر اس کو فون سننے کے لئے بات کر رہا تھا، مجھے خیال نہیں رہا کہ اگلی سیٹ پر حضرت بیٹھے ہیں اور حضرت نے پوری بات سنی، میری بچی بلک بلک کر رو رہی تھی۔ پاپا پرسوں ۲۶ تاریخ ہے تو آپ ہم سے بالکل چھوٹ جائیں گے، میں نے دو روز سے کھانا نہیں کھایا، رات بھر نیند نہیں آتی، آج بھی نیند نہیں آرہی ہے، میں نے بہت برداشت کر کے اس کو تسلی دی، بیٹا! اپنی ممی سے بات کر لیا کرو اور فون پر تو مجھ سے بھی بات کر سکتی ہو، وہ بولی، اب نہ جانے کب ملنا ہو، مجھ سے بھی نہیں رہا گیا، مجھے ایسا لگا کہ حضرت بھی سسکیاں لے رہے ہیں۔

سوال : ہاں ہاں ابی بہت ذکر کرتے ہیں، ابی کہتے ہیں انسان سماجی حیوان ہے اور بچوں کے ساتھ اللہ نے کلیجہ کو لگا رکھا ہے، ذرا سا بچہ بیمار ہو جائے، بخار ہو جائے تو کیسا کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ پھول سے محبت کرنے والے بچوں، خاندان، بیوی، گھر بار سب کو چھوڑنا ایک اللہ کے لئے کیسی بڑی قربانی ہے۔ ابی کہتے ہیں کئی روز تک میری نیند اڑی

رہی اور دعا کرتا رہا کہ مولائے کریم ان آپ کی محبت میں قربانی کرنے والوں کے صدقے ہمیں بھی ایمان کا کوئی شمہ عطا فرمادیں، ابی بتاتے تھے کہ جب ذرا دیر کے لئے آنکھ لگی تو آپ کی برکت سے بہت اچھا خواب بھی دیکھا۔ اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

جواب: کبھی جب دل بہت ٹوٹتا ہے تو پھر اللہ کے حضور رونے میں جو مزا آتا ہے تو سب بھلا دیتا ہے کہ کیا گذر رہی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ بس زندگی بھر اکیلا رہوں، ورنہ یہ رونے اور اس سے فریاد کرنے کا مزا نہ ملے، لیکن اس بار حضرت نے بہت اصرار سے مجھے حکم دیا کہ میں فیملی سیٹ کروں۔ میں نے کہا کوشش کروں گا، اس بار حضرت نے مجھے ''نسیم ہدایت کے جھونکے'' (ہندی) پڑھنے کو کہا خاص طور پر عبداللہ (گنگا رام چوپڑا) اور زینب چوہان کا واقعہ پڑھنے کے لئے کہا تھا، مجھے بھی پڑھ کر لگا کہ میری ہی غلطی ہے۔ اگر میں اپنے اللہ سے بچوں اور بیوی کو ایمان کے ساتھ مانگتا تو ضرور دیدیتے۔ اس بار رمضان کا میرا نشانہ بس یہی ہے کہ میں اپنے اللہ سے اپنے بیوی بچوں کو مانگوں گا۔ اب جس طرح تنہائی میں میرے اللہ سے سرگوشی ہوتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ بالکل قریب ہے کہ ضرور میرے اللہ میری سن لیں گے، تو انشاء اللہ ضرور میرے بیوی بچوں کو میرے ساتھ بھیج دیں گے۔ پھر مجھے نئے سرے سے گھر نہیں بسانا پڑے گا۔

سوال: خدا کرے ایسا ہو، اور انشاء اللہ ضرور ہوگا۔ قارئین ارمغان کے لئے کچھ فرمائیں؟

جواب: میں کیا عرض کروں، بس اتنا عرض ہے کہ شرک اور کفر اور کروڑوں دیوی دیوتاؤں کی پوجا میں کانٹوں کے جال میں پھنسی انسانیت پر ترس کھا کر اس کو آزاد کرنے کی کوشش ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ اسے ادا کرنا چاہئے، بس میری یہی فریاد ہے کہ میرے

گھر والوں کے لئے دعا کریں۔

سوال : بہت بہت شکریہ، جزاک اللہ خیر الجزاء۔ خدا کرے اگلی ملاقات میں آپ گھر والوں کی خوش خبری کے ساتھ ملیں؟

جواب : آمین۔ اللہ تعالیٰ تمھاری زبان مبارک فرمائے۔

نوٹ الحمدللہ فون پر اطلاع ملی ہے کہ ۱۷ر رمضان کو غزوہ بدر کے دن محمد اسعد پٹیل کی اہلیہ اور تینوں بچے مشرف با سلام ہو کر ان کے یہاں آگئے ہیں۔ اللہ نے شاید اسعد صاحب کی دعا قبول فرمالی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَ ھُمْ مِنَ النَّارِ

ماخوذ از ماہنامہ ''ارمغان'' ستمبر ۲۰۱۱ء

(۱۰۱) قرآن نے ہدایت کی پیاس بجھائی

ڈاکٹر محمد یوسف (سنیل کمار) سے ایک ملاقات

اقتباس

میرے پاس امریکہ کی شہریت تھی، اس لئے برازیل کی شہریت لینے کے لئے مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی، اصل میں امریکہ کے شہری کو برازیل کی شہریت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تو اپنے دل کو پکارنے کے لئے امریکہ کی شہریت ختم کی ہے، اصل میں حضرت نے مجھ سے فرمایا تھا کہ آدمی کو کسی جگہ پر کچھ کام کرنا ہو تو اپنی قبر کی جگہ طے کرنی چاہئے، گو کہ آدمی کس جگہ مرے گا یہ کسی کو معلوم نہیں، مگر اپنی طرف سے طے کرنے سے نیت پختہ اور عزم و فیصلے میں قوت آتی ہے اور دنیا میں لوگوں نے فیصلے اور عزم کی پختگی سے تاریخ بنائی اور بدلی ہے۔

احمد اواہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ڈاکٹر محمد یوسف: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: ڈاکٹر صاحب آپ ہندوستان کب آئے؟

جواب: میری پیدائش ہندوستان کی ہی ہے۔

سوال: جی ہاں یہ تو معلوم ہے، اب تو آپ برازیل سے آئے ہوئے ہیں؟

جواب: جی ہاں میں اب برازیل کے پاسپورٹ پر ہندوستان آیا ہوں ابھی میری

ہندوستان کی شہریت ختم نہیں ہوئی ہے۔ مجھے اب برازیل سے آئے تیسرا مہینہ چل رہا ہے ۳۰؍ جولائی کو شعبان میں شکاگو آیا تھا وہاں سے ۹؍ جولائی کو دہلی آیا اگلے ہفتہ ۲۸؍ ستمبر کو میری واپسی ہے۔

سوال : ہندوستان میں آپ کی پیدائش کہاں ہوئی اور خاندان میں کون کون لوگ ہیں؟

جواب : ہمارا خاندان اصل میں تو بریلی یوپی کا ہے، مگر ہمارے دادا ملازمت کے سلسلہ میں آندھرا چلے گئے تھے، بعد میں وہ بیڑی کا کاروبار کرنے لگے، کچھ زمانہ تک انہوں نے پتے کے کھیت وغیرہ کا کاروبار کیا۔ بعد میں کچھ کاروبار بڑھ گیا تو بیڑی بنوا کردہ کارخانے والوں کو سپلائی کرنے لگے، ایک بار انہوں نے اپنی بیڑی بنانی شروع کی، مگر وہ حادثے کا شکار ہوگئی، میرا ایک بڑا بھائی اور ایک بہن ہے ہمارے ایک چاچا اور ایک بوا ان دونوں کے دو دو بچے ہیں جو وجے واڑہ کے علاقے میں رہتے ہیں۔

سوال : آپ کی تعلیم کہاں ہوئی؟

جواب : میری ابتدائی تعلیم ایک انگریزی میڈیم چھوٹے سے اسکول میں ہوئی بچپن سے ذہین تھا اللہ کے فضل سے پانچویں کلاس تک ہر کلاس میں پوزیشن آتی رہی، میرا داخلہ علاقے کے بہت مشہور اسکول سینٹ میری پبلک اسکول میں چھٹی کلاس میں ہوگیا وہیں سے میں نے بارہویں کلاس اچھے نمبروں سے پاس کی، اس کے بعد سینٹ جوزف کالج میں گریجویشن کیا اور پوسٹ گریجویشن اور وہیں سے مشن کے خرچ پر شکاگو امریکہ چلا گیا، جہاں سے سماجیات (سوشیالوجی) میں ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی کیا۔

سوال : آپ کا خاندان تو ہندو خاندان ہے؟

جواب : جی ہاں میرا پرانا نام سنیل کمار کشیپ تھا۔ میری ذہانت سے متاثر ہوکر مجھے مشن

نے بہت سراہا، سینٹ میری اسکول کی چرچ میں ایک فادر بنجامن پرتاپ مسیح تھے، وہ بھی یوپی بنارس کے رہنے والے تھے۔ جو خود بھی پہلے کسی ہندو پسماندہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے مجھے اپنا بیٹا بنالیا تھا، مجھے پہلے مشن نے اسکالرشپ دی، پھر مجھے مشن کا رضا کار ممبر بنالیا تھا، میرا ارادہ پہلے ڈاکٹر بننے کا تھا، مگر انھوں نے میرا رخ موڑا کہ جسم کے علاج کے بجائے روح کے ڈاکٹر بنو اور مذہبی قیادت کرو۔ بارہویں کلاس میں میں نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا اور ایم۔اے میں مجھے فادر کا مذہبی اعزاز ملا جو مجھے معمول سے بہت کم عمر میں ملا۔ مجھے ایک اچھی چرچ کا ذمہ دار بنا دیا گیا، بعد میں مشن کی طرف سے مجھے تعلیم کے لئے امریکہ بلایا گیا، دوران تعلیم مجھے ایک گاڑی بھی ایک مشن کے اچھے پروگرام کے انعام میں گفٹ کی گئی اور بھی مجھے بہت سے اعزازی سرٹیفکیٹ دیے گئے۔

سوال : آپ کے گھر والوں کو اس پر کچھ اعتراض نہیں ہوا؟

جواب : میرے مستقبل کی ترقی اور اعلیٰ تعلیمی کفالت کی وجہ سے انہیں کوئی پریشانی نہیں تھی۔

سوال : امریکہ میں آپ کی مصروفیات کیا کیا رہیں؟

جواب : میں نے امریکہ میں جا کر دیکھا کچھ خاص لوگوں کے علاوہ جن کا پروفیشن مذہب اور مشن ہے۔ عام لوگوں کو مذہب سے دلچسپی نہیں ہے، روز چرچیں فروخت ہو کر کاروباری سنٹر اور مسجدیں بن رہی ہیں۔ مجھے پی۔ایچ۔ڈی کرنے کے دوران اپنی تحقیق میں باقاعدہ ایک نشانہ دیا تھا کہ مجھے عرب ملکوں میں عیسائی مشن کا کام کرنا ہے، بلکہ میرے تین سفر بھی عرب ملکوں کے کرائے گئے تھے، مگر جیسے جیسے عیسائی مذہبی دنیا سے واقف ہوتا گیا تو میں نے دیکھا کہ پورا مشن صرف امریکہ کے سیاسی نشانوں کے حاصل کرنے کے مقصد کے تحت کام کرتا ہے۔ اللہ کو یا یسوع کو راضی کرنے کی اسپرٹ مجھے

دکھائی نہیں دیتی تھی۔باوجود اس کے اس نظام میں حد درجہ قربانی، ایثار اور خدمت تربیت دی جاتی تھی، اس سوچ کے احساس سے میرا دل عیسایت کی طرف سے سرد پڑ گیا، مجھے زبانیں سیکھنے کا بڑا شوق تھا، یوں بھی مجھے عربی زبان سیکھنی تھی۔اس کے لئے میں نے ایک پاکستانی ساتھی سے اردو سیکھی، بعد میں عربی کے ایک عرب انسٹی ٹیوٹ میں داخلہ لیا، اس دوران مجھے اسلامی تاریخ پڑھنے کا موقع ملا، میرے ایک پاکستانی دوست نے جن پر میں مشن کے لئے کام کر رہا تھا، مجھے ایک کتاب ”خلافت راشدہ“ لاکر دی، اس کتاب نے میری زندگی اور میری سوچ میں بھونچال برپا کیا۔میں نے جس ٹریک پر اپنی زندگی کی گاڑی کو ڈالا تھا کہ میں جسم کا ڈاکٹر نہ بن کر روح کا ڈاکٹر بنوں، اس پوری قیادت کی سوچ ہی میری تحقیق میں روح کو بیمار کرنے کی تھی۔یعنی سارے مشن کا سوچ ہی امریکہ کے سیاسی نشانوں کو پورا کرنے کے لئے، خدمت کی شعبدہ بازی تھی۔اپنی زندگی کی پیاس بجھانے کے لئے جس پانی کی تلاش میں میں نے امریکہ تک کا سفر کیا تھا وہ سراب تھا، اور تحقیق میرے لئے ایسی اذیت ناک تھی کہ قرآن مجید کی ایک آیت مجھ پر ثابت ہو رہی تھی

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا o يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًاo

کبھی کبھی مجھے اپنی اس حماقت پر ساری رات نیند نہیں آئی، اس حال میں یہ کتاب مجھے ملی، میں نے اس کتاب کو پڑھ کر یہ محسوس کیا، کہ وہاں جنگ بھی سو فیصد اللہ کی رضا اور آخرت میں اجر کے جذبہ سے ہو رہی ہے۔جان لینے کا عمل بھی مجھے خلافتِ راشدہ کی تاریخ میں سو فیصد اللہ کی رضا حاصل کرنے کے جذبہ کے علاوہ دکھائی نہیں دیا، اس دوران مجھے اسلام جاننے اور پڑھنے کا شوق پیدا ہوا، وہاں امریکہ میں ایک عجیب رجحان

روز بروز بڑھتا جارہا ہے، وہاں پر چرچوں میں درس قرآن کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔ بہت سے گرجاؤں میں ہفتے میں دو دو روز درس قرآن ہوتا ہے، اور کسی مسلمان اسکالر کو بلاکر درس ہوتا ہے۔

سوال : اس کی وجہ کیا ہے، ادھر کئی لوگوں نے یہ بات بتائی؟

جواب : اصل میں اپنے کو کھلا ذہن اور روشن خیال ظاہر کرنے کا جذبہ بھی اس میں ہے، اور عیسائیت کو حق اور سپیریر ثابت کرنے کے لئے تقابل ادیان کا رجحان بڑھ رہا ہے، اور کہیں کہیں یہ بات بھی ہے کہ توریت، زبور، انجیل اور قرآن مجید چار بڑی آسمانی کتابیں ہیں، بائبل، توریت، زبور اور انجیل کے اجزاء ہیں، قرآن بھی کچھ نہ کچھ ہونا چاہئے، تاکہ درس مکمل ہوسکے۔

سوال : آپ اپنا حال سنا رہے تھے، اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب : شکاگو کی ایک چرچ میں پیر اور جمعہ کو دس بجے درسِ قرآن کے لئے پاکستان کے ڈاکٹر فیض الباری آتے تھے، میں نے وہاں جانا شروع کیا، چرچ سے میں نے ایک قرآن مجید عبداللہ یوسف علی کے ترجمہ کے ساتھ حاصل کیا قرآن مجید ہر حق کے پیاسے کی پیاس بجھانے کے لئے کافی ہے، الحمدللہ ۴ ر جون ۲۰۰۱ء کو جمعہ کے روز میں نے اسلام قبول کیا اور شکاگو کے مرکز میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ میرا نام محمد یوسف رکھا گیا۔

سوال : مشن نے آپ پر اتنا خرچ کیا ان لوگوں کو آپ کا اسلام قبول کرنا ناگوار نہیں ہوا؟

جواب : یہ عجیب اللہ کی شان ہے کہ اسلام کے خلاف اتنا پروپیگنڈہ ہونے کے باوجود امریکہ میں کسی کے مذہب بدلنے کو برا نہیں سمجھا جاتا اور وہاں مذہب بدلنا بالکل ایسا سمجھا

جاتا ہے جیسے کسی طالب علم نے یونیورسٹی میں اپنا مضمون بدل لیا، بس ایک دو قریبی لوگوں نے مجھ سے تھوڑا بہت تبادلہ خیال کیا، اللہ کا شکر ہے میری ملاقات شکاگو میں کچھ تبلیغی جماعت کے فعال لوگوں سے ہوئی، جن میں سے ایک ہمارے ضلع کے رہنے والے تھے، اس کے علاوہ ڈاکٹر اسلم عبداللہ جو وہاں بہت سرگرم داعی ہیں، ان سے ہوئی، انہوں نے بھی مجھے 'ارمغان' اور Winds of Islam ویب سائٹ دیکھنے کا مشورہ دیا۔

سوال : اس کے بعد یہ ہندوستان کا آپ کا پہلا سفر ہے؟

جواب : نہیں یہ دوسرا سفر ہے، اسلام قبول کرنے، کچھ پڑھنے اور سیکھنے کے بعد مجھے اپنے والدین کی فکر ہوئی، میں ہندوستان آ رہا تھا تو ڈاکٹر اسلم عبداللہ نے مجھے حضرت سے ملنے کا مشورہ دیا میں نے حیدرآباد کے بجائے دھلی کا سفر کیا۔ دھلی میں ملاقات کے لئے مجھے پانچ روز رکنا پڑا۔ حضرت نے مجھے آندھرا کے دو داعیوں کا پتہ دیا اور کچھ روز جناب فضل الرحمٰن کے ساتھ دعوتی تربیت کے لئے لگانے کا مشورہ دیا، میں فضل الرحمٰن کے ساتھ تو وقت نہیں لگا سکا۔ مگر الحمدللہ میرے والد اور والدہ میری ایک مہینے کی کوشش کے بعد مسلمان ہوگئے، میرے جانے کے دو مہینے بعد میری بہن اور بھائی بھی مسلمان ہوگئے تھے۔

سوال : آپ ابھی بتا رہے تھے کہ آپ برازیل کے پاسپورٹ پر آئے ہیں اور ابھی تک آپ نے برازیل کا تو ذکر ہی نہیں کیا۔

جواب : شکاگو سے مشن نے مجھے جن ملکوں کا سفر کرایا ان میں سب سے زیادہ برازیل تھا، میں نے تین سال میں چھ بار برازیل کا سفر کیا اصل میں وہاں جن عربوں نے عیسائی مذہب اختیار کیا ہے وہ سب سے زیادہ برازیل میں کیا، اس طرح عربوں میں کام کرنے کے لئے عیسائی مشن کی تجربہ گاہ برازیل ہے برازیل کی بڑی آبادی ایسے کالے لوگوں کی

ہے جوافریقی ملکوں سے آئے ہیں اوران کو یہ خوب معلوم ہے کہ ان کے آباء واجداد مسلمان تھے، اس طرح وہ اپنا آبائی مذہب اسلام سمجھتے ہیں میرا ایک سفرمشن کی طرف سے، اکتوبر ۲۰۰۹ء میں ہوا تھا، اس وقت وہاں پر عیسائی لوگوں میں بڑی کھلبلی سی تھی، اصل میں افغانستان کے پرانے صدر شیخ صبغت اللہ مجددی جو بہت بڑے مجددی شیخ ہیں، برازیل میں آتے ہیں اور بہت سے لوگ ان کے مرید ہیں، اور وہ ذکر کا حلقہ اور توجہ وغیرہ دیتے ہیں ان کی کوششوں سے ہزاروں عیسائی اجتماعی طور پر مسلمان ہوئے، مشن کے لوگ اجتماعی تبدیلی مذہب پر غور کرنے کے لئے بیٹھے تو اس نتیجہ پر پہونچے کہ آبائی مذہب کی کشش ان کے لئے اسلام کا ذریعہ بنی، میں نے گذشتہ سفر میں حضرت سے بات کی، انہوں نے اس سے سو فیصد اتفاق کیا، ڈاکٹر اسلم عبداللہ صاحب نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا کہ آپ اپنا میدان دعوت برازیل کو بنائیے۔ اس لئے میں نے برازیل کے قیام کا رادہ کیا، الحمدللہ وہاں پر ایک دعوتی سینٹر قائم کیا ہے اور وہاں پر سکونت اختیار کر لی ہے۔

سوال : برازیل میں اتنی جلدی پاسپورٹ مل گیا؟

جواب : میرے پاس امریکہ کی شہریت تھی، اس لئے برازیل کی شہریت لینے کے لئے مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی، اصل میں امریکہ کے شہری کو برازیل کی شہریت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تو اپنے دل کو پکارنے کے لئے امریکہ کی شہریت ختم کی ہے، اصل میں حضرت نے مجھ سے فرمایا تھا کہ آدمی کو کسی جگہ پر کچھ کام کرنا ہو تو اپنی قبر کی جگہ طے کرنی چاہئے، گو کہ آدمی کس جگہ مرے گا یہ کسی کو معلوم نہیں، مگر اپنی طرف سے طے کرنے سے نیت پختہ اور عزم و فیصلے میں قوت آتی ہے اور دنیا میں لوگوں نے فیصلے اور عزم کی پختگی سے تاریخ بنائی اور بدلی ہے۔ اس لئے میں نے برازیل کی نیشنلٹی لی ہے اور مجھے

چند دنوں میں اس کی خیر معلوم ہونے لگی ہے۔

سوال : آپ نے شادی کی؟

جواب : میں نے اسلام قبول کرنے کے تین مہینے بعد ایک نومسلم گوری خاتون سے شادی کی ہے، جو خود مشن سے جڑی ہوئی تھی۔ الحمد للہ وہ برقعہ میں رہتی ہیں اور بہت دیندار مسلمان خاتون اور میری دعوتی رفیق ہیں۔

سوال : اب آپ کا واپسی کا کیا ارادہ ہے؟

جواب : میں نے ابھی بتایا کہ ۲۸ر ستمبر کو میرا واپسی کا ٹکٹ ہے، حیدرآباد جا کر واپس جانا ہے۔

سوال : وہاں پر جا کر کچھ آپ نے کام کا خاکہ بنایا ہے؟

جواب : الحمد للہ کام چل رہا ہے۔ ہم لوگ دعوتی تربیتی پروگرام کا وہاں آپ کے یہاں کے انداز میں آغاز کر رہے ہیں، حضرت سے میں نے درخواست کی ہے، کہ تین تربیت یافتہ داعی برازیل کے لئے دے دیں۔ حضرت نے وعدہ کیا ہے، حضرت فرما رہے تھے کہ ہمارے علاقے میں ہمارے مدعو زیادہ تر ہندو ہیں۔ انشاء اللہ جلد تین ساتھیوں کو حیدرآباد میں عیسائیوں میں کام کا تجربہ حاصل کرنے کے لئے بھیجیں گے پھر آپ کو اطلاع دیں گے۔

برازیل میں میں نے محسوس کیا بلکہ خود امریکہ میں بھی کہ جو لوگ صاحب سلسلہ مشائخ ہیں، ان کے گرد دنیا بہت جلدی جمع ہو جاتی ہے۔ اصل میں مادیت زدہ انسانیت اپنی روحانی پیاس بجھانے کے لئے بے چین ہے۔ اس کے لئے اللہ کا نام باطن کی تسکین کا ذریعہ ہوتا ہے۔ برازیل میں اس کا اور بھی زیادہ میں نے رجحان دیکھا، کئی پاکستانی بریلوی شیخ پاکستان سے آتے ہیں اور غیر مسلم یہاں تک کہ بعض ہندوؤں کو میں نے دیکھا کہ ان سے مرید ہیں اور ان کے ذکر کے حلقوں اور میلاد وغیرہ میں شریک ہوتے ہیں۔

سوال : وہ اپنے مذہب پر رہ کر مرید ہو جاتے ہیں؟

جواب : ہاں ہاں کئی پنجابی پیر آتے ہیں وہ لوگ اسلام قبول کئے بغیر مرید کر لیتے ہیں۔

سوال : تو آپ نے اس کے لئے کیا کیا؟

جواب : میں نے اس راہ سے کام کرنے کا ایک خاکہ بنایا ہے حضرت نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس سال حج کے بعد جلد برازیل کے سفر کا امریکہ کے ساتھ پروگرام بنائیں گے، خدا کرے یہ سفر ہو جائے۔

سوال : بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب! ارمغان کے قارئین کے لئے آپ کوئی پیغام دیں گے؟

جواب : اسلام کی دعوت کے لئے شاید جب سے دنیا آباد ہوئی ہے، ایسا سازگار ماحول نہیں ہو سکتا، جب مجھ جیسے عیسائیت کے لئے کام کرنے کا ارادہ کر کے سب کچھ چھوڑ دینے والے کے لئے شکاگو کی چرچ سے ہدایت کا فیصلہ ہو سکتا ہے تو پھر داعیانِ اسلام کے لئے اس سے سنہرا موقع کون سا ہو سکتا ہے؟ ایمان رجاء و خوف کے درمیان ہے، اللہ کی شان بے نیازی سے ڈرنا بھی چاہئے کہ اگر ہم نے اپنی مسجدوں، دینی مراکز اور اداروں کو ماحول کی سازگاری سے فائدہ اٹھا کر دعوتی روح سے بیگانہ رکھا، تو اللہ تعالیٰ گرجاؤں سے اسلام کی شمعیں روشن کرنے پر قادر ہیں۔

سوال : واقعی بڑی عبرت اور ڈرنے کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ہوشیار فرمائیں؟

جواب : میرے لئے بھی دعا فرمائیں، ایمان کا آنا تو نعمت ہے ایمان پر موت آنا اصل ہے، اللہ تعالیٰ کاتمہ بالخیر فرمائیں اور ہمارے دعوتی نشانوں کو پورا فرمائیں۔ آمین

ماخوز از ماہنامہ ''ارمغان'' اکتوبر ۲۰۱۱ء

۱۰۲ ایک راہزن کا قبول اسلام

نورالامین بھائی سے ایک ملاقات ﴿اشوک کمار سوم﴾

اقتباس

نورالعظیم بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ یہ شرٹ جو تم نے زیب تن کی ہوئی ہے کتنے کی لی ہے، میں نے دوسو روپئے قیمت بتائی، انہوں نے کہا کہ ایک غریبی میں تم سے مانگوں تو تم دے دوگے لیکن اگر میں اس کو تم سے لیکر تھوڑی سی بھی ماچس سے اس کی آستین جلا دوں تم مارنے مرنے پر اتر جاؤگے۔ اب بتاؤ ہماری آتما اس شریر روپی پنجرے میں سے نکل جاتی ہے تو اس آتما کو کتنا دکھ ہوگا جب شریر کو مرنے کے بعد جلایا جائے گا جب ایک بے جان کپڑے کے جلنے سے اتنا دکھ ہو تو جو شریر پورا جیون تمہارا ساتھ رہا اس کو جلانے پر اس کی آتما پریشان نہ ہوگی۔

سوال : نورالامین بھائی آپ اپنا تعارف کرائیے؟

جواب : حاجی عطاء صاحب میں پھلت شریف کے پاس راج پوت گاؤں کے راجپوت گھرانے میں پیدا ہوا میرا (پچھلے جنم کا نام اشوک کمار سوم تھا، اب اسی سال ۱۹/ اپریل ۲۰۰۹ء کو بوقت ۹-۳۰ شب بمقام میرٹھ کی جامع مسجد میں دوبارہ پیدا ہوا (پونر جنم) ویسے تو اسلام میں نہیں ہے لیکن یہ لفظ میں نے سمجھانے کیلئے کہا ہے صحیح بات تو یہ ہے کہ ہر انسان کی پیدائش تو اسی وقت ہوتی ہے وہ اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے اور اگر

میں کہوں تو بیجا نہ ہوگا کہ اگر کوئی جنم سے ہی اسلامی معاشرہ میں پیدا ہو جائے اور اسلام پر گامزن نہ ہو تو ایسا ہے جیسا کہ ہرن جنگل میں گھاس چر رہا ہو مالک الملک ہم سب کو اسلام کا عامل بنائے (آمین)

سوال: اپنے قبول اسلام کے بارے میں تفصیل سے بتائیں؟

جواب: میں نے چھوٹو رام جاٹ کالج مظفر نگر سے بی، اے کیا ہے اس کے بعد گھریلو پریشانی کی بناء پر سمرسیبل؛ ٹیوب ویل لگانے کا کام سیکھا اور پھر باقاعدہ اس کو اپنا ذریعہ معاش بنایا تقریباً دو سال تک میں اپنے کاروبار میں قدم بڑھاتا رہا پھر بدقسمتی بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ میری خوش قسمتی سے میرا کام رفتہ رفتہ ٹھپ ہو گیا (کیونکہ کام نہ ہو نا ہی میرے اسلام لانے کا سبب بنا) اور بالآخیر میں خالی ہو کر آوارہ پھرنے لگا حتیٰ کہ میری صحبت بہت ہی برے دوستوں میں ہوگئی، شروع میں ان دوستوں نے مجھے شراب و بھانگ جیسی گندی عادت میں مبتلا کر دیا پھر میرے پاس پیسے نہ ہوتے تو وہ کہتے کہ راہزنی سے آسان راستہ کوئی نہیں ہے۔ شروع میں تو میں نے بہت مخالفت کی لیکن مکار نفس وابلیس نے ملکر مجھے شکست دے دی اور میں بھی ان دوستوں کے ساتھ ملکر راہزنی کرنے لگا۔

وقت ایسا ہی گذرتا جارہا تھا کبھی ہم محمد پور والے راستہ پر راہزنی کرتے، کبھی رامپور کاٹنے سے جو راستہ چند سینہ ناولہ پھلت شریف جارہا ہے وہاں پر معصوم مسافروں کو پتھر دلی کے ساتھ اپنے مظالم کا شکار کرتے۔ ایسے ہی ایک روز ہم نے پلان بنایا کہ ایک راستہ ناولہ جارہا ہے، وہاں سے چلتے ہیں لہٰذا ہم تینوں ناولہ جانے والی سڑک پر انگور کے باغ میں چھپ گئے۔ ہمارے ساتھ موٹر سائیکل بھی ہوا کرتی تھی، جب ہم کئی مسافروں کو پریشان کر چکے اور کسی کے پاس بھی معقول رقم نہ مل سکی تو ہم نے طے کیا کہ

چلو پھلت والے روڈ پر چلتے ہیں اور ہم پھلت کے راستہ میں گنے کے کھیت میں چھپ گئے کہ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک رکشا آرہا ہے ہم لوگوں نے رکشے والے کو رکنے کیلئے کہا اور پھر رکشا رک گیا۔میں نے دیکھا کہ رکشے میں ایک مولوی جی بیٹھے ہیں (حاجی عطا صاحب ایک بات واضح کردوں کہ میرا گھرانہ بے حد مذہبی ہے، ہمارے گھر والوں کو اپنے مذہب سے بے پناہ عقیدت تھی،مسلمانوں کے مذہب سے مجھے شروع سے ہی بیر تھا۔میرے والد صاحب نے میرے دل میں کوٹ کوٹ کر مسلمانوں کی طرف سے نفرت بھر دی تھی۔بالآخیر میں سخت ترین متعصب ہندو مذہب کا پیروکار ہو چکا تھا، اسی تعصب کی تحت جب میں نے رکشا میں ایک مذہبی آدمی کو داڑھی اور ٹوپی کے دیکھا تو میرے تن بدن میں آگ لگ گئی)اور میں نے مولوی جی کی داڑھی پکڑ کر زمین پر دے مارا اور ان کے منہ پر تھوکتا بھی رہا اور گالی گلوج بھی کرتا رہا،پھر ان کے سر پر کٹے کی نال لگادی۔میرا ان کے سر پر نال لگانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ یہ ڈر کر جو رقم وغیرہ ان کے پاس ہو وہ ہمیں دیدیں لیکن مولوی جی نے کٹے کی نال پکڑ کر ایک جھٹکے سے کٹے کو اوپر کردیا اور اچانک گولی چل گئی اور مولوی جی کا الٹے ہاتھ کا انگوٹھا اور ایک انگلی اڑ گئی۔میں نے دیکھا کہ مولوی جی کے ہاتھ سے خون کا فوارا بہہ نکلا لیکن وہ بڑے آرام سے کچھ پڑھتے رہے۔ اب ہمیں اپنے بھاگنے کی فکر ہوئی لیکن ایک فکر یہ تھی کہ ابھی ہمیں ملا ہی کیا ہے،میں نے مولوی جی کے جیب کی تلاشی لی تو اس میں صرف ۴۵ روپیے ملے لیکن ایک موبائیل مہنگا والا بھی موجود تھا۔تو میں نے پیسے تو سنگھاڑوں کے تلاب میں پھینک دیئے اور موبائیل چھین کر اپنے قبضہ میں کرلیا اور دوسرے ساتھی سے کہا کہ جاؤ کھیت میں سے موٹر سائیکل لیکر آؤ۔ہم نے موٹر سائیکل پر سوار ہو کر پھلت کے ایک باغ میں گاڑی چھوڑ کر تھانے

میں فون کیا کہ ایک گاڑی فلاں باغ میں کھڑی ہے اسے پہچان لیں، اتفاق سے جہاں ہم نے گاڑی کھڑی کی وہ باغ بھی مولوی جی کے ایک خاندان والوں کا ہی تھا کیونکہ ہم مولوی جی کا موبائیل چھین لائے تھے تو انہوں نے تھانے میں .S.O صاحب کو (E.M.E.I) نمبر دے کر موبائیل کو لینس پر لگا دیا جس کے نتیجہ میں اس حادثہ کے بعد ہم تینوں گرفتار ہو گئے۔ دو روز بعد ہمارا چالان ہوا اور ہم مظفر نگر کی بڑی جیل میں قید ہو گئے، ۲۵، ۲۶، دن بعد ایک پولس والے نے ہمیں دوپہر کے وقت بتایا کہ ایک میاں صاحب تم سے ملنے آئے ہیں ان کے ساتھ ایک سہارنپور ضلع کے ایک نیتا جی بھی ہیں اور وہ جیلر جناب محمد ناصر صاحب کے آفس میں بیٹھے ہیں، چلئے صاحب آپ کو بلا رہے ہے۔
ہم ڈرتے ڈرتے صاحب کے آفس میں پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ وہی مولوی جی بیٹھے ہیں جن کو میں نے گولی ماری تھی، انہیں دیکھ کر ہم تینوں گھبرا گئے لیکن مولوی جی نے آگے بڑھ کر ہمارے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر ہمیں گلے سے لگایا اور پھر انہوں نے میرے معافی مانگنے پر بتایا کہ میں مولوی نہیں ہوں میرا نام تو صرف محمد نور العظیم ہے، آئندہ مجھے مولوی نہ کہنا۔ نور العظیم بھائی نے ہمیں کڑی چاول اور خربوزے وغیرہ پیش کئے تو میرے دل میں تعصب ہونے کی وجہ سے خیال آیا کہ اس کھانے میں ضرور کچھ ملا ہوا ہوگا لیکن یہ خیال میرا تھوڑی دیر میں ہی کافور ہو گیا، کیونکہ وہ خود بھی ہمارے ساتھ کھانا کھانے کیلئے ایک طرح سے گذارش کر رہے تھے پھر مجھ سے منع نہ ہوا۔ کھانا وغیرہ سے فارغ ہو کر انہوں نے ہم تینوں کو بہت درد کے ساتھ رو رو کر دعوت اسلام دینا شروع کیا، انہوں نے کہا کہ تین قیمتی جانیں دوزخ کے کنارے کھڑی موت کا انتظار کر رہی ہیں، ان کو آتش نار سے بچانے کی فکر لے کر میں اپ سے ملنے آیا ہوں۔ نور العظیم بھائی نے ہمیں ایک مثال

خوب زور زور سے ہچکیوں سے رو رو کر سنائی اس کا مجھے بہت گہرا اثر پڑا۔ مثال یہ تھی نور العظیم بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ یہ شرٹ جو تم نے زیب تن کی ہوئی ہے کتنے کی لی ہے، میں نے دو سو روپئے قیمت بتائی، پھر انہوں نے پوچھا کب لی تھی، تو میں نے ایک مہینہ بتا یا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ایک غریبی میں تم سے مانگوں تو تم دے دو گے لیکن اگر میں اس کو تم سے لیکر تھوڑی سی بھی ماچس سے اس کی آستین جلا دوں تم مارنے مرنے پر اتر جاؤ گے۔ اب بتاؤ ہماری آتما اس شریر روپی پنجرے میں میں سے نکل جاتی ہے تو اس آتما کو کتنا دکھ ہوگا جب شریر کو مرنے کے بعد جلایا جائے گا جب ایک بے جان کپڑے کے جلنے سے اتنا دکھ ہو تو جو شریر پورا جیون تمہارا ساتھ رہا اس کو جلانے پر اس کی آتما پریشان نہ ہو گی۔ اس مثال کے بعد نور العظیم بھائی نے ہمیں مولانا کلیم صاحب کی کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' دی اور وعدہ کر کے گئے کہ ہم تم لوگوں پر مقدمہ نہیں کریں گے۔ جب ضمانت ہو جائے تو میرے نمبر پر فون کر کے بتانا، پھر کچھ دنوں بعد ہماری ضمانت ہو گئی اور میں نے جیل سے باہر آ کر نور العظیم بھائی سے فون پر بتایا کہ میں نے کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور مجھے آپ جلد یہ سے آگ سے بچا دیں۔ تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کھتولی آ سکتے ہیں کیا؟ تو میں نے منع کر دیا اور کہا کہ میں اب اس ایریے میں نہیں رہنا چاہتا۔ لہٰذا میرٹھ کی جامع مسجد میں مل لیں، وہیں کلمہ طیبہ بھی پڑھ لونگا۔ اس لئے میرٹھ جانا طے ہوا اور نور العظیم بھائی اور ان کے دو ساتھی جامع مسجد میرٹھ پہونچ گئے۔ مجھے کرتا پائجامہ اور ٹوپی میں دیکھ کر نور العظیم بھائی خوشی کے مارے پھولے نہ سمارہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے الٹی سیدھی وضو کرائی اور کلمہ پڑھایا اور پھر کچہری لے جا کر میرا تبدیلی مذہب کا سرٹیفکیٹ بنوایا (روتے ہوئے) لیکن اب نور العظیم بھائی کا ہاتھ دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے، اس کے لئے

میں کبھی اپنے آپ کو معاف نہیں کروں گا۔ حاجی عطا صاحب آپنے ایک روز مجھے بتایا تھا کہ یہ نور العظیم صاحب ہمارے ساتھ حج میں تھے، نہایت ہی درجہ شریف ہیں اور ہر آدمی کی کڑوی کسیلی باتوں کو برداشت کرتے تھے۔ عطا صاحب آپ بھی ان کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی انگلیوں کو اپنے بارگاہ میں قبول فرما کر ان کی بخشش کا ذریعہ بنائے (آمین ثم آمین) اور ان کے طفیل میں میری بھی مغفرت فرمائے، آمین۔ حاجی صاحب اللہ پاک سے دعا کیجیے کہ ہم سب مسلمانوں کو دعوت دین کی فکر وسعی کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

سوال : نور الامین بھائی آپ جماعت کے چلے میں گئے تھے سنا ہے کہ وہاں آپ کو پریشانی اٹھانی پڑھی، جماعت کا حال سنائیے، آپ کا وقت کہاں لگا اور جماعت میں وقت کیسا گذرا؟

جواب : جی حاجی صاحب! میرا پورا چلہ ہاپوڑ لگا، میرٹھ کے پاس کے ایک گاؤں کی جماعت تھی، حافظ عبداللہ صاحب امیر تھے (لرزتے ہوئے) جو نہایت ہی سخت مزاج تھے۔ ابھی ہماری جماعت کو کام کرتے ہوئے صرف چار دن ہوئے تھے کہ مجھے کچھ سامان کی ضرورت ہوئی تو میں نے مسجد کے اندار سے اپنا بیگ اٹھانا چاہا تو وہ وہاں نہ ملا، میں بہت گھبرایا۔ امیر صاحب سے بتایا کہ اس میں بھائی نور العظیم نے جو پیسے میرٹھ سے اکٹھا کر کے دیے تھے وہ بھی تھے۔ اس پر امیر صاحب نے الٹا مجھے ہی ڈانٹنا شروع کر دیا کہ ہمارے پاس کیوں جمع نہیں کرائے۔ خیر بات آئی گئی ہوگئی پھر میں نے نور العظیم بھائی کو پھلت فون کیا تو انہوں نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ میں کل آؤں گا اور وہ ہاپوڑ ہمارے پاس پہنچے، اس کے بعد انہوں نے تمام ساتھیوں کو اکٹھا کر کے کہا میں ایک کلو چاول جلال آباد جہاں پر حضرت مولانا صفی اللہ خان صاحب رہتے ہیں اسے پڑھوا کر لایا ہوں، جو

شخص بھی چور ہوگا اس کو خون کی الٹی ہو جائے گی ورنہ ابھی چپ چاپ مجھ سے علیحدگی میں بتا دیں۔ یہ سن کر ایک لڑکا گھبرانے لگا، نور العظیم بھائی نے اس کو الگ لے کر بات کی پھر اس نے پیسے مصلے سے اٹھا کر دے اور میرا بیگ بھی مسجد کی چھت سے لا کر دیا۔

اس کے بعد نور العظیم بھائی نے اس کو حضرت مولانا بلال صاحب باغپتی سے بیعت کرایا، جماعت میں میں نے ماشاء اللہ نماز مع ترجمہ سے سیکھ لی اور نماز جنازہ بھی یاد ہے۔ جماعت کے چالیس دن پورے کرنے بعد ہماری جماعت کے ساتھی اپنے ساز و سامان کے ساتھ دہلی نظام الدین گئے۔ وہاں مجھے جماعت کے ایک ساتھی نے درگاہ نظام الدین گھمایا (ہنستے ہوئے) میں نے جب وہاں پر حضرت نظام الدین کی قبر (سمادھی) کو لوگوں کو پوجا کرتے دیکھا تو میں بہت حیران ہوا، بعد میں معلوم ہوا کہ ایسا کرنے والے لوگ بدعتی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں، ورنہ میں سمجھا تھا کہ مسلمانوں میں بھی پتھر پوجا ہوتی ہے۔ جب ہم لوگ مرکز نظام الدین میں اپنی جماعت کی کارگذاری سنا چکے تو ہمارے سب ساتھی اپنے اپنے گھر جانے کی فکر میں لگے لیکن میں بڑی کشمکش میں پڑ گیا میں نے نور العظیم بھائی کو فون کیا تو انہوں نے ایک گھنٹہ بعد فون کرنے کو کہا۔ جب ایک گھنٹہ بعد میں نے فون کیا تو انہوں نے کہا کہ تم بگراسی ضلع بلند شہر چلے جاؤ، وہاں ایک حاجی صاحب ملیں گے، ان کا نمبر لکھو، میں نے انکا نمبر لکھا اور ان سے بات کر کے میں بگراسی پہنچ گیا اور آج تک ان حاجی صاحب کے پاس ایک بیٹے کی حیثیت سے رہ رہا ہوں۔ حاجی عطاء حسین صاحب بگراسی والے میرے لئے ایک بہت محبت کرنے والے باپ کا درجہ رکھنے والے ہیں اور نور العظیم بھائی کو بھی میں سچے دل سے اپنا بڑا بھائی مانتا ہوں جن کے ذریعہ مجھے اسلام کا بیش قیمت خزانہ ملا (دھڑ دھڑی لیتے ہوئے) ورنہ نہ

معلوم دوزخ کے کس کونے کے گڑھے میں میرا ٹھکانہ ہوتا۔ اللھم احفظنا من النار

سوال: نور الامین بھائی کیا آپ نے مولانا کلیم صدیقی صاحب مدظلہ سے ملاقات کی ہے اور کبھی پھلت شریف بھی حاضری دی ہے؟

جواب: حاجی صاحب میری ملاقات تو مولانا کلیم صدیقی صاحب سے نہیں ہوئی، ہاں ایک بار نور العظیم بھائی نے مجھے بتایا تھا کہ حضرت جی ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کو سونی پت ہریانہ کے مدرسہ میں ضرور جاتے ہیں تو میں بھی ایک دن وہاں گیا تھا لیکن حضرت سے میں نے باقاعدہ ملاقات نہیں کی بلکہ صرف حضرت جی کی زیارت (درشن) کی تھی اور جب کافی لوگ حضرت صاحب سے مصافحہ ملا رہے تھے تو انہیں میں گھس کر میں نے بھی مصافحہ ملایا تھا۔ حضرت صاحب نے میرا نام پوچھا تو میں نے نور محمد بتایا۔ اپنے لئے دعا کرائی تھی اور ایک بوتل میں پانی بھی پکڑے ہوئے تھا، اس میں دم بھی کرایا تھا جس کو میں ختم نہیں ہونے دیتا ہوں جب کم ہو جاتا ہے فوراً اور پانی بھر لیتا ہوں۔ حاجی عطا صاحب پھلت شریف میں صرف ایک مرتبہ نور العظیم بھائی کے گھر عید کے موقع پر گیا تھا، نور العظیم بھائی نے کھانا وغیرہ بھی کھلایا اور مجھے حضرت کا مدرسہ اور مسجد اور بزرگوں کی قبروں کی زیارت کرائی۔ مدرسہ دیکھ کر مجھے ایسا لگا جیسے میں یہاں پہلے بھی آ چکا ہوں لیکن اتنے میں پھلت شریف میں رہا مجھے بہت ڈر لگتا رہا کیونکہ میرا گاؤں پھلت سے زیادہ دور نہیں ہے۔ صرف ۲۰ سے ۲۵ منٹ کے فاصلہ پر ہے۔ اور یہ بھی ڈر لگا رہا (بلکہ ابھی بھی ڈرتا ہوں کہ) کہ کہیں نور العظیم بھائی اور مسلمانوں کو میرے بارے میں بتا کر مجھے بدنام نہ کر دیں۔

سوال: آپ نے اپنے گھر والوں کو اپنے مسلمان ہونے کی اطلاع دی اور آپ نے

اپنے گھرانے کو آگ سے بچانے کی کیا فکر کی؟

جواب : جی نہیں! ابھی تو اس بارے میں صرف دعا کرتا ہوں اور نورالعظیم بھائی سے بھی کئی مرتبہ درخواست کی لیکن انہوں نے حضرت صاحب کے اوپر رکھ کر ٹال دیا ہے میں نے نورالعظیم بھائی سے یہ بھی کہا کہ ہمارے دوسرے ساتھی بھی تھے انکو بھی آپ جا کر دعوت دینے کا احسان کریں لیکن شاید وہ ڈرتے ہیں۔ جب کہ ہر داعی کی حفاظت کا ذمہ تو اللہ نے لے رکھا ہے، میرے گھر والے متعصب ہیں، اس لئے میرا وہاں جانا یا اپنا اسلام لانے کی اطلاع پہنچانا ابھی میرے لئے نامناسب ہے۔ میں نے حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب کے دعوتی مضامین کا خوب گہرائی وسیع النظری سے مطالعہ کیا ہے انکو پڑھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ میں انسان نما پرندہ ہوں اور چشم زدن میں اڑ کر اپنے عزیزوں تک دعوت کا پیغام پہنچاؤں گا لیکن میرا دل (من) کے پردوں میں ڈر کا گیلا پن محسوس ہوتا ہے اور آخر کار میرے بھیگے ہوئے پر پھڑ پھڑا کر منزل مقصود کی طرف پرواز کرنے سے گریز کر جاتے ہیں۔

سوال : نورالامین بھائی آپ کی اردو زبان بہت اچھی معلوم ہوتی ہے کہ ہم کسی بڑے اردو زبان کی ادبی شخصیت سے مخاطب ہیں، آپ نے کہیں بی، اے اردو سے تو نہیں کیا؟

جواب : استغفراللہ! حاجی صاحب کیوں شرمندہ کرتے ہو، میں چار دن کا مسلمان کیا اردو جیسی شیریں زبان بول سکتا ہوں؟ یہ تو آپ کا حسن ظن ہے بی، اے تو میں نے انگلش سے کیا ہے لیکن اردو زبان میں میں نے چار ماہ کی جماعت میں سیکھ لی تھی، میرے الحمدللہ چار مہینے پورب سائڈ میں امبیڈکر نگر ضلع میں لگے۔ وہاں پر ایک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے رٹائرڈ لیکچرر جناب انور علی خان صاحب تھے ان سے اردو پڑھی ہے،

مجھے اردو زبان سے بے حد لگاؤ ہے اور اس بار میں نے الحمدللہ ادیب کا فارم بھی بھرا ہے میرا مستقبل میں انشاء اللہ اردو میں پی، ایچ، ڈی کرنے کا عزم ہے۔

سوال : نور الامین بھائی شاید آپ کو اب نیند آرہی ہے اور رات بھی کافی ہو چکی ہے ۱۲ بجنے والے ہیں، اس لئے اب میرا آنجناب سے آخری سوال ہے۔ کیا آپ پیدائشی مسلمانوں کو کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب : لاحول ولا قوۃ الا باللہ، حاجی صاحب آپ مجھ ناپاک کو کیوں بار بار شرمندہ کرتے ہیں، میں چند مہینوں کا مسلمان قدیم مسلمانوں کو کیا پیغام دے سکتا ہوں، جو آدمی خود ہی منزل کا راستہ نہیں جانتا ہو کسی بھولے بھٹکے مسافر کو کیا راہ دکھا سکتا ہے؟ لہٰذا پیغام تو میں کچھ نہیں دے سکتا البتہ میری کچھ مؤدبانہ گذارش ہے کہ تمام مسلمان اپنے کو بالکل درست فرمالیں، جیسا کہ میرے ساتھ جماعت میں چوری کا واقعہ پیش آیا اور میں نور العظیم بھائی کی حکمت عملی کی وجہ سے مسلمانوں سے بدظن ہوتے ہوتے بچ گیا، نور العظیم بھائی کو اللہ پاک بہترین بدلہ عطاء فرمائے بچ ہے (روتے ہوئے) اگر نور العظیم بھائی کے ہاتھ میں گولی نہ لگتی تو ہو سکتا تھا کہ ہم سے ڈر کر موبائیل فون چھن جانے کی رپوٹ درج نہ کراتے اور نہ ہمیں ہدایت ملتی۔ جب مجھے اس بات کا خیال آتا ہے تو اندر سے دل کانپ جاتا ہے لیکن ماشاء اللہ نور العظیم بھائی کے اوپر انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھانے والی مثال صادق آتی ہے اللہ تعالیٰ شرف قبولیت بخشے۔ اللھم زد فزد

سوال : نور الامین بھائی آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے ہمارے لئے وقت نکالا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب : میں شکریہ کے کہاں لائق ہوں، یہ تو آپ کا حسن ظن ہے کہ جو آنجناب نے

مجھے عزت بخشی۔ حاجی عطا صاحب اب آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے سچا داعی بنادیں۔ آمین

آپ کا بہت بہت شکریہ

ماخوذ از اور مجھے راستہ مل گیا صفحہ ۱۸ تا ۲۸

۰۳ مالک سے ملنے کی تڑپ نے راہ دکھائی

عبدالعزیز صاحب ﴿پیر کھلائی ناتھ﴾ سے ایک ملاقات

اقتباس

مجھے کسی نے دعوت نہیں دی، مجھے پہلے سے ہی سچائی کی تلاش تھی ،اور اپنے مالک سے ملنے کی تڑپ، جب ہم آشرم میں پوجا پاٹھ کرنے کے بعد آرام کرنے کے لئے لیٹتے تھے تو کہتے تھے کہ مالک تم ہو ضرور، اور ہمیں سچائی کی تلاش ہے اور سچائی ہمیں مل جائے تو بہت ہی اچھی بات ہو،اس کے بعد ایک دن خواب میں میرے مالک نے مجھے سچائی کو بتا ہی دیا۔

احمد اواہ :السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبدالعزیز :وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال : آپ کا پہلا نام؟

جواب : میرا پہلا نام ”پیر کھلائی ناتھ عرف بھولہ گری“ تھا۔

سوال : آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟

جواب : ٹوڈہ کلیان پور کا میں رہنے والا ہوں، یہ میرا آبائی وطن ہے ویسے میں ہریانہ کے ایک آشرم میں رہتا تھا اور وہاں پر میں وہ آشرم کا ذمہ دار تھا۔

سوال : کیا یہ دونوں آشرم ایک ہی جگہ تھے؟

جواب: نہیں دوسرا آشرم باڑمیر راجستھان میں تھا

سوال: آشرم میں آپ کیا کرتے تھے؟ اور وہاں پر جو لوگ آتے تھے ان کو کیا عمل کرایا جاتا تھا؟

جواب: آشرم میں ہم صبح وشام لوگوں کو مورتی پوجا کراتے تھے میرے گروجی پیر سرجائی ناتھ عرف وھنش گری نے مجھے آشرم کا ذمہ دار بنادیا تھا اور ان دونوں آشرم کا مختار نامہ میرے نام کردیا تھا میں وہاں پر پوجا پاٹھ کراتا تھا، اور جو لوگ آئیں ان کے کھانے پینے اور رہنے کا انتظام کیا جاتا تھا اور غریبوں کو کمبل وغیرہ تقسیم کیے جاتے تھے اور جو لوگ پریشان حال ہوتے، یا کسی کی جیب کٹ جاتی یا چوری ہو جاتی تو ان کی مدد بھی کی جاتی تھی۔ آشرم کی ۱۲۰۰/ بیگہ زمین اور ۴ ٹریکٹر تھے، اور جائیداد سے متعلق ۶ مقدمے، سبھی گرو نے میرے نام کردیے تھے اور میں ان سب کا مالک تھا۔

سوال: گروجی نے آپ کو اپنا جانشین کس بنا پر بنایا تھا؟

جواب: جانشین بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ گرو اپنے شِشیوں میں سے کسی ایک کو چنتا ہے جو انہیں اچھا دکھائی دے اور گرو کو اس پر اعتبار ہو کہ وہ اس کے مال و دولت اور آشرم کی صحیح طور پر حفاظت کرے گا، تو گرو اس کو آشرم کی مال و دولت کا مختار نامہ اس کے نام کردیتا ہے اور اس کو آشرم کا مالک بنادیتا ہے۔

سوال: آپ کی تعلیم کہاں تک ہے؟

جواب: میری تعلیم انٹرمیڈیٹ تک ہے۔

سوال: آپ کے اسلام قبول کرنے کی کیا وجہ رہی؟ کس نے آپ کو دعوت دی؟

جواب: مجھے کسی نے دعوت نہیں دی، مجھے پہلے سے ہی سچائی کی تلاش تھی، اور اپنے

مالک سے ملنے کی تڑپ، جب ہم آشرم میں پوجا پاٹھ کرنے کے بعد آرام کرنے کے لئے لیٹتے تھے تو کہتے تھے کہ مالک تم ہو ضرور، اور ہمیں سچائی کی تلاش ہے اور سچائی ہمیں مل جائے تو بہت ہی اچھی بات ہو، اس کے بعد ایک دن خواب میں میرے مالک نے مجھے سچائی کو بتا ہی دیا۔

سوال : خواب میں آپ نے کیا دیکھا؟

جواب : ایک رات مجھے خواب میں دکھائی دیا کہ ایک صاحب سفید کپڑے پہنے ہوئے سفید ٹوپی لگائے ہوئے آئے اور میرے پاس آکر بیٹھ گئے، کہنے لگے کہ لکھو، میں نے کہا کہ لکھنے کے لئے تو کاپی اور پین کی ضرورت ہے، میں کاپی پین لے کر آتا ہوں۔ میں کاپی اور پین لایا، انہوں نے کہا لکھو: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں نے ان سے کہا کہ یہ تو مجھے یاد ہے، اس کو لکھنے کی کیا ضرورت، میں نے ان سے معلوم کیا کہ تم کون ہو؟ وہ کہنے لگے کہ میرا نام معین الدین ہے، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

سوال : اس کے بعد کیا ہو؟

جواب : صبح کو آشرم کے قریب میں کچھ مسلمان بھائی رہتے تھے میں نے ان سے اپنے خواب کے بارے میں بتایا اور معلوم کیا کہ یہ معین الدین کون ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ یہاں معین الدین تو کوئی نہیں، ہاں اجمیر میں ان کی درگاہ ہے، وہ مجھے لے کر اجمیر گئے وہاں میں پہنچا تو کوئی کہتا کہ درگاہ پر پھول چڑھاؤ اور کوئی کہتا ہے کہ کتنے پیسے لکھوں؟ میں نے کہا کہ تیری مرضی ہے چاہے جتنے لکھ دے، میرے دل نے کہا کہ یہ تو ہماری طرح ہی کرتے ہیں جس طرح ہم پوجا پاٹھ کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی کرتے ہیں، یہاں تو کوئی خاص بات نہیں ہے، تو میں وہاں سے آشرم واپس آگیا۔

سوال : پھر کیا ہوا؟

جواب : آشرم میں واپس آ کر میں نے دو سفید تہبند اور کرتے سلوائے اور میں ٹرین سے دہلی چلا گیا۔ جب دہلی اسٹیشن پر پہنچا تو میرے دل نے کہا کہ تو سہارنپور چل، میں سہارنپور آشرم میں جہاں پر ہرگری ذمہ دار تھے جن کو میں پہلے سے جانتا تھا ان کے یہاں چلا گیا وہاں پر میں ایک رات ٹھہرا، صبح ناشتہ کرنے کے بعد میں نے ان سے کہا کہ مجھے جانا ہے۔ میں ٹھہرنے کے ارادے سے نہیں آیا تھا۔ اس لئے نکل گیا، سہارنپور اسٹیشن پر پہنچا تو میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے دیوبند جانا چاہئے۔ میں نے دیوبند کا ٹکٹ لیا اور دیوبند پہنچ گیا، دیوبند اسٹیشن سے باہر نکل کر ایک رکشا والے سے جس نے کرتا پائجامہ اور ٹوپی لگائی ہوئی تھی، اس سے میں نے کہا کہ مجھے مسلمان ہونا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ مسلمان کس طرح ہوتے ہیں؟ تو مجھے مسلمان بنانے کے لئے لے چل، اس نے مجھے رکشہ میں بٹھا کر مولانا اسلم صاحب کے یہاں لا کر چھوڑ دیا، وہاں مولانا اسلم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مجھے کلمہ پڑھایا اور دارالعلوم گھمایا اور میری دعوت کی پھر شام میں مجھے ایک صاحب کے ساتھ پھلت حضرت کے پاس بھیج دیا، حضرت نے میرے کاغذات بنوا کر جماعت میں جانے کے لئے بنگلہ ہاؤس بھیج دیا، وہاں جا کر میں جماعت میں چلا گیا۔

سوال : کتنے دن کی جماعت میں گئے تھے آپ؟

جواب : میں نے جماعت میں جا کر چار مہینے لگائے، جماعت میں میں نے نماز وغیرہ یاد کی اور پاکی ناپاکی وغیرہ کے بارے میں جانا۔

سوال : اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب : میں پھلت آ گیا اور پھلت میں آ کر مدرسہ میں نوکری کر لی وہاں پر جو مجھے تنخواہ

ملتی تھی، اس میں میرا کام نہیں چلا تو میں بغیر بتائے پھلت سے چلا گیا۔

سوال: کہاں چلے گئے تھے آپ؟

جواب: میں واپس اپنے علاقے میں چلا گیا تھا۔

سوال: وہاں پر کیا کیا آپ نے؟

جواب: میں پھلت سے یہ نیت کر کے نکلا تھا کہ وہاں جا کر دعوت کا کام کروں گا، وہاں لوگ مجھے بہت مانتے ہیں۔

سوال: وہاں پر آپ نے کس کو دعوت دی؟

جواب: وہاں میں نے لوگوں کو سمجھایا اور مورتی پوجا کے بارے میں بتایا کہ جس کی تم پوجا کرتے ہو وہ تو اپنی حفاظت نہیں کر سکتے تو تمہاری کیا حفاظت کریں گے، اور تم شیولنگ کی پوجا کرتے ہو۔ کتنی بری چیز کی پوجا کرتے ہو۔ اور اس کے درشن کے لئے جاتے ہو کتنی بری بات ہے اور اس کو بھگوان کہتے ہو یہ بھی کتنی گندی چیز کا نام ہے۔ وہ سب کہتے تھے کہ بات تو آپ صحیح کہتے ہیں لیکن ہم اس کو چھوڑ نہیں سکتے، لوگ کیا کہیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی اسی طرح کرتے تھے۔ اس کو کیسے چھوڑ دے؟ میں نے انہیں بہت سمجھایا، لیکن وہ کہنے لگے کہ ہم مر تو سکتے ہیں، لیکن اس کو چھوڑ نہیں سکتے۔

سوال: آپ کا آشرم نہیں جانا ہوا؟

جواب: میں آشرم گیا تھا جب میں آشرم سے آیا تھا تو وہاں میں نے ۱۰ آدمیوں کی کمیٹی کے نام مختار نامہ کرا دیا تھا اور بینک میں جو پیسے تھے اور جو زمین تھی، سب انہیں کے نام کر دیا تھا، میری جیب میں جو پیسے تھے اس کے علاوہ ساری جائیداد میں نے کمیٹی کے نام کر دی تھی۔

سوال: آشرم والوں کو دعوت دینے کے لئے نہیں گئے؟

جواب: میں آشرم گیا ایسے ہی کپڑے پہنے ہوئے اور ٹوپی لگائے ہوئے، میں نے وہاں جا کر ان کو دعوت دی، انہوں نے مجھے آشرم میں قید کر لیا، وہ کہتے تھے کہ تو تو مسلمان ہو گیا اور بگڑ گیا ہے اور مجھے آشرم سے باہر نکلنے نہیں دیا۔

سوال: آپ کیسے وہاں سے نکلے؟

جواب: میرا ایک شِشیہ تھا اس نے مجھے رات کو خاموشی سے نکال دیا۔

سوال: آپ نے اس کو دعوت نہیں دی؟

جواب: اس کو دعوت تو دی لیکن اس نے قبول نہیں کی وہ کہتا تھا آپ اپنی جگہ پر صحیح ہو لیکن بات نہیں مانی۔

سوال: آپ کے گھر والوں کا کیا ہوا، وہ لوگ کہاں ہیں؟

جواب: میری ایک بیٹی ہے، اس کو میں نے دعوت دینے جانے کا رادہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں حضرت سے بات کی ہے، حضرت نے مجھے کہا ہے کہ تنہا نہیں جانا، بلکہ کسی کو ساتھ لے کر جانا۔ انشاء اللہ حضرت سفر سے واپس آجائیں تو میں اپنی بیٹی اور داماد کے پاس جاؤں گا۔

سوال: آپ کے ماں باپ اور بیوی کہاں ہیں؟

جواب: میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا جس سے میری ایک بیٹی تھی میں اپنی بیٹی کو اپنے بھائیوں اور ماں باپ کے پاس چھوڑ کر آشرم چلا گیا تھا اور سنیاس لے لیا تھا اس لئے جب سے اب تک ماں باپ وغیرہ سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن اپنی بیٹی کی شادی میں نے خود کروائی ہے۔

سوال: والدین اور بھائیوں کے بارے میں معلوم نہیں کیا کہ وہ کہاں پر ہیں؟

جواب: میرے والد فوجی تھے وہ دہلی میں پالم ہوائی اڈہ کے پاس شفٹ ہو گئے تھے۔

سوال : ان سے ملاقات نہیں ہے آپ کی؟

جواب : جب میں ۲۵ رسال کا تھا اس وقت میں نے اپنی بیوی کے انتقال کے بعد سنیاس لے لیا تھا۔ سنیاسی کا گھر والوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا وہ سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں، اس لئے میری ان سے ملاقات نہیں ہے، بس یہ معلوم ہے کہ وہ دہلی میں ہیں۔

سوال : ارمغان پڑھنے والوں کو کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب : ہاں! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمارے مسلمان بھائیوں میں یہ کمی ہے کہ وہ غیر مسلم بھائیوں کو اسلام کے بارے میں نہیں بتاتے، خود مجھے بھی کسی نے دعوت نہیں دی، جب کہ میں ۲۵ رسال تک انہیں کے ساتھ اپنے گاؤں میں رہا، کلیان پور میں مستقل میرا مسلمان بھائیوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رہا، لیکن کسی نے مجھے دعوت نہیں دی، مسلمان بھائیوں سے میری درخواست ہے کہ وہ بلا ڈر وخوف اسلام کا پیغام غیر مسلم بھائیوں کو پہنچائیں اور ان کو اسلام کی طرف دعوت دیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت عطا فرمائے اور مجھے اللہ تعالیٰ جنت بھی نہ دیں بس اپنا دیدار نصیب فرمادے۔

سوال : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

جواب : اب تو ہم نے اپنے آپ کو اللہ کو سونپ دیا اور حضرت کی شرن (پناہ) میں آگئے ہیں، بس اب دعوت کا کام کرنا ہے۔

سوال : جزاکم اللہ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ السلام علیکم

جواب : وعلیکم السلام، احمد بھائی۔

ماخوذ از ماہ نامہ ''ارمغان'' نومبر ۲۰۱۱ء

۰۴ پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

نور اللہ جی (اوم پرکاش) سے ایک ملاقات

اقتباس

تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ جس طرح مفتی عادل کنگی اور مولوی نورالعظیم پھلتی ہمارے پاس مندر میں بے کھٹکے پہنچ کر اسلام کا پریچے کرانے آئے اور بڑے دونوک انداز میں اسلام کا پیغام مجھ تک پہنچایا اسی طرح تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے سوجھاؤ سے اسلام کی سچائی کا پریچے ہر مانو جاتی کو کرائے اس کے لئے چاہئے مندر جانا پڑے چاہے گرجا اور چاہے گرودوار میں سب جگہ پہنچ کر اسلام کا تعارف بلا کسی وحشت کے کرادیں کیونکہ قرآن میں ہے وَاللہ یعصمک من الناس

سوال :السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب :وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال : نوراللہ بھائی آپ اسی ہفتہ جماعت سے واپس آئے ہیں۔آپ کا وقت کیسا اور کہاں لگا؟

مولانا محمد محمود صاحب بندہ کے وقت کو اللہ پاک نے مالیگاؤں مہاراشٹر میں لگوایا، جماعت کی کارگذاری بڑی ایمان افروز ہے۔کئی واقعات قابلِ ذکر ہیں ان میں سے

بہت اہم بات یہ ہے کہ ہماری جماعت جب مالیگاؤں پہنچی مشورہ میں امیر صاحب اور تمام ساتھیوں نے متفق رائے ہو کر یہ فیصلہ لیا کہ ہماری جماعت مالیگاؤں کے اطراف میں پیدل سفر کرے گی، پہلا عشرہ تو معمول کے مطابق گذرا اور پھر دوسرا عشرہ شروع ہی ہوا تھا کہ ہماری جماعت پیدل سفر کر رہی تھی اور عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا اور سامان رکھ کر تالاب پر وضو کیا اور نماز عصر ادا کی اسی درمیان ایک ہندو شخص ہماری طرف بغور دیکھ رہا تھا یہ سب دیکھ کر وہ ہمارے قریب آیا اور اس نے ہم سے سوال کیا کہ تم کس کی اپاسنا کر رہے تھے اور کس کے بھگت ہو؟ ہم نے جواب دیا کہ ہم ایک ہی مالک کی پوجا کرتے ہیں پھر اس نے ہم سے دوسرا سوال کیا کہ آپ اپنے سامنے اپنے ایشور کی مورتی تصویر کیوں نہیں رکھتے؟ میں نے کہا ہمارا مالک انا کار ہے، اس کا کوئی آکار نہیں ہے۔ (اس کا کوئی مجسمہ) نہیں ہے وہ اس بات کو سن کر بڑا پریشان ہوا اس نے پریشانی کے عالم میں پوچھا کہ پردھیان کس چیز پر جماتے ہو؟ بندہ نے کہا کہ ہمیں صرف ایک ایشور کا دھیان رہتا ہے اس کے علاوہ جتنی شکتیاں ہیں سب ایک مالک کی بنائی ہوئی ہیں اور کبھی بھی بنی ہوئی وستو اپنے بنانے والے سے سرپشت نہیں ہو سکتی یہ بات سن کر اس کے اندر جو فطرتِ اسلام موجود تھی وہ باہر نکل آئی اور وہ بے اختیار بول اٹھا کہ اب تم مجھے اپنے جیسا بنا لو بندہ نے اس کو فوراً کلمہ پڑھایا اور کچھ دین کی باتیں امیر صاحب سے سننے کو کہیں، ماشاء اللہ وہ بھی آج کل جماعت میں چل رہے ہیں، ان کا پرانا نام وجے پرکاش تھا اب الحمد للہ فتح محمد رکھ دیا گیا ہے ابھی وہ جماعت میں جانے کی تیاری میں لگا ہے۔

سوال: آپ کے قبول اسلام کا کیا واقعہ ہے؟ یعنی آپ کفر و شرک کے دلدل کو چھوڑ کر اسلام میں کیسے داخل ہوئے؟

جواب: میں مدھیہ پردیش کے ضلع راکسین کا رہنے والا ہوں اور میرے والد صاحب ایک چھوٹے سے کسان ہیں، ہم سات بہن بھائی ہیں اس لئے گھر کا گذر بسر مشکل سے ہوتا ہے۔ میں سب سے بڑا بھائی ہوں اور میں نے پڑھائی بھی کوئی خاص نہیں کی تھی بس کچھ دھارمک پستکیں پڑھ کر میرا دھیان دھرم کی طرف کافی ہوا، پھر میں نے کچھ مندروں میں جا کر سنسکرت دھارمک گیان حاصل کیا اور مندر کا پنڈت یعنی یوگیہ بنا اور بھوپال کے ایک چھوٹے سے مندر سیوک چنا گیا ابھی تقریباً چار سال میرے کار یے کال کو ہوئے تھے میرا جیون مندر کے کار سیوک پوجا ارچنا ہون وغیرہ کے لئے وقف تھا کہ اچانک چھ مارچ ۲۰۱۱ء دوپہر سے قریب ایک بجے دو مسلم سمودائے کے یوک مندر کے پرانگن میں داخل ہوئے انہیں دیکھ کر میرا من وچلت ہوا تھا لیکن کیا دیکھتا ہوں کہ دونوں مسلم دھرم گرو مجھے سلام کر رہے ہیں اور آگے بڑھ کر ہاتھ ملانا چاہتے ہیں تو میں نے ہاتھ تو نہیں ملایا لیکن ان کے آدرسان کے لئے ان کے سامنے ہاتھ جوڑے اور ان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ کرشن جی کی قد آور مورتی سے آگے بیٹھتے ہوئے کترانے لگے تو سیوک نے ان کو مندر سے پرانگن میں بنی کٹی میں بٹھایا ان دونوں نے ہمیں اپنے نام مفتی عادل احمد کنگی اور ماتیہ مولوی محمد نور العظیم پھلتی بتائے تعارف کے بعد فوراً بغیر کسی تمہید سے مجھ سے مفتی عادل احمد کنگی نے کہا تم کو نرک کی آگ سے بچنا ہے تو ڈاکٹر وید پرکاش اپا دھیائے جی کی بات مان لو وہ کہتے ہیں کہ" جو اسلام گرہن نہ کرے اور انتم سندیشٹا حضرت محمد صاحب کو نہ مانے وہ ہندو بھی نہیں ہے" آخر کار میری سمجھ میں ان کی تمام باتیں آ گئیں اور میں نے مالک کو ابستھت جان مفتی عادل صاحب سے کلمۂ حق پڑھا یہ کلمہ پڑھکر مجھے ایسا لگا مانو میں بہت ہلکا ہو گیا ہوں لیکن مجھے مندر میں بہت گھبراہٹ بھی

ہورہی ہے تھی لگتا تھا کہ یہاں مندر میں میرا دم ہی نکل جائیگا۔ مالک نے وہاں سے نکلنے کا پر بندھ بھی کر ہی دیا۔ جس کا ورنن یہ ہے کہ جب ان دونوں داعیوں نے مجھے کفر و شرک کے گہرے دلدل سے نکال دیا تو میں نے ان کے موبائل نمبر لئے اور پھر وہ دونوں چلے گئے اگلے دن میں نے ۱۱ر بجے صبح کو فون لگایا تو مفتی عادل سے بات ہوئی میں نے ہندی انوادقرآن کا منگایا تو انھوں نے مولانا محمد نورالعظیم سے بات کرائی تو وہ بولے کہ آج جمعہ کا دن ہے اس لئے میں تین بجے قرآن لے کرآؤنگا اور میں نے فون کاٹ دیا ،پھر مفتی عادل کنگی اور مولوی نورالعظیم تین بجے مندر میں داخل ہوئے ان کے پاس قرآن پاک موجود تھا میں نے دیکھ کر فوراً قرآن کو پڑھنا شروع کر دیا مولوی نورالعظیم نے منع بھی کیا کہ یہ قرآن ہم آپ کے ہی لئے لائے ہیں بعد میں پڑھ لیجئے گا لیکن مجھےتو اللہ تعالیٰ کو مندر سے نکالنا تھا سو ویسے ہی حالات بن گئے کہ میں ابھی قرآن پڑھ ہی رہا تھا کہ دوآدمی جو مندر کمیٹی کے ممبر تھے۔

ہمارے پاس آئے اور انھوں نے دان پیٹی کے حساب کا جو رجسٹر تھا وہ طلب کیا تو میں نے جیسے ہی اٹھنے سے پہلے قرآن کو بند کیا تو اس کے اوپر قرآن مجید لکھا ہوا تھا اس کے دیکھتے ہی ان میں سے ایک ممبر بھڑک اٹھا کہ یہ قرآن یہاں کیوں آیا اور اس نے ان دونوں مولویوں کی پٹائی کرنا شروع کر دی لیکن اللہ نے دوسرے ممبر کے دل میں یہ بات ڈالی کہ ہم بجائے اس کے کہ ان مسلموں کی پٹائی کریں جو اصل ہے یعنی میں اس کی ہی خبر لیں تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ مسلم ہیں یہاں بلوہ ہو جائے گا یہ سب اللہ نے کہلوایا اور یہ کہہ کر انھوں نے مجھے مارنا شروع کر دیا مجھے پٹتا دیکھ کر دونوں مولانا خائف ہو گئے لیکن پھر میں نے ہی انھیں مندر سے جانے کا اشارہ کیا تو وہ دونوں جلدی سے

وہاں سے چلے گئے پھر میں نے ایک گھنٹے بعد مفتی عادل صاحب کو فون لگایا کہ میرے تین دانت ٹوٹ چکے ہیں لیکن قرآن میرے پاس موجود ہے اب کیا کرنا ہے مفتی عادل صاحب نے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ رقم وغیرہ ہے یا نہیں تو میں نے ہاں میں جواب دیا اس کے بعد مفتی صاحب نے کہا کہ سب سے پہلے کسی ڈاکٹر کو فون لگایا پھر میں نے ایک گھنٹے بعد تقریباً پانچ بجے مفتی صاحب کو فون لگانا چاہا تو وہ بند تھا پھر میں نے مولانا نورالعظیم کے فون پر کال کی تو انھوں نے چار بتی (رسول احمد صدیقی چوراہے) پر جو کلثوم بی صاحبہ کی مسجد ہے وہاں آنے کو کہا تو میں خون میں لت پت قرآن ہاتھ میں لئے وہاں پہنچا تو مجھ سے پہلے ہی مفتی عادل کنگی اور مولوی نورالعظیم مسجد کے گیٹ پر موجود تھے مجھے خون میں تر بتر رہنے کے باوجود دونوں بے اختیار مجھ سے لپٹ گئے اور پھر مجھے لے کر حمیدیہ اسپتال گئے وہاں علاج کے لئے ڈاکٹر سے رابطہ کیا اور جو فرسٹ ایڈ دلاتے تھے وہ دلا کر ابراہیم پورہ مارکیٹ سے چار پانچ لکھنؤ کرتے پائجامے کے جوڑے ٹوپی رومال وغیرہ دلا کر موتی مسجد لے آئے اور مجھے غسل کا طریقہ بتایا پھر میں نے غسل کیا اور ہم تینوں لوگ عشا کے بعد تاج المساجد (جہاں ۲۸ر مارچ کو تبلیغی جوڑ تھا) میں پہنچ گئے رات بھر وہیں رہے، مجھے ڈر بھی لگتا رہا لیکن مسجد میں رہ کر من کو شانتی بھی مل رہی تھی۔ اگلے دن جماعتیں جانا شروع ہوئیں تو مولوی نورالعظیم اور مفتی عادل صاحب کنگی نے ہمیں ایک مہاراشٹر جانے والی جماعت میں جوڑ دیا اور الحمد للہ میرا چلہ بہت اچھا لگا دین کی بنیادی باتیں معلوم ہو گئیں۔ اور امید ہے کہ مجھے اب اسلام سمجھنے میں ادھک کٹھنائی نہیں ہوگی۔

سوال : آپ نے اپنے خاندان والوں کو اپنے قبول اسلام کی اطلاع دی؟

جواب : جی نہیں ابھی مجھے دعوت میں لگے ہوئے بھوپال کے کچھ ساتھیوں نے اعلان کر

نے کو منع کیا ہے کیونکہ میں جس مندر میں تھا وہ بجرنگ دل سے متعلق ہے اور بھوپال کے ایک حساس ترین علاقہ میں واقع ہے اور ہمارا گھرانہ بھی بجرنگ دل سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

سوال : آپ کی تعلیم کہاں تک ہے؟

جواب : میں نے پڑھائی کوئی خاص نہیں کی لیکن رام چرتر مانس پر پی، ایچ، ڈی کی ہے لیکن اسلام کو قبول کرنے اور اس کو پڑھنے کے بعد ایسا لگا کہ مانو میں نے رام چرتر مانس پر پی ایچ ڈی کرنے میں اتنا سے نشٹھ کر دیا۔

سوال : اب ہم آپ سے اہم سوال کرتے ہیں آپ کیا ہم مسلمانوں کو کوئی پیغام دینا چاہیں گے۔

جواب : ہاں میرا پیغام یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ جس طرح مفتی عادل کنگی اور مولوی نور العظیم پھلتی ہمارے پاس مندر میں بے کھٹکے پہنچ کر اسلام کا پریچے کرانے آئے اور بڑے دوٹوک انداز میں اسلام کا پیغام مجھ تک پہنچایا اسی طرح تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے سوجھاؤ سے اسلام کی سچائی کا پریچے ہر مانو جاتی کو کرائے اس کے لئے چاہئے مندر جانا پڑھے چاہے گرجا اور چاہے گردوارہ میں سب جگہ پہنچ کر اسلام کا تعارف بلا کسی دہشت کے کرادیں کیونکہ قرآن میں ہے وَاللہ یعصمک من الناس

سوال : نور اللہ بھائی آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے ہمیں اپنا قیمتی وقت دیا۔

جواب : ارے صاحب شکریہ کے لائق میں کہاں ہوں شکریہ تو آپ کا ہے کہ مجھ گندے کا سبق بھی لوگ عبرت کی نگاہ سے پڑھیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

ماہنامہ ارمغان کا مختصر تعارف

ماہنامہ ''ارمغان'' جمعیت شاہ ولی اللہ پھلت ضلع مظفرنگر یوپی کا ترجمان ہے جو داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہ العالی (جن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے) کی زیر سرپرستی اور مولانا وصی سلیمان صاحب ندوی کی ادارت میں نکلتا ہے ماہنامہ ارمغان گزشتہ انیس (۱۹) سالوں سے پابندیٔ وقت کے ساتھ مسلسل شائع ہورہا ہے اور اس کی تعداد اشاعت میں برابر اضافہ ہوتا جارہا ہے، ماہنامہ ارمغان اپنے مضامین کی افادیت اور دعوتی فکر کی وجہ سے واقعی ساری انسانیت کے لئے ایک ارمغان (تحفہ) ہی ہے اس میں ہر ماہ ایک خوش قسمت مہاجر بھائی یا بہن کی سرگزشت انٹرویو کی شکل میں شائع ہوتی ہے جو بڑی چشم کشا، دلچسپ اور دعوت کے کام پر ابھارنے والی ہوتی ہے انٹرویوز ملک و بیرون ملک بہت پسند کئے جاتے ہے ان کے مختلف زبانوں میں ترجمے بھی ہورہے ہیں، رسالہ میں داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہ العالی کے ارشادات، افادات، خطبات شامل اشاعت ہوتے ہیں خصوصاً رسالہ کا ''آخری صفحہ'' تو رسالہ کی جان ہوتا ہے، ماہنامہ ارمغان کا سالانہ زرتعاون ۱۲۰/روپئے ہے جو رسالہ کی اہمیت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اس کی توسیع اشاعت میں کوشش کرنا اس عظیم دعوتی مشن میں اپنا حصہ لگانا ہے اس لئے پرخلوص گزارش ہے کہ خود بھی اس کے ممبر بنئے اور دوسروں کو بھی بنائیے۔

الداعی الی الخیر
بندہ محمد روشن شاہ قاسمی
مہتمم دارالعلوم سونوری
۲۳/شعبان ۱۴۳۲ھ م ۲۱/جولائی ۲۰۱۱ء

ارمغان جاری کرنے کے لئے پتہ

دفتر ارمغان پھلت ضلع مظفرنگر
Phulat, Dist Muzaffar Nagar
251201 (U.P.) INDIA
Mob: +91-9359350312
9368512753 , 9412411876
e-mail: arm313@gmail.com
armuganphulat@yahoo.com
website: www.armughan.in
زرسالانہ: -/120 روپئے